پاکستانی آئین و قانون اور غیر مسلم شہریوں کے حقوق و فرائض

(معاہداتِ نبویہ کی روشنی میں)

تحقیقی مقالہ برائے

پی ایچ ڈی (علوم اسلامیہ)

مقالہ نگار

امتیاز احمد

پی ایچ۔ڈی علوم اسلامیہ

نگران تحقیق

ڈاکٹر نور حیات خان

ایسوسی ایٹ پروفیسر شعبہ علوم اسلامیہ

شعبہ علوم اسلامیہ

فیکلٹی آف سوشل سائنسز

نیشنل یونیورسٹی آف ماڈرن لینگویجز، اسلام آباد

اکتوبر 2020ء

پاکستانی آئین و قانون اور غیر مسلم شہریوں کے حقوق و فرائض

(معاہداتِ نبویہ کی روشنی میں)

تحقیقی مقالہ برائے

پی ایچ ڈی (علوم اسلامیہ)

مقالہ نگار

امتیاز احمد

پی ایچ۔ڈی علوم اسلامیہ

نگران تحقیق

ڈاکٹر نور حیات خان

ایسوسی ایٹ پروفیسر شعبہ علوم اسلامیہ

شعبہ علوم اسلامیہ

فیکلٹی آف سوشل سائنسز

نیشنل یونیورسٹی آف ماڈرن لینگویجز، اسلام آباد

اکتوبر 2020ء

© امتیاز احمد

فہرستِ عنوانات

صفحہ نمبر	فہرست عنوان	نمبر شمار
I	فہرست عنوانات	.1
Iii	مقالہ کی منظوری کا فارم	.2
Iv	حلف نامہ	.3
V	انتساب	.4
Vi	اظہارِ تشکر	.5
Vii	رموزواشارات	.6
Viii	ABSTRACT	.7
iX	مقدمہ	.8
1	**بابِ اوّل: پاکستانی آئین و قانون میں غیر مسلم شہریوں کے حقوق**	.9
2	فصلِ اوّل: پاکستانی آئین و قانون کا تعارف	.10
22	فصلِ دوم: تحریک و تشکیلِ پاکستان میں غیر مسلموں کا کردار	.11
34	فصلِ سوم: غیر مسلم شہریوں کے مذہبی، معاشی اور معاشرتی حقوق	.12
56	فصلِ چہارم: پارلیمنٹ میں غیر مسلم شہریوں کی دستوری حیثیت	.13
72	**بابِ دوم: پاکستانی آئین و قانون میں غیر مسلم شہریوں کے فرائض**	.14
73	فصلِ اوّل: وفاداری کا حلف بلا رعایت مذہب	.15
83	فصلِ دوم: ملکی عدلیہ میں غیر مسلموں کی خدمات	.16

95	فصلِ سوم: دفاع پاکستان اور غیر مسلموں کی شرکت و خدمات	.17
105	فصلِ چہارم: مذہبی ہم آہنگی کے لیے وزارتِ بین المذاہب ہم آہنگی اور دیگر اداروں کا کردار	.18
117	**بابِ سوم: غیر مسلموں کے ساتھ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے معاہدات**	.19
118	فصلِ اوّل: معاہداتِ نبویہ کا پس منظر اور اثرات	.20
144	فصلِ دوم: معاہداتِ نبویہ کی روشنی میں احترامِ مذاہب	.21
155	فصلِ سوم: معاہداتِ نبویہ میں غیر مسلموں کے معاشرتی و معاشی حقوق	.22
164	فصلِ چہارم: معاہداتِ نبویہ کے فقہی آراء پر اثرات	.23
177	**بابِ چہارم: آئینِ پاکستان اور معاہداتِ نبویہ میں غیر مسلم شہریوں کے حقوق وفرائض (تقابلی جائزہ)**	.24
178	فصلِ اوّل: غیر مسلم شہریوں کے حقوق وفرائض، معاہداتِ نبویہ سے استفادہ	.25
195	فصلِ دوم: قانون توہینِ رسالت ومذہبی شعائر اور اسکی تطبیقات	.26
230	فصلِ سوم: پاکستانی آئین و قانون میں اصلاحات و توضیحات، معاہداتِ نبویہ	.27
243	نتائجِ بحث	.28
245	تجاویز و سفارشات	.29
248	فہارس	.30

مقالے کے دفاع اور منظوری کا فارم

زیر دستخطی تصدیق کرتے ہیں کہ انہوں نے مندرجہ ذیل مقالہ پڑھا اور مقالے کے دفاع کو جانچا ہے وہ مجموعی طور پر امتحان کار گردگی سے مطمئن ہیں اور فیکلٹی آف سوشل سائنسز سے اس مقالے کی منظوی کی سفارش کی جاتی ہے:

مقالے کا عنوان: پاکستانی آئین و قانون اور غیر مسلم شہریوں کے حقوق و فرائض

(معاہداتِ نبویہ کی روشنی میں)

Pakistani Aain o Qanoon Aor Ghair Muslim Shehriyon k Hqooq o Fraiz

(Moaahidat e Nabvia ki Roshni Main)

پیش کار: امتیاز احمد (پی-ایچ-ڈی)

رجسٹریشن نمبر: 456-PhD/IS/S-13

شعبہ: علوم اسلامیہ

ڈاکٹر نور حیات خان

(نگران مقالہ) نگران مقالہ کے دستخط

پروفیسر ڈاکٹر شاہد صدیقی

ڈین فیکلٹی آف سوشل سائنسز ڈین فیکلٹی سوشل سائنسز کے دستخط

میجر جنرل (ر) محمد جعفر (ہلال امتیاز - ملٹری)

(ریکٹر نمل) ریکٹر کے دستخط

تاریخ

حلف نامہ فارم

(Candidate declaration form)

میں امتیاز احمد ولد غلام حسن

رول نمبر: FEB13-PHD-145 رجسٹریشن نمبر: 456-PhD/IS/S13

طالب علم، پی ایچ ڈی، شعبہ علوم اسلامیہ، نیشنل یونیورسٹی آف ماڈرن لینگویجز (نمل) اسلام آباد حلفاً اقرار کرتا ہوں کہ مقالہ بعنوان: **پاکستانی آئین و قانون اور غیر مسلم شہریوں کے حقوق و فرائض (معاہداتِ نبویہ کی روشنی میں)**

"The rights and obligations of non-Muslim citizens with respect to the Constitution of Pakistan" (In the light of the contracts of Prophet Muhammad SAW)

پی ایچ ڈی علوم اسلامیہ کی ڈگری کی جزوی تکمیل کے سلسلہ میں پیش کیا گیا ہے، اور **ڈاکٹر نور حیات خان** کی نگرانی میں تحریر کیا گیا ہے، راقم الحروف کا اصل کام ہے، اور یہ کہ مذکورہ کام نہ تو کہیں اور جمع کروایا گیا ہے، نہ ہی پہلے سے شائع شدہ ہے اور نہ ہی مستقبل میں کسی بھی ڈگری کے حصول کے لئے کسی دوسری یونیورسٹی یا ادارے میں میری طرف سے پیش کیا جائے گا۔

نام مقالہ نگار: امتیاز احمد

دستخط مقالہ نگار: ____________

نیشنل یونیورسٹی آف ماڈرن لینگویجز اسلام آباد

انتساب

ان خوش نصیبوں کے نام جو اسلام اور مملکت پاکستان کے وجود اور اہداف و مقاصد کو اندرونی وبیرونی سطح پر محفوظ (PRESERVE) کرنے کے لیے ہمہ وقت مصروف عمل ہیں۔ جو اسلام کے عظیم کاز، فکر اسلامی کی تشکیل نو، امت مسلمہ کے احیا اور امن وترقی کے لئے جہد مسلسل کرتے رہے اور کر رہے ہیں۔

اظہارِ تشکر

سب سے پہلے میں اپنے خالق حقیقی ،رب دو جہاں کا شکر گزار ہوں جس کی توفیق و مدد سے یہ مشکل کام پایا تکمیل تک پہنچا اور پھر لا متناہی درود و سلام ہو اس وجہ تخلیق کائنات پر جن کی رحمت کے زیر سایہ تمام جہاں ہیں۔اس کے بعد میں ہر اس شخص کا تہہ دل سے شکر گزار ہوں جس نے کسی بھی طرح سے مقالہ نگاری میں مدد کی، بالخصوص نیشنل یونیورسٹی آف ماڈرن لینگویجز اسلام آباد کے ریکٹر میجر جنرل (ر) جناب محمد جعفر صاحب،ڈاکٹر شاہد صدیقی صاحب،ڈین فیکلٹی آف سوشل سائنسز،ڈائریکٹر ایکڈ مکس جناب ڈاکٹر عزیز صاحب ،جناب ڈاکٹر سید عبد الغفار بخاری صاحب ،اور دیگر اساتذہ کرام کا بے حد ممنون و مشکور ہوں کہ جنہوں نے میرے ساتھ یونیورسٹی میں داخلے سے لیکر مقالے کی تکمیل تک ہر ممکن مدد کی،اور بالخصوص بے حد مشکور ہوں اپنے محترم استاد و نگران مقالہ جناب ڈاکٹر نور حیات خان صاحب ایسوسی ایٹ پروفیسر صدر شعبہ علوم اسلامیہ NUML، جنہوں نے ہر مشکل حالات میں انتہائی خلوص کے ساتھ میری راہنمائی کی اور اپنے تبحر علمی اور مشفقانہ رویے سے میری خوابیدہ صلاحیتوں کو طاقت پرواز بخشی جس کے نتیجہ میں اپنے اس مقالہ کو اس مقام تک پہنچانے میں کامیاب ہوا۔ میں ان کے لئے دعا گو ہوں کہ اللہ رب العزت اپنے دین کی خاطر ان کی عمر دراز فرمائے۔ میں جناب عبدالباسط قاضی صاحب (انچارج شعبہ اسلامیات، بحریہ کالج)، جناب محمد حمزہ صاحب اور ڈاکٹر محمد شاھد ترمذی صاحب (اسسٹنٹ پروفیسر بحریہ یونیورسٹی اسلام آباد) جو میرے اس تحقیقی کام میں میری راہنمائی فرماتے رہے، تہہ دل سے مشکور ہوں اور اللہ سے دعا گو ہوں کہ اللہ تعالیٰ سب کو جزائے خیر عطا فرمائے۔

خصوصاً عزیزم جناب بلال حسین (ایل ایل ایم شریعہ اینڈ لاء اسلامک یونیورسٹی اسلام آباد) جنہوں نے اپنی مصروفیات کے باوجود مقالے میں آئینی و قانونی پیچیدگیوں کے حل میں دن رات ایک کر دیا۔ اللہ تعالیٰ ان کے لیے خیر و برکت کے دروازے کھول دے۔

مشکور ہوں اپنی اہلیہ (پی۔ایچ۔ڈی انوایرمنٹل سائنسز فاطمہ جناح یونیورسٹی) کا جو اس کٹھن کام میں میری ممدو معاون رہیں۔

اس کے ساتھ ساتھ اپنے والدین کا جن کی محنتیں، مشقتیں،دعائیں اور محبتیں مسلسل میرے شامل حال رہیں۔ اپنے بھائیوں اور بلخصوص اپنی پیاری بہن جس کی دعائیں ہمہ وقت شامل حال رہیں کے لیے دعا گو ہوں۔ اور اپنے تمام دوست واحباب کے لیے جن کی دعائیں اور تحریک میرے لیے باعث حوصلہ رہی۔

وہ تمام احباء واقرباء جن کا مجھے دَامے دِرمے سُخنے ہر مرحلے میں تعاون حاصل ہوا ان سب کا ممنون و مشکور ہوں اللہ تعالیٰ سب کی دنیا و آخرت بہتر فرمائے۔ آمین

امتیاز احمد

پی۔ایچ۔ڈی علوم اسلامیہ

نیشنل یونیورسٹی آف ماڈرن لینگویجز اسلام آباد

رموز واشارات

مقالہ ہذا میں غیر ضروری طوالت سے بچنے اور زیبائی کے لئے درج ذیل رموز واشارات کا استعمال کیا گیا ہے۔

آیات کے لیے	﴿ ﴾
احادیث کے لیے	« »
دیگر اقتباسات کے لیے	" "
صلی اللہ علیہ وسلم کے لیے	ﷺ / صلی اللہ علیہ وسلم
رحمۃ اللہ علیہ کے لیے	رح
رضی اللہ عنہ کے لیے	رضی اللہ عنہ
علیہ السلام کے لئے	علیہ السلام مکمل

متنِ مقالہ اور حواشی میں بعض اہم نکات کے لئے۔

- ایک ہی صفحہ same حوالہ آنے پر وہاں حوالہ ایضاً/سابقہ حوالہ لکھا گیا ہے۔
- اصطلاحات کی وضاحت یا تو متن میں کردی گئی ہے یا پھر حواشی میں کی گئی ہے۔
- مقالہ میں آنے والے تمام غیر معروف اسماء واماکن وغیرہ کا مختصر تعارف حواشی میں دیا گیا ہے۔
- اندازِ تحقیق ابتداء میں بیانیہ پھر تاریخی، تقابلی اور آخر میں تجزیاتی ہے۔
- اپنی تحقیق کو موضوع کے مطابق تعمیری فکر کے انداز میں پیش کیا گیا ہے۔
- مقالے کے آخر میں نتائج تحقیق وسفارشات، فہرست کتابیات، فہرست آیات وآحادیث درج کی گئی ہے۔

ABSTRACT

"The rights and obligations of non-Muslim citizens with respect to the Constitution of Pakistan"

(In the light of the contracts of Prophet Muhammad S AW)

Islam is the intimate religion which provides complete and preeminent code of life for humanity. Islam undoubtedly determines the rules, procedures and limitations for the state, of which a man is the citizen, and its co-editorial system (legislation, judiciary, administration).

Allah has bestowed The Holy Prophet with the crown of Mercy for whole world. The Holy Prophet not only considered the rights of every person living in the state of Islam, but also committed some contracts with non-Muslims to ensure their rights and obligations.

Since the state of Pakistan came into existence in the name of Islam, it is important that the rights and duties of every citizen in general and non-Muslims in specific who live in the state should also be clarified in accordance with Islamic teachings in the light of contracts of The Holy Prophet in order to promote the religious harmony.

Although the rights of non-Muslim community in the constitution of Pakistan have been stated very clearly, however, sometimes they are confronted with grave problems in Pakistani society. The rights which are permitted to Muslims to establish their mosques and institutions in Europe and America are also permitted to non-Muslims in the constitution and legislation of Pakistan. However, due to its distinctive difference in the practical situation, their rights and obligations in the light of the contracts of The Holy Prophet have been described with a detailed analysis in this narrative.

In this research,

"The rights and obligations of non-Muslim citizens with respect to the Constitution of Pakistan" (In the light of the contracts of Prophet Muhammad SAW)

rights of non-Muslims in a modern Islamic society of Pakistan with respect to the contracts of Muhammadan Era as an everlasting source as a major necessity of the national situation have been highlighted. Because of ignorance/lack of knowledge about the contracts, heart reckoning incidents are taking place in our society, which have raised numerous questions regarding the Islamic teachings. These contemporary issues have been discussed as the major themes within this article.

مقدمہ

الحمد للہ رب العالمین والعاقبۃ للمتقین والصلوۃ والسلام علی اشرف الانبیاء والمرسلین وعلیٰ الٰہ واصحابہ واہل بیتہ وذرّیاتہ اجمعین۔

موضوع کا تعارف

1973 کا دستورِ پاکستان تیار کرنے والی پارلیمنٹ میں مختلف شعبہ ہائے زندگی سے تعلق رکھنے والے ماہرین اور خاص کر مختلف اسلامی مکاتب فکر کے نامور علماء نے قرار داد مقاصد کی روشنی میں اس ملک کو ایک جدید اسلامی ریاست بنانے کی بھرپور کوشش کی تھی۔ انہوں نے دستورِ پاکستان 1973ء کی دفعہ 20 کی شقوں (اے) اور (بی) میں اس ملک کے ہر شہری کو اپنے مذہب کو اپنائے رکھنے، اس پر عمل پیرا ہونے اور اس کی تبلیغ (Propagate his Religion) کا بنیادی حق دیا تھا۔ اس دستوری دفعہ 20 (بی) میں ہر مذہب کے ماننے والوں کو اپنے مذہبی ادارے (عبادت گاہیں، تعلیمی اور دیگر ادارے) قائم کرنے اور ان کی دیکھ بھال کرنے اور ان کا انتظام وانصرام کرنے کا بنیادی حق دیا تھا۔

اگرچہ دستورِ پاکستان غیر مسلموں کے حقوق کا واضح اقرار کرتا ہے۔ تاہم پاکستانی معاشرے میں بعض اوقات غیر مسلموں کو سنگین مسائل کا سامنا کرنا پڑتا ہے جو حقوق مسلمانوں کو مساجد اور تعلیمی ادارے قائم کرنے کے لیے یورپ اور امریکہ میں حاصل ہیں، وہ پاکستان کے غیر مسلم شہریوں کو آئین اور قانون میں تو دیئے گئے ہیں مگر عملی صورت حال خاصی مختلف ہونے کی وجہ سے ان کے حقوق وفرائض کا عہد نبوی کے معاہدات کی روشنی میں اس مقالہ میں مفصل تحلیلی جائزہ پیش کیا گیا ہے۔

اس مقالہ میں عہد نبوی کے معاہدات کو پاکستان کے جدید اسلامی معاشرے میں غیر مسلموں کے حقوق وفرائض کی وضاحت کے لیے ایک سدا بہار اساس کے طور پر سامنے لایا جانا ملکی حالات کا اہم تقاضا ہے کیونکہ ان سے کامل آگاہی نہ ہونے کی وجہ سے ہمارے معاشرے میں ایسے دلخراش واقعات رونما ہوتے رہتے ہیں جو اس موضوع پر اسلامی تعلیمات کے حوالے سے کئی اہم سوالات کو جنم دیتے ہیں۔ ان سوالات کو اس مقالہ کے ابواب کے طور پر زیر بحث لایا گیا ہے۔

تحقیق کی اہمیت

پاکستان عالم اسلام کا واحد ملک ہے جو اسلام کے نام پر وجود میں آیا۔ بانیان پاکستان اسے اسلام کی تجربہ گاہ بنانا چاہتے تھے جس میں مسلمانوں کو اسلام کی سرمدی تعلیمات کے مطابق اپنی زندگیوں کو ڈھالنے کے مواقع فراہم کرکے دنیا کو بتایا جاسکے کہ اسلام ایک زندہ وکامل دین ہے جو ہر دور کے تقاضوں سے عہدہ برآ ہونے کی پوری صلاحیت رکھتا

ہے۔ جدید دور کے مسلم محقق طلبہ پر فرض عائد ہوتا ہے کہ وہ پاکستانی معاشرے کے حقیقی اور زندہ مسائل کو اعلیٰ تعلیمی تحقیقات کا موضوع بنائیں۔

اسی احساس نے موضوعِ زیر بحث پر تحقیق کے لیے آمادہ کیا۔

غیر مسلم ممالک اور پاکستان میں بسنے والی اقلیتوں کی طرف سے مجموعہ تعزیرات پاکستان مجریہ 1860 کی دفعہ 295-c کی منسوخی کا مطالبہ عام مسلمانوں کے جذبات بھڑکانے کا باعث بنتا ہے جبکہ اس کے حقیقی اسباب کو زیر بحث نہیں لایا جاتا جو بظاہر اس ملک کے غیر مسلم شہریوں کے ان حقوق وفرائض سے متعلق ہیں جو پاکستان کے دستور اور متعلقہ قوانین میں انہیں دیئے گئے ہیں مگر ان کی تطبیقی صورت حال تسلی بخش نہیں۔ ضرورت محسوس کی جاتی ہے کہ اس مقالہ میں نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے اپنے عہد مسعود میں مشرکوں، یہودیوں اور عیسائیوں کے ساتھ کیے گئے معاہدات اور انہیں دی گئی ضمانتوں کی روشنی میں پاکستان میں بسنے والی غیر مسلم اقلیتوں کو ملکی دستور اور دیگر قوانین میں دیئے گئے حقوق کے تقابلی و تحلیلی جائزہ کی صورت میں اس معاشرہ کے اہل فکر ودانش کے سامنے لایا جائے۔ اس سے امید کی جاتی ہے کہ ہمارے معاشرہ میں بقائے باہمی کے نبوی اصول کی بنیاد پر رواداری کو قانون اور معاشرہ کی سطحوں پر فروغ دیا جاسکے گا۔

بیانِ مسئلہ

بلا شبہ اس موضوع پر کچھ مقالات بھی لکھے گئے ہیں اور مختلف کتابوں میں جزوی طور پر کچھ مواد بھی ملتا ہے، لیکن اس کے باوجود اس موضوع کی اہمیت اور ضرورت اس بات کی متقاضی ہے کہ اس پر ایک جامع بحث کی جائے جو کہ اسکی حقیقت، دائرہ کار اور اس کے دستوری و قانونی پہلوؤں کا پاکستانی تناظر میں تحلیلی جائزہ پیش کرکے معاہدات نبویہ کی روشنی میں قومی سطح پر استفادہ کے امکانات واضح کیے جاسکیں۔

موضوعِ تحقیق کے بنیادی سوالات

1. تحریک، تشکیل اور دفاعِ پاکستان میں غیر مسلم شہریوں کا کردار کیا ہے؟
2. پاکستانی آئین و قانون اور معاہداتِ نبویہ میں غیر مسلم شہریوں کے متفقہ و مختلف فیہ حقوق وفرائض کون کون سے ہیں؟ نیز معاہداتِ نبویہ کی روشنی میں مختلف فیہ حقوق وفرائض کی اصلاح و توضیح کیا ہے؟

مقاصدِ تحقیق

1. پاکستانی آئین و قانون اور معاہداتِ نبویہ میں غیر مسلم شہریوں کے حقوق وفرائض کی نشاندہی کرنا
2. مذہبی رواداری اور استحکام پاکستان کے لیے پاکستانی آئین و قانون کے تناظر میں غیر مسلم شہریوں کی خدمات کو اجاگر کرنا
3. غیر مسلموں کے بارے میں معاہدات نبویہ کے فقہی آراء پر مرتب اثرات کی وضاحت کرنا

4. غیر مسلم شہریوں کے حقوق و فرائض کے حوالے سے پاکستانی آئین و قانون کی دفعات کا معاہدات نبویہ سے تقابل کرنا
5. پاکستانی آئین و قانون میں غیر مسلم شہریوں کے حقوق و فرائض کی جو دفعات مختلف فیہ ہیں معاہداتِ نبویہ کی روشنی میں ان کی اصلاح و توضیح کرنا
6. معاہدات نبوی صلی اللہ علیہ وسلم کی روشنی میں مفاہمتی عمل پر مبنی پائیدار حکمت عملی کی تشکیل و تشہیر کرنا

موضوع کے متعلق سابقہ کام کا جائزہ

گذشتہ چند دہائیوں سے اقلیتوں کے حقوق و فرائض کا مطالعہ پوری اسلامی دنیا میں بڑی اہمیت اختیار کر چکا ہے۔ اسلامی ممالک کی تنظیم (او۔ای۔ سی) نے بھی غیر مسلموں کے حقوق کو اپنی قرار دادوں میں تسلیم کرکے رکن ممالک پر زور دیا ہے کہ وہ ان کے مطابق قانون سازی کریں۔ اقوام متحدہ کے انسانی حقوق کے چارٹر پر مسلم ممالک نے دستخط کر رکھے ہیں کیونکہ ان کی رائے میں اس میں مذکورہ حقوق اسلام کی آفاقی تعلیمات سے مطابقت رکھتے ہیں۔ جدید دور کے کئی محققین نے غیر مسلموں کو دی گئی مذہبی آزادی، ان کے ساتھ رواداری کا برتاؤ اور عہدِ نبوی میں غیر مسلموں کے ساتھ بقائے باہمی کی اساس پر کیے گئے معاہدات کو اپنی تحقیقات کا موضوع بنایا ہے۔ موضوع زیرِ بحث سے قریب قریب جو کام ہوا ہے، میری تحقیق کے مطابق درج ذیل ہے۔

1۔ " پاکستان میں اقلیتوں کی مذہبی آزادی" محمد اسلم رانا، یہ کتاب 2002ء میں لاہور سے شائع ہوئی۔ تاہم یہ نہ تو کوئی تحقیقی مقالہ ہے اور نہ اس میں پاکستان کے آئین و قانون میں دیئے گئے غیر مسلموں کے حقوق و فرائض پر بحث کی گئی ہے۔

2۔ " رواداری اور پاکستان" محمد صدیق شاہ بخاری، یہ محض رواداری کو موضوعِ بحث بناتے ہوئے عام قارئین کے لیے ایک معلوماتی کتاب ہے اور مقالے کے ایک جز سے متعلق کچھ معلومات کی حامل ہے تاہم اس موضوع کی آئینی و قانونی تناظر میں تحقیق اپنی جگہ مسلم ہے۔

3۔ " صلح حدیبیہ والمعاہدات بین المسلمین والکفار" حکمت حریری، مصنف کے اس تحقیقی مقالہ کو 2009ء میں سندھ یونیورسٹی نے شائع کیا۔ اگرچہ یہ اپنی جگہ ایک عمدہ تحقیق ہے مگر اس میں نہ تو پاکستان کے آئین و قانون میں دیئے گئے غیر مسلموں کے حقوق و فرائض کا عہدِ نبوی کے معاہدات کی روشنی کا جائزہ پیش کیا گیا ہے اور نہ ہی پاکستان میں درپیش اقلیتوں کے مسائل سے بحث کی گئی ہے۔ بلکہ ایک عمومی تحقیق اور عمدہ کاوش ہے جو موضوع ھذا کی وقعت و اہمیت کو کم نہیں کرتی۔

4. The government system of the prophet Muhammed : a comparative study in constitutional law by Hashim Y.Al. Mallah

یہ مقالہ 1971 میں یونیورسٹی آف ایس انڈروز میں لکھا گیا اس میں حقوق کو اسلامی تناظر میں ذکر کیا گیا ہے لیکن معاہدات نبویہ کا پہلو اور پاکستانی آئین و قانون کا پس منظر نہیں ہے۔

5۔ " قرن اول میں مسلمانوں کے غیر مسلموں سے تعلقات و معاہدات اور عصر حاضر " محترم جناب محمد اسلم صدیقی کا ڈاکٹریٹ کا تحقیقی مقالہ ہے جسے انہوں نے 2002 میں شعبۂ علومِ اسلامیہ، جامعہ پنجاب، لاہور میں پیش کر کے پی ایچ ڈی کی ڈگری حاصل کی۔ اس میں غیر مسلموں سے تعلقات اور معاہدات کا ذکر موجود ہے لیکن پاکستانی آئین و قانون کے تناظر میں غیر مسلموں کے حقوق و فرائض کی وضاحت مذکور نہیں ہے۔

6۔ " معاہداتِ نبوی کا فقہی مطالعہ " ڈاکٹر شاہ معین الدین ہاشمی صاحب کا ڈاکٹریٹ کا تحقیقی مقالہ ہے جسے انہوں نے ڈاکٹر محمود احمد غازی صاحب کی نگرانی میں 2007ء میں کلیہ عربی و علومِ اسلامیہ، علامہ اقبال اوپن یونیورسٹی اسلام آباد میں پیش کر کے پی۔ ایچ۔ ڈی کی ڈگری حاصل کی۔ یہ مقالہ معاہداتِ نبویہ کے حوالے سے ایک منفرد مقالہ ہے جس میں معاہداتِ نبویہ کا فقہی پہلو تفصیلاً ذکر کیا گیا ہے مگر پاکستانی آئین و قانون کے تناظر میں غیر مسلموں کے حقوق و فرائض کی وضاحت مذکور نہیں ہے۔

اس مختصر جائزے سے واضح ہوتا ہے کہ اس موضوع پر کام کرنے کی تا حال گنجائش باقی تھی۔

تحدید تحقیق

اس تحقیقی مقالہ برائے ڈاکٹریٹ میں پاکستان کے دستور 1973ء کی متعلقہ دفعات اور رائج ملکی قانون میں غیر مسلم شہریوں کو دیئے گئے مذہبی، معاشرتی اور سماجی حقوق و فرائض کا عہدِ نبوی کے معاہدات کی روشنی میں تحلیلی جائزہ پیش کیا گیا ہے۔

اسلوبِ تحقیق

اس بحث کے لکھنے میں جو اسلوب و منہج اختیار کیا گیا ہے وہ درج ذیل نکات پر مشتمل ہے:

1. بیانیہ
2. تاریخی
3. تقابلی
4. تحلیلی و تجزیاتی

بابِ اوّل

پاکستانی آئین و قانون میں غیر مسلم شہریوں کے حقوق

فصلِ اوّل: پاکستانی آئین و قانون کا تعارف

فصلِ دوم: تحریک و تشکیلِ پاکستان میں غیر مسلموں کا کردار

فصلِ سوم: غیر مسلم شہریوں کے مذہبی، معاشی اور معاشرتی حقوق

فصلِ چہارم: پارلیمنٹ میں غیر مسلم شہریوں کی دستوری حیثیت

فصلِ اول

پاکستانی آئین و قانون کا تعارف

ریاست کے نظم و نسق کو چلانے کے لیے بھی کچھ قواعد و ضوابط ہوتے ہیں جن کی بنا پر اس ریاست کے افراد کو زندگی گزارنے میں آسانی پیدا ہوتی ہے۔ اگر وہ قواعد و ضوابط نہ ہوں تو ریاستی نظام درہم برہم ہو جاتا ہے۔ یہی وجہ ہے کہ جب ملک پاکستان معرض وجود میں آیا تو اسے بھی کچھ ایسے ہی قواعد و ضوابط کی ضرورت تھی جنہیں پاکستانی آئین و قانون کا نام دیا گیا۔ ذیل میں یہ بتانے کی سعی کی گئی ہے کہ آئین و قانون کسے کہتے ہیں، قانون و اسلامی قانون میں کیا فرق ہے؟، قانون کی مختصر سی تاریخ، پاکستان میں دستور سازی کا آغاز اور مختصر اتاریخی پس منظر۔

آئین کی تعریف

Erin McKean نے آئین کے بارے میں لکھا ہے کہ:

"A constitution is a set of fundamental principles or established precedents according to which a state or other organization is governed"[1]

"آئین بنیادی اصولوں یا قائم کردہ نظیروں کا ایک مجموعہ ہے جس کے مطابق ایک ریاست یا دوسری تنظیم حکومت کرتی ہے"

Webster آئین کے بارے میں لکھتا ہے کہ:

"The fundamental and organic laws and principles of a country or state that create a system of government and provide a basis against which the validity of all other laws is determined"[2]

" کسی بھی ملک یا ریاست کے وہ بنیادی اور نامیاتی قوانین اور اصول جو حکومت کا نظام تشکیل دیتے ہیں اور ایک ایسی بنیاد مہیا کرتے ہیں جس کے خلاف دوسرے تمام قوانین کی توثیق ہوتی ہے"

" Law Dictionary" میں آئین کی تعریف اس طرح ہے:

The fundamental and organic law of a nation or state that establishes the institutions and apparatus of government, defines the scope of governmental sovereign powers, and guarantees individual civil rights and civil liberties"[3]

---

1 The New Oxford American Dictionary, Erin McKean, Second Edn, May 2005, Oxford University Press, pages: 2051

2 New World Law Dictionary ,Webster , 2006, p: 92

3 Law Dictionary by Black 2009, 9th Ed, p: 353

کسی قوم یا ریاست کا وہ بنیادی اور نامیاتی قانون جو حکومت کے اداروں اور اپریٹس کو قائم کرتا ہے ، حکومتی خود مختار طاقتوں کے دائرہ کار کی وضاحت کرتا ہے ، اور انفرادی شہری حقوق اور شہری آزادیوں کی ضمانت دیتا ہے"

یہاں پر ویبسٹر نے جو آئین کی تعریف کی ہے وہ باقی تعریفات سے زیادہ جامع ہے جس میں نظام حکومت کو چلانے اور قوانین کی توثیق کا ذکر موجود ہے۔

قانون کی لغوی واصطلاحی تعریف

قانون کی لغوی تعریف

لفظ " قانون " عربی زبان میں بھی مستعمل رہا ہے جس کا مادہ "قنن" ہے ۔اس سے قانون ، مقنن، تقنین جیسے الفاظ بنائے گئے۔ جبکہ بعض محققین تو اسے عربی ماننے سے انکار کرتے ہیں اور اسے اپنی لغت میں لکھنے سے بھی اجتناب کیا ہے جیسے محمد بن ابی بکر ، رازی نے اسے عربی لغت ماننے سے انکار کیا ہے،اور انہوں نے اس لفظ کو اپنی لغت میں لکھنے سے بھی اجتناب کیا ہے۔ [1]

مرتضی زبیدی قانون کے متعلق لکھتے ہیں کہ :

لفظ قانون یونانی یا فارسی لفظ ہے۔ [2]

اصل بات یہ ہے کہ یہ لفظ عربوں میں قرون اولی میں مستعمل رہا ہے اس کی تائید صبحی محمصانی کی بات سے ہوتی ہے وہ لکھتے ہیں کہ :

"بعض محققین نے قانون کی تاریخ میں بیان کیا ہے کہ یہ کلمہ اصل میں یونانی زبان سے عربی میں داخل ہوا ہے"۔ [3]

جب کہ A Dictionary of Law میں قانون کو مغربی اصطلاح کہا گیا:

"Western law term which is used for Basic regulations, Basically it is a corrupted form of the Greek word kanan, The law came into English".[4]

قانون law مغربی اصطلاح ہے جو بنیادی واساسی قواعد و ضوابط کے لیے استعمال کی جاتی ہے۔ بنیادی طور پر یہ لفظ یونانی kanan کی بگڑی ہوئی شکل ہے انگریزی میں آنے کے بعد canon ہوا۔

ابن منظور افریقی نے قانون کا معنی یہ لکھا ہے :

---

1 مختار الصحاح، محمد بن ابو بکر الرازی، (مترجم عبدالرزاق) مطبوعہ ، دار الاشاعت، اردو بازار، کراچی، 2003، ص: 765

2 تاج العروس من جواہر القاموس، محمّد بن محمّد بن عبد الرزاق الحسینی، ابوالفیض، الملقب بمرتضی، الزَّبیدی (التوفی: 120ھ)، الناشر، دار الہدایۃ، 315/9

3 فلسفہ التشریع، صبحی محمصانی، دار العلم للملایین، طبعہ ثالث، 1308ھ، 1961ء، ص: 16

4 A Dictionary of Law, L.B. Cerzon, Mc Donald and Evans, 1979, P:45

"القَانونُ: مِقْياسُ كلِّ شيءٍوطَرِيقُه" [1]

ہر چیز کا پیمانہ اور طریقہ قانون کہلاتا ہے

اسی معنی کو ابراہیم انیس نے المعجم الوسیط میں لکھا ہے:

" القانون مقياس كل شئی و طریقه"[2]

قانون کسی چیز کو ناپنے کا آلہ اور طریقہ کا نام ہے

ڈاکٹر روحی البعلبکی نے اس کا معنی لکھا ہے:

Law, oode, and rule[3]

فرہنگِ آصفیہ میں ہے:

قانون کا مادہ ق۔ن۔ن، ہے اور اس کے کئی معانی ہیں، مثلاً کسی چیز کی اصل، جڑ، بنیاد، دستور، ضابطہ، آئین، طور طریقہ، روش، ڈھنگ وغیرہ[4]

امام غزالی قانون کے متعلق لکھتے ہیں کہ:

عربی میں قانون کا لفظ پہلے "پیمانہ" کے معنی میں استعمال ہوا اور پھر اس کو ایک عام معنی میں استعمال کیا جانے لگا کہ یہ لفظ ہر جامع اور ضروری قاعدہ کے لیے بولا جاتا ہے، چنانچہ قانون صحت اور قوانین فطرت وغیرہ کلمات بولے جاتے ہیں[5]

اسی لغوی معنی کی رعایت کرتے ہوئے علماء و مفکرین نے اپنی کتب کے نام "قانون" رکھے۔ مثلا بو علی سینا کی طب پر کتاب ''قانون'' ، ابو ریحان البیرونی کی ہیئت و نجوم پر کتاب " قانون مسعودی "، امام غزالی کی علم کلام پر کتاب " قانون الرسول "، قاضی ابن عربی مالکی کی تفسیر پر کتاب" قانون التاويل" اور ابو الحسن علی بن اندلسی کی حساب پر کتاب'' قانون'' وغیرہ۔

لفظ" قانون" کا استعمال

قانون کا لفظ کئی طرح سے مستعمل ہے کچھ مثالیں درج ذیل ہیں۔

---

1 تاج العروس من جواہر القاموس، 36/24

2 المعجم الوسیط، ابراہیم انیس، طبع دار الدعوی۔ ص: 763

3 المورد، روحی البعلبکی، دار العلم للملايين، بیروت، لبنان، 1990ء، ص: 846

4 فرہنگِ آصفیہ، سید احمد دہلوی، مطبوعہ، اسلامیہ پریس، لاہور، جنوری 1898ء، 365/3، القاموس الاصلاحی، وحید الزماں کرانوی، مطبوعہ، دار الاشاعت، اردو بازار، کراچی، ص: 359

5 المستصفی من علم الاصول، ابو حامد الغزالی، المحقق: حمزة بن زہیر حافظ، شركة المدينة المنورة للطباعة، 8/1

آلہ موسیقی

یونانی یا بازنطینی میں قانون ایک قسم کا موسیقی کا آلہ تھا جسے افلاطون نے ایجاد کیا۔

محمد رواس قلعجی لکھتے ہیں :

"القانون : آلة موسيقية وترية آلة"[1]

مشرقی آلات

فیروز آبادی لکھتے ہیں کہ :

یہ لفظ مشرقی آلات مزامیر کے لیے بولا جاتا ہے، آج کل یہ لفظ یورپ کی زبان میں "قانون کلیسا" کے معنی میں استعمال ہوتا ہے۔ [2]

قانونی اصطلاح

علماء و مفکرین نے قانون کی مختلف تعریفات کی ہیں ان میں سے چند درج ذیل ہیں:

اے ڈبلیو موشن لکھتے ہیں:

The rules for human actions, which are mandatory for the people or for the actions and conciliation of a section of a society or group, are called laws[3] .

"انسانی اعمال کے لیے وہ قواعد جن کی پابندی لوگوں کے لیے لازم کر دی گئی ہو یا معاشرہ کے کسی طبقہ یا گروہ کے اعمال اور سمع وطاعت کے لیے ایک منظور شدہ حکم نامہ قانون کہلاتا ہے"

سالمنڈ Salmond [4] لکھتے ہیں:

The law is the name of a set of rules and regulations that the state or state has passed and enforces in its government to maintain justice.[5]

" قانون ان اصول و قواعد کے مجموعے کا نام ہے جو ریاست یا مملکت اپنی حکومت میں عدل وانصاف قائم

---

1 معجم لغة الفقهاء، محمد رواس قلعجی ، حامد صادق قنیبی، الناشر ، دار النفائس للطباعة والنشر والتوزیع، الطبعة الثانیة، 1408 ھ، 1988م، 355/1

2 قاموس المحیط، محمد بن یعقوب ، فیروز آبادی، دار الکتب العلمیة، بیروت، لبنان، 1415ھ، 1995ء، 269/2

3 The Pockct Lap Laxicon, A.W. Moshen, 1951ء, P: 216

4 سالمنڈ Salmind) مغربی مفکر قانون ہے اس کے نزدیک انصاف کا تصور وضع قانون کے لیے لازمی ہے۔

5 Jurisprudence john william salmond, FourthEdition, London, Stevens and Hayanes, Bell Yard, Temple Bar, 1913, p: 41

رکھنے کی خاطر منظور کرتی ہے اور نافذ کرتی ہے"

وشکی Vishink[1] لکھتے ہیں:

The law is the name of a set of rules relating to the customs and practices of a nation. The authority of the state affirms and protects it from its power.[2]

" ایک قوم کے رسم و رواج اور اطوار کے متعلق قاعدوں کے مجموعے کا نام قانون ہے۔ ریاست کا اقتدار اس کی تصدیق اور اپنی قوت قاہرہ سے اس کی حفاظت کرتا ہے"

پروفیسر جے ڈبلیو پیٹن کی تعریف

The law is the constitutional system that a society or assembly term or formality has for itself and consists of the rules of the assembly which it considers necessary for the general welfare and improvement of the assembly and which the assembly has in its possession for a particular machinery. Be willing to enforce compliance by acquisition only[3]

" قانون وہ آئینی نظام ہے جسے کوئی معاشرہ یا اجتماع اصطلاحاً یا رسماً اپنے لئے اختیار کرے اور یہ اس مجموعہ قواعد پر مشتمل ہوتا ہے جسے یہ اجتماع اپنی عام بہبودی اور بہتری کے لئے ضروری سمجھتا ہو اور جسے یہ اجتماع اپنے ہاں ایک خاص مشینری کے قیام کے ذریعے بغرض حصول اطاعت نافذ کرنے کے لئے آمادہ ہو"۔

چیمبرز انسائیکلوپیڈیا کے مطابق قانون کی تعریف یہ ہے:

The law is the name of the rules of moral relations that propose the free and independent sovereignty of a state to the people of its own country[4]

'' قانون اخلاقی روابط کے ان قواعد کا نام ہے جو کسی ریاست کے آزاد و خود مختار اہل اقتدار اپنے ملک کے لوگوں کے لئے تجویز کریں"۔

ڈاکٹر صبحی محمصانی کے نزدیک قانون تین معانی میں مستعمل ہیں:

پہلا معنی: خاص احکام شرعیہ کا مجموعہ ہے

1 وشکی (Vishink) روس کے قانون کے میدان میں اہم کردار ادا کیا۔ ملاحظہ ہو: اسلام اور جدید سیاسی و عمرانی افکار، ص:179

2 Quoted Bvgoodhart in , New Outline of Modern Knowledge, p: 582

3 A text-bookof jurisprudence, Paton, G. W, Published by Clarendon Press, Oxford(1964),p:83

4 Jams Ensiklopidia, 1950,v: 8 , p: 606

دوسرا معنی: آئین و ضوابط

تیسرا معنی: معاملات عامہ کے لئے قواعد

مثلاً مجلس نواب نے غلہ روکنے کا قانون بنایا[1]

مختصر یہ کہ قانون دراصل اصولوں اور ضابطوں پر مشتمل ایسا اجتماعی نظام ہے جس کو کسی مقتدر ادارے یا حکومت کی طرف سے کسی معاشرے کو منظّم کرنے اور اسے ضبط میں رکھنے کے لیے وضع اور نافذ کیا جاتا ہے اور اسی کی بنیاد پر اس معاشرے کے طرز عمل اور اجتماعی رویوں کا انحصار ہوتا ہے۔

"قانون" کی کئی ایک تعریفیں کتابوں میں ملتی ہیں جن میں چند درج ذیل امور مشترک پائے جاتے ہیں۔

الف۔ یہ اصولوں اور قواعد کا مجموعہ ہوتا ہے۔

ب۔ معاشرہ اس کے وجود کا تقاضا کرتا ہے۔

ج۔ قانون کے نفاذ سے معاشرے میں عدل و انصاف قائم ہوتا ہے۔

د۔ ریاست اسے وجود بخشتی ہے۔

ہ۔ ایک ریاست ہی جو ادارے کا نام ہے اسے نافذ کرتی ہے۔

و۔ اس کی تعبیر و تشریح ''عدالتوں'' کا فریضہ ہے۔ نیز اس کی تشریح کے بنیادی قواعد مرتب شکل میں موجود ہیں۔

"مذہبی تعلیمات" اور "قانون" میں فرق یہیں سے سمجھ میں آجاتا ہے۔ مذہبی تعلیمات کو جب "قانون" بنا دیا جاتا ہے یا اُس کی بنیاد پر قانون سازی کی جاتی ہے تو وہ پھر مذہب اور دین نہیں رہتا" قانون" بن جاتا ہے جس کو ریاست نافذ کرتی ہے۔ اسلامی ریاست میں قرآن وحدیث کی تشریح علماء و فقہاء کرتے رہتے ہیں اور یہ تصور غلط ہے کہ ان کی تشریح ہی شرعی قانون ہے۔ قانون کی تشریح کا اختیار صرف عدالت کو حاصل ہوتا ہے البتہ عدالتیں کسی قضیے میں کسی رائے تک پہنچنے کے لیے مختلف علماء کی تشریحات سے استفادہ کرتی ہیں۔ اصول فقہ جو مرتب شدہ موجود ہیں فقہاء یا علماء کے لیے کارآمد ہیں لیکن واحد طریقہ استنباط نہیں ہیں جبکہ عدالتیں تشریح اور استنباط کرتے وقت قواعد فقیہ جنھیں قانون کی زبان میں Legal Maxims کہا جاتا ہے کو بھی مد نظر رکھتی ہیں جو صدیوں کے تجربات و مشاہدات سے وجود میں آئے ہیں۔

1 فلسفہ شریعت اسلام، ڈاکٹر صبحی محمصانی، مترجم: مولوی محمد احمد رضا، مطبوعہ مجلس ترقی ادب، لاہور، جون 1981ء، ص: 8-9

الہامی و غیر الہامی قانون میں فرق

قانون کے بغیر زندگی کی تنظیم اس لیے نہ ممکن ہے کہ یہ انسان کی بنیادی ضرورت ہے، تاریخی طور پر ہر قوم اور دور میں قانون کا تصور ملتا ہے۔تاریخ عالم میں دو طرح کے قوانین ملتے ہیں ، 1۔ غیر الہامی قانون 2 ۔الہامی قانون۔

(1) غیر الہامی قانون تاریخ کے تناظر میں

غیر الہامی قانون کا آغاز کب ہوا ؟اس کے بارے میں کوئی نتیجہ خیز بات نہیں کہی جا سکتی مگر اس کی تاریخی حیثیت سے قطع نظر فلسفہ تاریخ کے ماہرین نے جو کچھ کہا ہے اس کا خلاصہ عبد القادر عودۃ نے یوں ذکر کیا ہے:

"انسانی تاریخ کا آغاز خاندانی اور معاشرتی وجود سے وابسطہ ہے مختلف خاندانوں کے ساتھ رہن سہن اور باہمی معاملات نے سماجی تنظیم کا تصور پیدا کیا، اس کے بعد طاقتوروں نے کمزوروں پر ناحق دست درازیاں کیں، تو حفاظت حقوق کے جذبہ نے اس کے لیے مہمیز کا کام کیا، علاقائی اور قومی رسوم و روایات نے قانون کے لیے مواد فراہم کئے، قبائل کے سرداروں اور شیوخ نے اپنی مرضی کے مطابق ان میں جتنے اجزاء کو چاہا قانون و دستور کا درجہ دیا، اس طرح انسانی قانون کا وجود ہوا"۔[1]

الہامی قانون اور غیر الہامی قانون کے درمیان جو بنیادی فرق ہے اس کو وضاحت کے ساتھ سمجھنے کے لیے انسانی قانون کے ارتقائی تاریخ کو سمجھنا ضروری ہے کہ یہ کب سے شروع ہوا اور اپنی موجودہ منزل تک کن مراحل سے ہوتا ہوا پہنچا ہے؟ کن چیزوں نے اس کے لیے مواد فراہم کیا ہے اور کن عوامل نے اس کے بالکل ابتدائی جنینی دور سے لے کر اس موجودہ دور تک اس کی تہذیب و تکمیل میں حصہ لیا ہے؟۔

غیر الہامی قانون کے ارتقاء کی تاریخ

غیر الہامی قانون کے ارتقاء کی تقسیم کے تین دور ہیں۔

ارتقاء کا پہلا دور

ماہرین قانون" ارتقاء" کی تاریخ میں قدر مشترک بات خاندان اور قبیلے کے وجود کے ساتھ دنیا میں اس کا وجود ہوا کو گردانتے ہیں۔

مولانا امین احسن اصلاحیؒ لکھتے ہیں :

"اگر الفاظ کے اختلاف کو نظر انداز کر کے صرف اس کے مدعا پر نظر رکھی جاے تو قدر مشترک یہ بات سامنے آئے گی کہ خاندان اور قبیلے کے وجود کے ساتھ دنیا میں اس کا وجود ہوا۔ افراد اور خاندانوں نے طمع اور خود غرضی کے

---

1 التشریع الجنائی الاسلامی مقارناً بالقانون الوضعی، عبد القادر عودۃ، الناشر، دار الکاتب العربی، بیروت، 1/14-15

محرکات کے تحت ایک دوسرے کے حقوق پر دست درازیاں کیں اور حفاظت حقوق کے فطری جذبہ نے لوگوں کے اندر قانون کی ضرورت کا احساس ابھارا۔ خاندانوں اور قبیلوں کے رسوم و رواج نے اس قانون کے لیے مواد فراہم کیا اور بزرگِ خاندان یا شیخِ قبیلہ نے جس عرف و رواج کو چاہا اپنے حکم Sanction کے ذریعے سے قانون کا درجہ دے دیا"۔[1]

ارتقاء کا دوسرا دور

قانون ایک خاندان کا خاندان کے لیے اور قبیلے کا قبیلے کے لیے ہوتا تھا اور اسی سے ترقی کرتے ہوئے ایک معاشرے کو اپنی لپیٹ میں لے لیا اور یہی اس کی پہلی شکل تھی۔

مولانا امین احسن اصلاحیؒ لکھتے ہیں :

"فلسفۂ قانون کے ان ماہرین کے نزدیک انسانی سوسائٹی کے دور طفولیت میں یہ قانون اسی طرح نشو و نما پاتا رہا۔ خاندان، خاندان اور قبیلے قبیلے کے قوانین الگ الگ ترقی کرتے رہے۔ پھر بتدریج سوسائٹی کے اندر سیاسی شعور بیدار ہوا اور اس نے ایک ریاست کی شکل اختیار کی۔ یہاں سے اس قانون نے ترقی کا دوسرا قدم اٹھایا۔ وہ یہ کہ اس میں وحدت و یکسانیت پیدا ہوئی۔ ریاست چونکہ فطری طور پر استحکام اور سلامتی کی طالب ہوتی ہے، اس وجہ سے جب اس نے اپنے دائرہ اقتدار کے خاندانوں اور قبائل کے قوانین اور رسوم میں اختلاف پایا تو اپنے استحکام اور اپنی سلامتی کے نقطۂ نظر سے اس اختلاف کو دور کرنا ضروری سمجھا۔ چنانچہ اُس نے اِس اختلاف کو دور کر کے ان قوانین کو ایک ایسے ضابطے کی شکل دی جو پوری قوم کے لیے یکساں اور عام ہو سکے"۔[2]

ارتقاء کا تیسرا دور

قانون کے ارتقاء کا تیسرا دور اٹھارہویں صدی کے اواخر سے شروع ہو کر اب تک کا ہے۔ اس دور میں قوموں کے قوانین میں جو اختلاف پایا جاتا ہے اس کو دور کرنے کا رجحان بھی پیدا ہوا۔ اس دور میں قانون کی بنیاد رسوم و رواج کے بجائے علمی اور فلسفیانہ نظریات پر رکھی جا رہی ہے اور ان علمی و فلسفیانہ نظریات کی اساس، عدل، مساوات، رحم اور انسانیت کے عالمگیر اصولوں پر ہے۔

مولانا امین احسن اصلاحیؒ لکھتے ہیں:

اٹھارہویں صدی کے فلسفۂ قانون کے ماہرین دعویٰ کرتے ہیں کہ اب قانون کی بنیاد رسوم و رواج کے بجائے علمی اور فلسفیانہ نظریات پر رکھی جا رہی ہے اور ان علمی و فلسفیانہ نظریات کی اساس، عدل، مساوات، رحم اور انسانیت کے عالمگیر اصولوں پر ہے۔[3]

---

1 جدید اسلامی ریاست میں قانون سازی اور مسائل، امین احسن اصلاحی، ترتیب: محمد رفیع مفتی، دارالتذکیر، رحمان مارکیٹ، غزنی سٹریٹ، اردو بازار، لاہور، ص: 11

2 ایضا

3 ایضا

الہامی قانون کے ارتقاء کی تاریخ

اسلام صرف مذہبی عقائد و عبادات کا نام نہیں ہے بلکہ انفرادی و اجتماعی زندگی کے تمام پہلوؤں کو جامع ہے وہ ایک معاشرتی نظام ہونے کے ساتھ ساتھ ایک واضح و مستحکم نظام قانون بھی ہے۔ یہ قانون بنی نوع انسان کو دو صورتوں میں ملا ہے۔ایک قرآن ہے جبکہ دوسرا آپ صلی اللہ علیہ وسلم ہی کا اسوہ حسنہ ہے۔ جن میں تغیر و تبدل کی کوئی گنجائش نہیں ہے جبکہ نئے پیش آمدہ اجتماعی و سیاسی اور قانونی مسائل و معاملات میں اسلام کی منشاء و مزاج کے مطابق قوانین بنانے کی غرض سے آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی طرف سے اجتہاد کے اصول کو جاری کیا گیا۔

صحابہ رضی اللہ عنہم نے آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی حیات طیبہ ہی میں آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے فرمودات کی تشریح میں اجتہاد کے علاوہ نئے مسائل میں اپنی رائے سے کام لیا۔[1]

صحابہ رضی اللہ عنہم نبی پاک صلی اللہ علیہ وسلم کی رحلت کے بعد بھی معاملات میں کتاب وسنت کے مطابق حکم دیتے تھے۔ اگر قرآن و حدیث میں کوئی صریح حکم نہ ملتا تو اجتہاد سے کام لیتے تھے۔ غرض صحابہ رضی اللہ عنہم کے دور میں اجماع و قیاس بھی دلائل شرعیہ تھے۔[2]

ڈاکٹر حمید اللہ لکھتے ہیں:

مدینہ میں توسیع فقہ کے لیے شوریٰ اور اجماع کا ادارہ حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ اور حضرت عمرِ فاروق رضی اللہ عنہ نے خاصا منظّم کیا۔[3]

اس کے بعد بتدریج قانون نے ماہرین کی نگرانی میں ارتقائی صورت میں استحکام حاصل کیا۔

حجۃ البالغۃ میں ہے کہ:

"سات ماہرین نے ایک طرح سے قانون سازی اپنے ہاتھ میں لے لی، خود قاضی بھی مدینہ منورہ میں اس مجلس ہفت گاہ سے مشورہ لیتے اور اس کے فتوے کے پابند تھے۔[4]

عہد نبوی صلی اللہ علیہ وسلم اسلامی قانون سازی کا تاسیسی دور رہا اس کے بعد تعمیر و توسیع کا سلسلہ جاری رہا لیکن خالص قانونی احکام کا مجموعہ تیار و مرتب کرنے کی کوشش نہ ہوئی۔ وقت گزرنے کے ساتھ ساتھ حالات بھی بدلتے گئے اور نئے مسائل کے حل میں مختلف فقہاء اسلام اپنی اپنی خدمات پیش کرتے رہے۔ چنانچہ بہت سے مجتہدین کے اجتہادات وجود میں آ گئے مفتیوں اور قاضیوں کے فتوؤں کی کثرت ہو گئی جس کی وجہ سے نہ عدالتوں کا کام سہل رہا اور نہ ہی ان کے فیصلوں میں ہم آہنگی رہی تو قانون کی تدوین کی ضرورت کا احساس پیدا ہوا۔

---

1 تاریخ فقہ اسلامی، محمد الخضری، (مترجم مولانا عبدالسلام ندوی) اعظم گڑھ دار المصنّفین 1961ء، ص: 167

2 فلسفہ شریعت اسلام، صبحی محمصانی (مترجم مولوی محمد احمد رضوی) مجلس ترقی ادب، لاہور، 1999ء، ص: 42

3 امام ابو حنیفہ کی تدوین قانون اسلامی، ڈاکٹر محمد حمید اللہ، اردو اکیڈمی کراچی، پاکستان، ص: 27-28

4 حجۃ البالغۃ، شاہ ولی اللہ، دہلوی، نور محمد کارخانہ کتب، کراچی، پاکستان، 7/1

دوسری صدی ہجری میں اسلامی قانون کی تدوین کے لیے دو کوششیں ہوئیں ایک حکومت کی طرف سے اور دوسری امام ابو حنیفہ کی طرف سے ہوئی سرکاری کوشش خلیفہ منصور کی تھی۔[1]

خلیفہ کی کوشش جو امام مالک کی مدون کردہ موطا تھی جبکہ دوسری طرف ابو حنیفہ اور ان کے تلامذہ کی قائم کردہ مجلس تدوین فقہ و قانون کی شکل میں ہوئی۔[2]

تیسری صدی میں آئمہ و فقہاء کے مسائل و فتاوی بھی مرتب و مدون ہوئے تاہم ان کی تدوین اجتماعی کی بجائے انفرادی کوششوں کے نتیجے میں عمل میں آئی۔[3]

چوتھی صدی ہجری میں علماء و عوام میں تقلید کی روح سرایت کر گئی۔یہی وجہ تھی کہ پانچویں صدی ہجری میں اجتہاد کے دروازے کو بند ہونے کے فتوے جاری ہوئے اور اجتہاد کے لیے کڑی شرائط مقرر کی گئی۔[4]

اس جمود کا نہ صرف خاتمہ ساتویں صدی ہجری اور اس کے بعد کے فقہاء نے کیا بلکہ نئے اجتہاد کے احیاء پر زور دیا اس دور کے مشہور فقہاء عزالدین عبد السلام ف 660ھ ، شیخ الاسلام ابن تیمیہ ف 728ھ اور ان کے شاگرد ابن قیم ف 791ھ کے اسمائے گرامی بطور خاص ہیں۔[5]

بارہویں صدی ہجری میں بھی شیخ عبد الوہاب ف 1276ھ اور پاک و ہند میں شاہ ولی اللہ محدث دہلوی ف 1762ھ ایسے عالم تھے جنہوں نے اجتہادی روح بیدار کی۔[6]

الہامی قانون کی تدوینِ جدید

اسلام دین فطرت ہے جس نے ہر دور کے ہر فرد کو عبادات و معاملات تک نہ صرف رہنمائی کی بلکہ حالات کے تقاضوں کے مطابق زندگی گزارنے کے گر سکھائے۔انیسویں صدی کے آخر میں بھی اسلامی قانون سازی پر کام کرنے والی شخصیات نے بھرپور کام کیا۔

اہم شخصیات یہ ہیں:

سر سید احمد خان ف 1817ء سید جمال الدین افغانی ف 1897ء محمد عبدہ ف 1905ء وغیرہ[7]

---

1 مقدمہ شرح الزرقانی علی موطا امام مالک، محمد الزرقانی، المکتبۃ التجاریۃ الکبری، قاہرۃ، 1355ھ، 7/1

2 فقہ اسلامی کا تاریخی پس منظر، محمد تقی امینی، اسلامک پبلی کیشنز 1986ء، ص: 69

3 خطبات بہاولپور، ڈاکٹر محمد حمید اللہ، ادارہ تحقیقاتِ اسلامی، الجامعۃ الاسلامیۃ العالمیۃ، اسلام آباد، پاکستان، 2007ء، ص: 142

4 تاریخ دعوت و عزیمت، سید ابو الحسن ندوی، مجلس نشریات اسلام، کراچی، 1983ء، 268/1

5 الاجتہاد ودور الفقہ فی حل المشکلات، مصطفیٰ احمد زرقاء، الدراسات الاسلامیہ اسلام آباد، اکتوبر، دسمبر، 1995ء، ص: 47

6 The Shariah and Western Law, impact international, T.B.Irving, Dec,1989, p: 18,24

7 ملاحظہ ہو: تہذیب الاخلاق، منشی فضل الدین، مصطفائی پریس، لاہور، 334/2

الہامی و غیر الہامی قوانین کا اصولی موازنہ

الہامی قانون اور غیر الہامی قانون کا ایک اصولی موازنہ کرنے سے جو حقائق برآمد ہوتے ہیں وہ مندرجہ ذیل حقیقتوں کا اعتراف کیے بغیر نہیں رہ سکتے:

1. غیر الہامی قانون کے قانون ہونے کا انحصار صرف اس بات پر ہے کہ اس کو شیخ قبیلہ یا بزرگ خاندان کی منظوری حاصل ہے یا کسی عدالت نے اس پر عمل کیا ہے یا کسی حکومت نے اس کو تسلیم کیا ہے۔ ان باتوں میں سے کوئی بات بھی اگر نہیں تو پھر اس کی قانونیت ختم ہو جاتی ہے۔ برعکس اس کے الہامی قانون کی قانونیت ان چیزوں میں سے کسی چیز کی بھی محتاج نہیں ہے وہ بہر حال قانون ہے، کوئی عدالت اس کو مانے یا نہ مانے اور کوئی حکومت اس کو تسلیم کرے یا نہ کرے۔ وہ اس کائنات کے حقیقی مالک اور حکمران کا قانون ہے، اگر کوئی عدالت یا حکومت اس کو تسلیم نہیں کرتی تو اس کے تسلیم نہ کرنے سے اس کی قانونیت متاثر نہیں ہوتی، بلکہ خود وہ عدالت یا حکومت نافرمانی اور بغاوت کی مجرم ٹھہرتی ہے۔

قرآن مجید میں ہے:

﴿وَمَنْ لَّمْ يَحْكُمْ بِمَآ اَنْزَلَ اللّٰهُ فَاُولٰٓئِكَ هُمُ الْفٰسِقُوْنَ﴾ [1]

ترجمہ: اور جو اللہ کے اتارے ہوئے قانون کے مطابق فیصلہ نہ کریں تو وہی لوگ نافرمان ہیں۔

اس حقیقت کا اظہار ان ناموں سے بھی ہوتا ہے جو اسلام نے اپنے قانون کے لیے اختیار کیے ہیں۔ الہامی قانون کے لیے جو الفاظ استعمال ہوئے ہیں ان میں ایک لفظ ''کتاب'' ہے قرآن مجید میں ہے:

﴿مَا كَتَبَ اللّٰهُ لَنَا﴾ [2]

ترجمہ: جو اللہ نے ہمارے لیے لکھ دیا ہے۔

قانون کے لیے دوسرا لفظ ''سنت'' مستعمل ہے۔ جس کے معنی ہیں " بِمَا سَنَّه النَّبِی صلی الله علیه وسلم لَنَا " آپ ﷺ نے جو ہمارے لیے مقرر کیا ہے۔

تیسرا مشہور لفظ '' شریعت '' کا ہے۔

ارشادِ الٰہی ہے:

﴿شَرَعَ لَكُم﴾ [3]

---

1 المائدہ: 5/ 47

2 التوبۃ: 9/ 51

3 الشوریٰ: 42/ 13

ترجمہ : جو اللہ نے ہمارے لیے ٹھہرا دیا ہے۔

اسی طرح دوسرے الفاظ سے بھی یہی حقیقت واضح ہوتی ہے۔

2. غیر الہامی قانون میں احترام یا تقدس کا پہلو بہت کم ہوتا ہے اس لیے کہ وہ آدمی کے ایمان کا جزو نہیں ہوتا۔ اس کے متعلق آدمی کا یہ تصور نہیں ہوتا کہ جس نے اس قانون کو دیا ہے وہ اس کی نافرمانی یا فرمانبرداری کو دیکھ بھی رہا ہے۔ اس کے متعلق ایسا عقیدہ نہیں ہوتا کہ اس کی اطاعت سے جنت ملتی ہے اور اس کی خلاف ورزی سے آدمی دوزخ کے عذاب میں گرفتار ہوتا ہے۔اس کے برعکس الہامی قانون خدا کا قانون ہونے کے سبب سے نہایت مقدس و محترم مانا جاتا ہے۔ وہ ہر مسلمان کے ایمان کی بنیاد ہوتا ہے، جس کو مانے بغیر اس کا ایمان ہی درست نہیں ہوتا۔ اس کے دینے والے کے متعلق ہر مسلمان کا یہ عقیدہ ہوتا ہے کہ وہ دلوں کے بھیدوں اور خلوت خانوں کے رازوں سے بھی واقف ہے۔ اس کی کھلی ہوئی خلاف ورزی تو درکنار اگر دل کے کسی گوشہ میں اس سے انحراف کا وسوسہ بھی موجود ہو تو وہ اس سے بھی باخبر ہوتا ہے۔ علاوہ ازیں اس کے متعلق ہر مسلمان کا یہ عقیدہ بھی ہوتا ہے کہ خدا کی رضا اس کے مانے بغیر حاصل نہیں ہو سکتی۔ اس کے اندر دنیا کی صلاح بھی ہے اور آخرت کی فلاح بھی۔

3. غیر الہامی قانون کا رول انسانی زندگی کے اندر زیادہ تر منفی قسم کا ہوتا ہے۔ جو چیز اس کو وجود میں لائی ہے خود اس کے اپنے ماہرین کے بیان کے مطابق یہ ہے کہ لوگوں کو ایک دوسرے پر تَعدِّی اور دست درازی سے روکا جا سکے۔ اگر انسان کے اندر یہ خرابی نہ ہوتی تو اس کی سرے سے کوئی ضرورت ہی پیش نہ آتی۔ برعکس اس کے الہامی قانون اپنی ضرورت صرف تَعدِّی اور دست درازی کی روک تھام ہی نہیں بتاتا، بلکہ اپنا کام انسان کی ہدایت و رہنمائی بتاتا ہے۔

4. قانون کے اندر وحدت و یکسانی ایک مطلوب شے ہے۔ اس کے بغیر اس کا اصلی مقصد، قیامِ عدل پورا نہیں ہو سکتا۔ لیکن غیر الہامی قانون کے متعلق اوپر یہ بات واضح ہوئی ہے کہ اس میں وحدت اور یکسانی اول تو نہیں ہے اور اگر کسی حد تک ہے تو وہ اس کے مزاج کے تقاضے سے وجود میں نہیں آئی ہے، بلکہ اس کو مصنوعی طور پر ریاست نے اپنے مصالح کے تحت پیدا کرنے کی کوشش کی ہے اور اب یہ بین الاقوامی ادارے ہیں جو یہ باور کرانے کی کوشش کر رہے ہیں کہ مختلف اقوامی قوانین میں جو اختلافات ہیں وہ دور ہوں اور ان کے اندر یک رنگی و ہم آہنگی پیدا ہو۔

اس کے برعکس الہامی قانون کا سرچشمہ چونکہ خاندانوں اور قبیلوں کی روایات اور ان کے رسوم و عادات نہیں ہیں، بلکہ اللہ وحدہٗ لاشریک کی شریعت ہے، اس وجہ سے وحدت و یکسانی اس کی اپنی فطرت ہے۔ اللہ تعالیٰ نے اپنے تمام نبیوں کو ایک ہی قانون عطا فرمایا۔ اس میں اگر کوئی فرق تھا تو وہ محض ظاہری فرق تھا۔

قرآن نے الہامی قانون کی اس یکسانی کی تصریح سورہ شوریٰ میں اس طرح فرمائی ہے:

﴿شَرَعَ لَكُمْ مِّنَ الدِّيْنِ مَاوَصّٰى بِهٖ نُوْحًا وَّالَّذِیْٓ اَوْحَيْنَا اِلَيْکَ وَمَا وَصَّيْنَا بِهٖ اِبْرٰهِيْمَ وَ مُوْسٰى وَ عِيْسٰٓى اَنْ اَقِيْمُوا الدِّيْنَ وَلَا تَتَفَرَّقُوْا فِيْهِ﴾ [1]

ترجمہ : اللہ نے تمہارے لیے وہی دین مقرر کیا ہے جس کی ہدایت اس نے نوح کو دی اور جس کی وحی ہم نے تمہاری طرف کی اور جس کا حکم ہم نے ابراہیم، موسیٰ اور عیسیٰ کو دیا کہ اس دین کو قائم رکھو اور اس میں تفرقہ نہ پیدا کرو۔

اس میں اگر اختلاف واقع ہوا ہے تو اس وجہ سے نہیں کہ یہ اختلاف اس کے اپنے مزاج کا تقاضا تھا، بلکہ اس کی وجہ یہ تھی کہ قوموں نے ضد اور ہٹ دھرمی تعصب اور تنگ نظری کے سبب سے اپنے اپنے دائروں کے اندر ہی اپنے آپ کو محبوس کر لیا اور اسلامی قانون کی ترقی کے ساتھ ساتھ خود بھی آگے بڑھنے کی ہمت نہیں کی۔ مشرکین عرب اور یہود اور نصاریٰ نے اسلام کی جو مخالفت کی قرآن نے اس کو ان کی بغی، یعنی ضد اور عداوت کا نتیجہ قرار دیا ہے۔ اگر ان کے اندر ضد اور تعصب کی جگہ حق پسندی موجود ہوتی تو وہ جس طرح حضرت ابراہیم، حضرت موسیٰ اور حضرت عیسیٰ علیہم السلام کو خدا کا رسول مانتے تھے۔ اسی طرح آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو بھی خدا کا رسول مانتے اور تمام نبیوں کی تعلیم پر بغیر کسی امتیاز کے عمل کرتے۔

ڈاکٹر محمد امین غیر الہامی قانون اور الہامی قانون میں فرق کا ذکر کرتے ہوئے لکھتے ہیں :

" قانون سے مراد ہمارے نزدیک، قانون وضعی، یعنی انسان کا بنایا ہوا قانون۔ اس کے برعکس " اسلامی قانون" سے مراد وہ قواعد و ضوابط جو قرآن و سنت اور اجتہاد شرعی پر مبنی ہوں خواہ انہیں حکومت نافذ کرے یا نہ کرے"۔ [2]

آئینِ پاکستان میں مسلم و غیر مسلم کی تعریف

آئینِ پاکستان کے آرٹیکل 160 میں مسلم و غیر مسلم کی تعریف اس طرح کی گئی ہے:

آرٹیکل کے جز الف میں ہے مسلم کی تعریف کی گئی ہے

" مسلم " سے کوئی ایسا شخص مراد ہے جو وحدت و توحید قادرِ مطلق اللہ تعالیٰ، خاتم النبین حضرت محمد ﷺ کی ختم نبوت پر مکمل اور غیر مشروط طور پر ایمان رکھتا ہو اور پیغمبر یا مذہبی مصلح کے طور پر کسی ایسے شخص پر نہ ایمان رکھتا ہو

---

1 الشوریٰ: 42/ 13

2 عصر حاضر اور اسلام کا نظامِ قانون، ڈاکٹر محمد امین، مطبوعہ ادارہ ترجمان القرآن، لاہور، طبع اول، 1989، ص: 7

نہ اسے مانتا ہو جس نے حضرت محمد ﷺ کے بعد اس لفظ کے کسی بھی مفہوم یا کسی بھی تشریح کے لحاظ سے پیغمبر ہونے کا دعوی کرے،

آرٹیکل کے جزب میں غیر مسلم کی تعریف کی گئی ہے

"غیر مسلم" سے کوئی ایسا شخص مراد ہے جو مسلم نہ ہو اور اس میں عیسائی، ہندو، سکھ، بدھ یا پارسی فرقے سے تعلق رکھنے والا کوئی شخص، قادیانی گروپ یا لاہوری گروپ کا (جو خود کو احمدی، یا کسی اور نام سے موسوم کرتے ہیں) کوئی شخص یا کوئی بہائی، اور جدولی ذاتوں میں سے کسی سے تعلق رکھنے والا کوئی شامل ہے۔[1]

پاکستان میں دستور سازی کا آغاز

پاکستان جب وجود میں آیا تو قوم کو کئی چیلنجوں کا سامنا تھا۔ ایک بڑا چیلنج دستور سازی سے متعلق تھا۔ مکمل دستور کی تیاری کیلئے 1946ء کے انتخاب میں کامیاب ہونے والے ارکان پر مبنی ایک دستور ساز اسمبلی کو تشکیل دیا گیا جو تقسیم کے بعد سرزمین پاکستان کو اپنا مستقل وطن بنانا چاہتے تھے۔ 69 ارکان نے پاکستان اسمبلی کی رکنیت اختیار کرنے کا فیصلہ کیا۔ پہلی دستور سازی اسمبلی نے 10 اگست 1947ء کو اپنے فرائض ادا کرنا شروع کر دیے۔

جوگندر ناتھ منڈل کو دستور ساز اسمبلی کا عارضی چیئرمین منتخب کر لیا گیا ان کا تعلق پاکستان کے مشرقی حصے اور اقلیتی ہندو فرقے سے تھا ویسے 26 جولائی 1947ء پاکستان کی پہلی قانون ساز اسمبلی کا اعلان ہوا اور 10 اگست 1946ء کو اسمبلی نے کام شروع کیا۔[2]

محمد علی جناح کو 11 اگست 1947ء میں پاکستان کی قانون ساز اسمبلی کے لیے بطور چیئرمین چنا گیا۔[3]

دستور کی مکمل تیاری تک 1935ء کے انڈیا ایکٹ کو مناسب تبدیلیوں کے ساتھ آزادی ہند کے تحت ملک کا عبوری دستور بنایا گیا ضرورت کے مطابق عبوری دستور میں ترامیم شامل کی جاتی رہیں۔[4]

قرارداد مقاصد Objective Resolution 1949

قیام پاکستان کے بعد حکومت کی آئین سازی کی پہلی کوشش قرارداد مقاصد تھی۔ قرارداد مقاصد میں آئین کے خالقین کیلئے کچھ بنیادی نکات دیئے گئے تھے جو انہیں پیش نظر رکھنے تھے۔[5]

---

1 آئین پاکستان، آرٹیکل 160

2 Lighcouri Dacca PLD. 1967, Shaamsud Din Ahmad v.Register, p: 501

3 Justice Munir the Constitution of Islamic Republic of Pak, p: 9

4 Pakistan Year Book Rafiq Akhter East and west Corporation, 1977, p: 35

5 تاریخ نفاذ حدود، شاہناز، نور احمد، ڈاکٹر، فضلی سنز، پرائیوٹ لمیٹڈ، اردو بازار کراچی، ص: 313

یہ قرارداد 7 مارچ 1949ء کو وزیر اعظم لیاقت علی خاں نے آئین ساز اسمبلی میں اس پس منظر کے ساتھ پیش کی کہ برصغیر کے مسلمانوں کے مطالبہ پاکستان کا مقصد ایک ایسی مملکت کا حصول تھا جہاں وہ انفرادی واجتماعی سطح پر قرآن وسنت کے مطابق زندگیاں گزار سکیں اس لیے حکومت ایسے اقدامات کرے جن کے ذریعے ایک مکمل اسلامی معاشرے کے قیام میں مدد ملے گی۔[1]

لیاقت علی خان جو وزیر اعظم تھے، نے یہ قرارداد مولانا شبیر احمد عثمانی کے تعاون سے مرتب کی۔

یہ قرارداد 12 مارچ 1949ء کو دستور ساز اسمبلی نے پاس کی جسے قرارداد مقاصد کا نام دیا گیا۔[2]

مملکت میں قوانین کو قرآن وسنت کی روشنی میں ترتیب دیا جائے لیکن اقلیتوں کے مذہبی تحفظات اور ثقافتی فنی بقاء کا خصوصی خیال رکھا جائے گا۔ عدلیہ بھی خود مختیار ہوگی اور تمام سرکاری ملازمتوں پر فائز ہونے کا غیر مسلموں کو پورا پورا حق ہوگا۔ غیر مسلموں بارے اتنا کچھ اس لئے کیا گیا کہ ایک تو اسلام مساوات ورواداری کا درس دیتا ہے دوسرا ہے کہ دستور ساز اسمبلی 69 ارکان پر مشتمل تھی جن میں 16 کا تعلق پاکستان نیشنل کانگریس سے تھا جو سب غیر مسلم تھے۔ قرارداد مقاصد میں یہ واضح ہے کہ حاکمیت صرف اللہ تعالیٰ کو حاصل ہے وہی بلا شرکت غیر حاکم ہے پاکستان حکومت کا اقتدار اس کی مقدس امانت ہے۔

نیابت کے اختیارات عوام کو حاصل ہیں حکومت عوام کو جوابدہ ہوگی اسلامی اصولوں مساوات اخوت رواداری کو رائج کرنے کا مطالبہ کیا ہے۔

اقلیتوں کے حقوق کی مناسب نگہداشت عدلیہ کی آزادی اور اسلامی قوانین کا نفاذ قرداد کے اہم ترین نکات تھے اس قرارداد نے ہندو ممبران کو یہ تاثر دیا کہ پاکستان جمہوری اصولوں پر مبنی ہوگا جس میں اقلیتوں کو حکومتی امور یکساں مواقع فراہم کئے جائیں گے اور یہ کہ غیر مسلم بھی سربراہ ریاست کا عہدہ سمبھال سکتا ہے۔

بنیادی اصولوں کی کمیٹی: Basic Principle committee

دستور سازی کے سلسلے میں قرارداد مقاصد کی منظور کے بعد دوسرا قدم اٹھایا گیا 12 مارچ 1949ء کو قانون ساز اسمبلی نے ہی مولوی تمیز الدین کی زیر صدارت ایک کمیٹی بنائی گئی جس کو بنیادی اصولوں کی کمیٹی کہا جاتا ہے۔[3]

1 Pakistan A Crisis in the Renaissance of Islam, Ejaz Ahmad, p: 213

2 تاریخ نفاذ حدود، شاہتاز، نور احمد، ڈاکٹر، ص: 319

3 پاکستان کا تاریخی انسائیکلوپیڈیا، زاہد حسین انجم، شیخ غلام علی اینڈ سنز، لاہور، ص: 101

اس کمیٹی کے ممبران کی تعداد 24 تھی اس کمیٹی کو قرارداد مقاصد کی روشنی میں پاکستان کے لئے ایک آئین کے بنیادی اصولوں کا تعین کرنا تھا کمیٹی کو اختیار دیا گیا کہ وہ زیادہ سے زیادہ افراد کو اپنے کام میں مدد کیلئے شامل کر سکتی تھی ضروری نہیں تھا کہ یہ ارکان دستور ساز اسمبلی سے تعلق رکھتے ہوں۔ [1]

تعلیماتِ اسلامیہ بورڈ: Board of Tallimat-i-Islami

اسلامی قانون اور اسلامی حکومت کی تفصیلات ایک دوسرے کے خلاف ہیں اور جب کسی چیز پر اتفاق نہیں ہے تو عمل درآمد کس چیز پر کیا جائیگا۔ چنانچہ اصولوں کی کمیٹی کی مدد کیلئے مولانا سید سلیمان ندوی کی چیئرمین شپ میں ایک پانچ رکنی بورڈ تشکیل دیا گیا تاکہ دستور اسلام کی تعلیمات کے مطابق بن سکے۔ جس کا نام تعلیمات اسلامیہ بورڈ قرار پایا۔ اس اسلامی بورڈ نے جلد ہی اپنی سفارشات مرتب کرکے بنیادی اصولوں کی کمیٹی کو پیش کردیں مگر 7 ستمبر 1950ء کو جب کمیٹی کی رپورٹ منظر عام پر آئی تو معلوم ہوا کہ تعلیمات اسلامیہ بورڈ کی پیش کردہ سفارشات کو اس میں شامل نہیں کیا گیا۔ [2]

چنانچہ علماء کرام نے ایک پریس کانفرنس کی اور اس کے ذریعے رپورٹ سے لاتعلّقی کا اظہار کیا اور یہ مطالبہ کیا کہ تعلیمات اسلامیہ بورڈ کی سفارشات کو شائع کیا جائے۔ [3]

سید سلیمان ندوی چیئرمین اسلامیہ بورڈ، مفتی محمد شفیع صاحب، ڈاکٹر حمید اللہ، مولانا ظفر انصاری وغیرہ۔ جب رپورٹ ناکام ہوئی تو سیکولرازم کے حامیوں نے یہ پروپیگنڈا شروع کردیا کہ علماء کی فرقہ بندی سے اسلامی دستور قابل عمل نہیں۔ چنانچہ اس چیلنج کا جواب دینے کے لئے سب مکتبہ ہائے فکر کے 31 علماء جمع ہوئے۔ اور متفقہ طور پر ایک 22 نکاتی چارٹر حکومت کے اسلامی کردار کے بارے میں پاس کیا۔ [4]

دستورِ پاکستان 1956ء

چوہدری محمد علی کے دور کا شاندار کارنامہ 1956ء کے دستور کی تشکیل تھا۔ آپ نے وزارت عظمیٰ پر فائز ہوتے ہی اخباری نمائندوں کو بیان دے دیا کہ:

The first thing before the constituted Assembly is the farming of constitution after the constitutions is farmed other will be taken up. [5]

---

1 Hamid Khan, persi Constitutional and political History of Pak, P:107

2 عصر حاضر اور اسلام کا نظامِ قانون، ڈاکٹر محمد امین، ص: 154

3 روزنامہ نوائے وقت لاہور، 24 دسمبر 1962ء اداریہ، ص: 3

4 روزنامہ جنگ، کراچی، 14 اکتوبر 1950ء

5 Constitutional Foundation of Pak, SafdarMehmood, Jang Lahore, p:157

چوہدری صاحب نے دستور ساز اسمبلی کا اجلاس چھ ماہ تک تقریباً جاری رکھا اور عام قانون سازی کو نسبتاً بہت کم وقت دے کر دستور کی تکمیل کا اعزاز حاصل کیا۔ یعنی چوہدری محمد علی کی فراست اور حکمت سے دستور بن گیا۔ قانون ساز اسمبلی کے مشورہ سے بنایا گیا آئینی مسودہ جنوری 1956ء میں اسمبلی میں پیش کر دیا گیا۔

پاکستان کی دوسری دستور ساز اسمبلی نے 29 فروری 1956ء کو مملکت کا پہلا دستور منظور کیا گورنر جنرل سکندر مرزا نے دستور کو 2 مارچ کو منظور اور اسے 23 مارچ 1956ء کو نافذ کر دیا۔[1]

پاکستان کا پہلا دستور 234 دفعات پر مشتمل تھا جو مرکزی اور صوبائی امور کا احاطہ کرتا تھا صوبوں کو اپنے علیحدہ علیحدہ دساتیر بنانے کا اختیار نہ تھا جس میں مقنّنہ، انتظامیہ اور عدلیہ کے بنیادی حقوق کا تفصیلی ذکر موجود تھا۔

ادارہ تحقیقات اسلامی: Islamic Research Institute

یہ ایک معاون دستور ساز ادارہ ہے جو تعلیمات اسلامیہ بورڈ کے خاتمہ کے بعد معرض وجود میں آیا تعلیمات اسلامیہ بورڈ کی تحلیل کے بعد اس بات کی ضرورت محسوس کی جا رہی تھی کہ ایک مستقل ادارہ ہونا چاہیے جو بورڈ کو تفویض کردہ فرائض انجام دے اور دستور سازی میں اسلامی تعلیمات کے سلسلے میں مواد فراہم کرے۔ چنانچہ 1954ء میں قانون ساز اسمبلی کے رکن اور اس کے وزیر تعلیم ڈاکٹر اشتیاق حسین قریشی نے فروری 1954ء میں ایک اجلاس پشاور میں طلب کیا۔ جس میں چاروں صوبوں سے وزارت تعلیم کے اعلیٰ عہدیداران نے شرکت کی اور ایک مرکزی ادارہ تحقیقات اسلامی قائم کرنے کی تجویز سے اتفاق کیا۔[2]

لیکن اس اجلاس کے بعد جلد ہی ڈاکٹر اشتیاق حسین قریشی کے امریکہ چلے جانے کی بناء پر اس کی تشکیل نہ ہو سکی تاہم سیکریٹری مالیات مسٹر ممتاز حسن نے اس ادارہ کے قیام میں دلچسپی لیتے ہوئے اکتوبر 1954ء میں جناب عبدالعزیز میمن کی نگرانی میں اساسی کام شروع کروادیا۔ یعنی میمن صاحب اس کے پہلے صدر ہوئے۔ 1956ء کے دستور میں ادارہ تحقیقات کے قیام کی منظوری دی گئی۔[3]

14 مارچ 1958ء کو ایک قرارداد کے ذریعے اگرچہ ادارہ کی بنیاد رکھ دی گئی تھی تاہم اس کا باضابطہ قیام 10 مارچ 1960ء کو اس وقت عمل میں آیا جب ڈاکٹر اشتیاق حسین قریشی اسکے پہلے فل ٹائم ڈائریکٹر مقرر ہوئے جبکہ 1961ء میں ادارہ کے لئے اسٹاف کا تقرر ہوا۔ 1962ء میں دستور کی دفعہ 207 کے تحت اسے باقاعدہ طور پر ایک تحقیقی ادارہ کی حیثیت دے دی گئی۔[4]

---

1 constitutional & Political History of Pak, Hamid Oxford Press, 2001, P: 201

2 The constitution of the Islamic republic of Pak, Justice Munir, p: 32

3 Ayub Khan general Friends not Masters, M, P: 58

4 تاریخ نفاذ حدود، شاہتاز، نور احمد، ڈاکٹر، ص: 366

اسلامی مشاورتی کونسل

1956ء کے دستور میں ایک اسلامی مشاورتی کونسل اور اسلامی تحقیقاتی ادارہ کے قیام کی شق رکھی گئی تھی جس پر عمل درآمد نہ ہو سکا۔

بعد ازاں 1962ء کے دستور کی دفعات 199-206 میں اسلامی نظریہ کی مشاورتی کونسل Advisory council of Islamic ideology کے قیام کا ذکر ہوا۔ دستور کے مطابق پانچ سے بارہ ممبرز پر مشتمل ایک اسلامی مشاورتی کونسل ACII قائم کی جائے گی جس کے ممبرز صدر پاکستان کے نامزد کردہ ہوں گے کونسل کے ممبران کی مدت تین سال مقرر کی گئی۔ ان ممبران میں سے ایک کو صدر پاکستان کونسل کا چیئرمین نامزد کریں گے آئین کی دفعہ 204 میں کونسل کے فرائض مندرجہ ذیل قرار پائے۔

1۔ مرکزی اور صوبائی حکومتوں کو ایسے ذرائع ووسائل کی سفارشات پیش کرنا جس کے مطابق مسلمان اپنی زندگیاں اسلام کے مطابق گذار سکیں۔

2۔ قومی اسمبلیوں، صدر یا گورنر کے طلب پر جو کہ کونسل کے دستور کی دفعہ 6 کے مطابق دریافت کیا گیا ہو مشورہ دینا کہ آیا کوئی مجوزہ قانون، قانون سازی کے اصولوں کے مطابق ہے یا نہیں جن میں قوانین کا اسلام کے مطابق ہونا بھی شامل تھا۔[1]

دستورِ پاکستان 1962ء

18 اکتوبر 1958ء کو جنرل ایوب خان نے مارشل لاء نافذ کرکے جمہوری حکومت کا خاتمہ کر دیا صدر کا عہدہ میجر جنرل سکندر مرزا کے پاس رہا ایوب خان نے چیف مارشل ایڈ منسٹریٹر کا عہدہ سنبھالا۔ 27 اکتوبر کو سکندر مرزا کو صدارت سے علیحدہ کر دیا گیا ایوب خان صدر بھی بن گئے۔

17 فروری 1960ء کو جسٹس شہاب الدین کی سربراہی میں ایک دستور ساز کمیشن مقرر ہوا عوام سے سوالنامے کے بعد کمیشن نے فنی رپورٹ 1961ء میں صدر کو پیش کر دی۔ کمیشن کی سفارشات میں ترامیم کرکے ایک دستوری دستاویز و کو حتمی شکل میں منظور کرکے یکم مارچ 1962ء کو پورے ملک میں نافذ کر دیا۔[2]

دستورِ پاکستان 1962 کی خصوصیات

1962ء کا آئین مکمل طور پر تحریری تھا، اسکی 250 دفعات تھیں۔ آئین 1956 کے معاملے میں زیادہ طویل اور جامع تھا مرکزی اور صوبائی تمام امور کا احاطہ کرتا تھا۔

---

1 Islamization of Law in Pakistan, M. Amin, p: 90

2 دستور پاکستان، 1962ء، دفعہ 204

دستور بہت طویل اور لچکدار تھا2/3 ارکان کی توثیق کے ساتھ دستوری ترمیم ہو سکتی تھی۔ صدر کے اختیار کے بعد قومی اسمبلی 2/3 کی اکثریت سے ترمیم کر سکتی تھی۔

اگر صدر چاہتا تو قومی اسمبلی کو برخاست کر سکتا تھا اور نئی اسمبلی کا چناؤ 120 دنوں کے اندر مکمل کروانا لازمی تھا۔

دستورِ پاکستان 1973ء

20 دسمبر 1971ء کو ذوالفقار علی بھٹو نے ملک کے صدر کے طور پر حکومت سنبھالی۔ قوم سے خطاب کرتے ہوئے انہوں نے کہا: "ملک کا نظام ٹکڑے ٹکڑے ہو چکا ہے اور میرا پہلا کام ان ٹکڑوں کو دوبارہ جوڑنا ہے"۔[1]

14 اپریل 1972ء کو پاکستان کی قومی اسمبلی کا اجلاس طلب کیا گیا۔ تاکہ وہ ملک کے لیئے مستقل آئین کو تشکیل دے، صدر ذوالفقار علی بھٹو کی مساعی سے پارلیمانی پارٹیوں کے نمائندوں نے نئے آئین کی توثیق کر دی۔

باالآخر قومی اسمبلی نے 12 اپریل 1973ء کو مسودہ آئین کو منظور کر لیا۔ یہ آئین 14 اگست 1973ء کو ملک میں نافذ ہوا جس پر جملہ سیاست دان متفق تھے۔[2]

دفعہ 228 الف دستور کے نفاذ کے 90 دن کے اندر اندر اسلامی نظریاتی کونسل کی تشکیل لازمی ہو گی۔

اسلامی نظریاتی کونسل کی تشکیل نو

1956ء کے آئین میں AC.II کی تشکیل نو کی شق رکھی گئی لیکن اس پر عمل درآمد نہ ہوا۔ 1962ء کے دستور کی دفعات میں بھی اس کے قیام کا ذکر ہوا۔ اگست 1962ء میں پہلی AC.II قائم ہوئی جو 8 ممبران پر مشتمل تھی۔ ابو صالح محمد اکرم اس کے چیئرمین بنے 1973ء کے آئین میں CII قائم کی سفارش آرٹیکل 228 میں کی گئی جبکہ اس کے فرائض آرٹیکل 230 میں بیان ہوئے۔ CII کی تشکیل نو فروری 1974ء میں ہوئی۔ اس کے چیئرمین مسٹر جسٹس حمود الرحمٰن بنے۔

قادیانی مسئلہ کا حل

قادیانی مسئلہ کا حل بھٹو دور کا اہم کارنامہ ہے۔ یہ مسئلہ 90 سال سے اسی طرح چل رہا تھا، اس کا آغاز ربوا اسٹیشن پر قادیانیوں کی مسلح جماعت کے NMCM نشتر میڈیکل کالج ملتان کے طلبا کی جانوں کے ضائع ہونے سے ہوا۔ اس کے بعد ملک گیر تحریک شروع ہوئی۔[3]

اس دور میں اغلاط سے پاک قرآن مجید کی اشاعت کے قواعد، امتناع نشہ آور مشروبات ایکٹ، امتناع جوا ایکٹ[1]، وغیرہ قوانین کا نفاذ ہوا۔

---

1 عصر حاضر اور اسلام کا قانون، ص: 163

2 http://www.pakistanconstitution-law.com/theconst_1973.asp date: 4-11-09

3 Principels of Mahamedan Law, Dr. M.A. Manna, PLD, Publisher Lahore , P: 1

جنرل ضیاء الحق دور اور مابعد ضیاء الحق دور میں قانون سازی

6 جولائی کو ملک میں مارشل لاء نافذ ہوا، مگر آئین کو کلی طور پر منسوخ نہیں کیا گیا۔ صدر ضیاء الحق نے 1977ء سے 1987ء تک قوانین بلخصوص اسلامی قوانین کے سلسلے میں جو کام کیا وہ اپنی مثال آپ ہے۔اس دور میں کئی اسلامی قوانین کا نفاذ ہوا کئی ادارے بنائے گئے۔ چند ایک کا ذکر حسب ذیل ہے:

اسلامی نظریاتی کونسل، وفاقی شرعی عدالت، عالمی اسلامی یونیورسٹی، وغیرہ اہم اقدامات میں آذان کی نشریات،اسلامی نظریاتی کونسل کی فعالیت، شریعت بینچیز کا کا قیام، بلا سود بنکاری، حدود آرڈیننس کا نفاذ، اور وفاقی شرعی عدالت ،امتناع قادیانیت آرڈیننس جیسے اہم کام کیے گئے۔

قصاص و دیت آرڈیننس

1990ء میں یہ آرڈیننس جاری ہو چکا تھا جو کہ 11-04-1997 کو فوجداری قانون ایکٹ 11-1997ء کی صورت میں نافذ ہوا۔

اس کے بعد شفعہ ایکٹ 1991ء، شریعت ایکٹ 1991ء، جیسے بڑے بڑے قوانین پاکستانی قوانین کا حصہ بنے۔

2000ء میں لوکل گورنمنٹ آرڈیننس کے تحت یونین کونسل کی ذمہ داریوں میں ایک انصاف کمیٹی کا انتخاب بھی ہے جیسا قانون بنا۔

اسی طرح 2001ء میں اسلام آباد تحدید کرایہ داری آرڈیننس مجریہ 2001ء نافذالعمل ہوا۔

2002ء میں پاکستان میں الیکٹرنک میڈیا ریگولیٹری اتھارٹی آرڈنینس کے تحت ایک اتھارٹی کا قیام عمل میں لایا گیا جس کا صدر مقام اسلام آباد ہے۔[2]

2003ء میں پنجاب میں ایک قانون شادی کے موقع پر بے جا تصرف اور نمود و نمائش کی ممانعت بنا جسے " قانون شادی کے موقع پر بے جا تصرف اور نمود و نمائش کی ممانعت کا ایکٹ 2003ء صوبہ پنجاب " کا نام دیا گیا۔

---

1 جریدہ پاکستان 15 جولائی، 1961ء غیر معمول، ص:1128

2 پاکستان کے بنیادی قوانین، ڈاکٹر عبدالسمیع، 12/1

http://urdukutabonline.blogspot.com/2015/09/blog-post.html

فصلِ دوم

تحریک و تشکیلِ پاکستان میں غیر مسلموں کا کردار

برصغیر پاک و ہند میں مسلمانوں نے صدیوں شاندار اور بے مثال حکومت کی، مگر اللہ کا بھی دستور ہے کہ زمانہ کروٹیں بدلتا رہتا ہے اور اس میں نشیب و فراز آتے رہتے ہیں۔

قرآن میں ارشادِ الٰہی ہے:

﴿وَتِلْكَ الْاَيَّامُ نُدَاوِلُهَا بَيْنَ النَّاسِ﴾[1]

ترجمہ: اور یہ دن لوگوں کے درمیان بدل کرآتے ہیں۔

1857ء میں سقوط سلطنت مغلیہ کے برصغیر میں مسلم اقتدار کا شیرازہ منتشر ہوا اس دور انتشار سے قبل ہی ہنود نے اپنی تمام تر توانائیوں کو یکجا کیا اور معاشی وسیاسی لحاظ سے اس دیرینہ محسن کے خلاف صف آراء ہوئے جس نے پاک و ہند کو حیرت انگیز استحکام بخشا۔ اسی پر جب دردمندوں نے دیکھا کہ ہزار سال تک جو دست نگر تھا اب اپنے آقا و محسن پر تسلط جمانے کی فکر کر رہا ہے تو انھوں نے برملا تقسیم ہند کا پرچار شروع کر دیا۔

1925ء میں تقسیم ہند کی جو تجویز پیش کی گئی اس تجویز کا ذکر کرتے ہوئے ڈاکٹر اشتیاق حسین قریشی نے لکھا ہے:

In March and April, 1920, the"Dhul Qurnain" of Badaun published an open letter from Muhammad Abdul Qadir Bilgrami to Gandhi advocating partition of the sub-continent, in which he gave even a list of Muslim districts, which is, generally speaking, not too different from the present bounderies of East and West Pakistan .[2]

دراصل تقسیم ہند کی زیر بحث تجویز ضمنی طور پر ایک رسالے میں پیش کی گئی، جس میں برصغیر پاک و ہند میں گائے کی قربانی موقوف کرانے کے لئے ہندوؤں اور دوسرے رہنماؤں کی تائید و حمایت کی مدلل اور پرزور تردید کی گئی ہے، اور اس مسئلے پر عالمانہ وفقیہانہ بحث کی گئی۔

اس کا عنوان ''ہندو مسلم اتحاد پر کھلا خط مہاتما گاندھی کے نام'' یہ رسالہ سب سے پہلے بدایوں کے ہفت روزہ اخبار "ذوالقرنین" میں مارچ اور اپریل 1920ء کے شماروں میں مسلسل شائع ہوا۔ اس کے بعد یہ نظامی پریس بدیوں سے پہلی بار کتابی شکل میں شائع ہوا۔ مگر اس وقت تک اس میں تقسیم ہند کی تجویز شامل نہ تھی۔ جب دوسری بار 1925ء میں مسلم یونیورسٹی علی گڑھ پریس سے شائع ہوا تو یہ تجویز شامل تھی۔

---

1 آل عمران:3/ 140

2 The Struggle for Pakistan , Ishtiaq Hussain, Karachi, 1974, P: 116

کانگریس کی تحریک، مسلم لیگ کی تائید اور مسٹر گاندھی کی حمایت سے متاثر ہو کر تمام جلسوں میں خود مسلمانوں نے گائے کی قربانی ترک کر دینے کی تجویز پر لبیک کہا۔[1]

تحریک پاکستان کی ہیئت

گزشتہ بحث کا مقصد صرف یہ تھا کہ یہ بات واضح ہو جائے کہ جنوبی ایشیا کی تاریخ میں قیام پاکستان ایک منفرد کام ہے جس کے خمیر میں اسلامی نشاۃ ثانیہ کی واضح جھلک پائی جاتی ہے۔ مسلمانان ہند کی حق خود ارادیت کی تحریک کا مرکزی خیال یہ تھا کہ برصغیر پاک وہند میں مسلمانوں کے لئے ایک ایسی اسلامی مملکت کی تشکیل کی جائے جہاں مسلمان اپنی تہذیب و تمدن، ثقافت اور عقیدے کے مطابق آزاد زندگی بسر کر سکیں۔ تحریک پاکستان کا مزاج اپنی ہئیت کے اعتبار سے اسلامی، جمہوری اور فلاحی تھا چنانچہ قیام پاکستان کے بعد یہی تین بنیادی ستون اس ملک کی ترقی و استحکام کے لئے لازم قرار پائے۔

تحریک پاکستان ایک ہمہ گیر نظریاتی تحریک تھی۔ یہ نہ صرف مسلمانان ہند بلکہ ہر آزادی کے متوالے کے لیے ایک ایسی با مقصد جدوجہد تھی جس کا مطمع نظر انسانی بھائی چارے، اخوت و محبت اور معاشرتی عدل جیسے مقدس اوصاف پر مبنی ایک خود مختار فلاحی ریاست کا قیام تھا۔ اسی لیے ہمیں یہ دیکھنا ہے کہ مملکت خداداد کی بنیاد کن اصولوں پر قائم کی گئی۔

برصغیر میں مسلمانان ہند کی قومی آزادی اور تہذیبی تحفظ کے حوالے سے اسلامی نظریہ حیات کے اصولوں پر مبنی ریاستی اور سماجی ڈھانچے کی تشکیل کے لیے ہر ایک نے اپنا کردار اس طرح ادا کیا جس سے ایک اسلامی ریاست کے نہ صرف فلاحی نتائج سامنے آئے بلکہ دوسرے بھی اسلام کی ابدی صداقت سے مستفیض ہوں۔

تحریک و تشکیلِ پاکستان میں غیر مسلموں کا کردار

پاکستانی غیر مسلموں نے قیام پاکستان کی حمایت اس لیے کی تھی کیونکہ یہ ان کا وطن ہے اور یہ بھی دیگر مسلم شہریوں کی طرح مساوی حقوق وفرائض کی بات کرتے ہیں۔

پاکستان اگرچہ دو قومی نظریے کی بنیاد پر قائم ہوا اور غیر مسلموں کے حقوق کا تحفظ اسلام کا اہم نقطہ رہا ہے۔ یہ بات واضح ہے کہ اسلام، جبر کے بجائے امن کی تلقین کرتا ہے اور اسلام کا مطلب ہی سلامتی امن ہے۔ اس سلسلے میں پاکستان کے قیام سے اول اور بعد میں قائد اعظم کے افکار اور سیکڑوں تقاریر اس بات کی گواہ ہیں کہ دو قومی نظریہ میں غیر مسلم اقلیت کے تحفظ کو ہمیشہ دہرایا گیا ہے اور اپنے عمل سے بھی ثابت کیا ہے۔

---

1 ہندو مسلم اتحاد پر کھلا خط مہاتما گاندھی کے نام، مولانا محمد عبدالقدیر، بحوالہ: اوراق گم گشتہ، رئیس احمد جعفری، مطبوعہ، لاہور، 1928ء، ص: 352

تحریک و تشکیلِ پاکستان میں مسیحیوں کا کردار

مسیحیوں نے تحریک پاکستان میں مسلم لیگ کے ساتھ شانہ بشانہ کام کیا یہاں تک کہ باونڈری کمیشن میں آبادی کے تناسب کو مسلمانوں کے حق میں جھکا کر تشکیل پاکستان میں اپنا نمایاں حصہ ڈالا۔ ۱۹۴۷ء میں پنجاب اسمبلی کے ۳ مسیحی ارکان نے اپنا ووٹ پاکستان کے حق میں دیا۔

فادر ایف جے سلڈانہ نے تو یہاں تک کہہ دیا کہ یہ دعوی کرنا مشکل ہے کہ یہ فیصلہ کن ووٹ تھے تاہم ہماری طرف سے یہ ایک چھوٹا سا حصہ تھا۔[1]

اس بات کا کبھی بھی انکار نہیں کیا جا سکتا کہ جب قائد اعظم کی میٹنگ چندو لعل ایڈوکیٹ اور گیلانی کرتار سنگھ کے ساتھ ہو رہی تھی اور سکھ کمیونٹی کو پاکستان میں شمولیت کی بات چیت ہو رہی تھی اور ان کے انکار پر چندو لعل نے کہا تھا کہ میں آپ کو مسیحیوں کی یقین دہانی کرواتا ہوں کہ وہ پاکستان میں شامل ہو جائیں گے جبکہ انگریز حکومت نے مسیحیوں کو پنجاب کی کچھ تحصیلوں پر مشتمل علیحدہ ریاست کی پیشکش بھی ہوئی مگر انہوں نے ٹھکرا کر قائد اعظم کی حمایت کا اعلان کر دیا۔[2]

امن کونسل کا قیام

1947ء پنجاب میں امن امان کے قیام کے لیے کمیٹی تشکیل دی گئی جس کا مقصد گاجر مولی کی طرح کٹنے والے انسانوں کی حفاظت تھا۔

اس کمیٹی میں دیوان بہادر، ایس پی سنگھ اور سی۔ای۔ گبن مسیحیوں کی طرف سے منتخب ہوئے۔[3]

ایس۔ پی۔ سنگھا نے توصحافی کو جواب دیتے ہوئے یہ بھی کہا تھا کہ مسلم غریب ہیں اور غریب ہی غریب کا احساس کرتا ہے اور قائد اعظم نے ہمیں یقین دلایا ہے کہ پاکستان میں آپ کا ہر لحاظ سے تحفظ کیا جائے گا اور قائد اعظم کی بات کا یقین کرتا ہوں۔[4]

آل پاکستان منارٹیز ایکشن کے صدر پروفیسر سلامت اختر نے تحریک پاکستان کی جدوجہد میں مسیحیوں کی خدمات کا ذکر ان الفاظ میں کیا ہے:

"یہ ایک نہ قابل تردید حقیقت ہے کہ تشکیل پاکستان فرد واحد، جماعت، گروہ، فرقہ یا قوم کا کارنامہ نہیں ہے بلکہ برصغیر پاک و ہند کی محکوم، مظلوم، مقہور، مجبور اقلیتوں کے قائد اعظم کی غیر متزلزل قیادت میں تاریخی اتحاد اور

---

1 پاکستان اور اقلیتیں، احمد سلیم، مکتبہ دانیال، وکٹوریہ چیمبرز 2، عبداللہ ہارون روڈ، صدر، کراچی، 2000ء، ص: 101

2 روزنامہ جنگ، لاہور، 10 نومبر، 1994ء

3 پاکستان اور اقلیتیں، ص: 128

4 ماہنامہ کاریتاس، اگست 1947ء، ص: 36

بالخصوص آل انڈیا مسلم لیگ، آل انڈیا کرسچن لیگ، آل انڈیا کرسچئن ایسوسی ایشن پنجاب اور کیتھولک ایسوسی ایشن پر مشتمل تنظیموں کی مشترکہ جدوجہد کا ثمر ہے"۔[1]

1940ء مسلم لیگ کا سالانہ اجلاس

1940ء میں جب مسلم لیگ نے لاہور میں اپنے سالانہ اجلاس میں پاکستان کا مطالبہ کیا تو اس وقت غیر مسلموں میں مسیحیوں کی نمائندگی کرتے ہوئے سیتاپرکاش سنگھا، سی۔ای۔ گبن، آر۔اے۔ گومز، ایس۔ایس البرٹ، الفرڈ پرشاد، ایف۔ای۔ چوہدری اور راحکساری امرت نے خصوصی شرکت کی۔[2]

قرارداد پاکستان کی منظوری

جب 23 مارچ 1940ء کو لاہور کے تاریخی شہر میں قرارداد منظور ہو رہی تھی تو اس وقت جہاں ہزاروں دیگر غیر مسلم لوگ اس میں شامل تھے وہاں عیسائیوں میں ایس۔پی سنگھا، ایم۔ایل۔اے جوشوا فضل الدین وغیرہ ہی کے جذبات کی ترجمانی کرتے ہوئے قرارداد پاکستان میں پیرا نمبر ۲ منظور کیا گیا۔[3]

باؤنڈری کمیشن کے سامنے پاکستان کے حق میں مسیحی راہنما کا مؤقف

اگست 1947ء کو جب باؤنڈری کمیشن کے سربراہ ریڈ کلف نے اپنا فیصلہ سنایا اور ایک سفارش کے ذریعے پاکستانی علاقے ہندوستان کو دے دیئے تو اس وقت مسیحی قائد دیوان بہادر ایس۔پی۔ سنگھا پہلے قومی رہنما تھے جنہوں نے "ریڈ کلف ایوارڈ" کے خلاف ان الفاظ میں آواز اٹھائی:

"ریڈ کلف ایوارڈ یک طرفہ ہے اور پاکستان کے ساتھ ناانصافی پر مبنی ہے، اکثریت کے اصول کو بری طرح کچل دیا گیا، یہ پاکستان کے ساتھ سراسر زیادتی ہے"۔[4]

تحریک و تشکیل پاکستان میں اہم کردار ادا کرنے والی مسیحی شخصیات

دیوان بہادر ایس۔پی۔ سنگھا

ستیاپرکاس سنگھا 26 اپریل 1893ء کو پسرور ضلع سیالکوٹ میں پیدا ہوئے۔ان کے والد راجن کمار سنگھا پراونشل بیئرنگ ہائی سکول بٹالہ بھارت میں ہیڈ ماسٹر تھے۔قیام پاکستان سے قبل سر خضر حیات ٹوانہ کی حکومت میں ایس۔پی سنگھا کو متحدہ پنجاب کا سپیکر چنا گیا۔ مسیحیوں کی آبادی کو پاکستان میں شامل کروانے، اپنے تین منتخب نمائندوں کو ساتھ مل کر جون 1947ء کے اجلاس میں پنجاب کو پاکستان میں شامل کروانے کے حق میں ووٹ ڈالا۔

---

1 کلام حق، تحریک پاکستان میں مسیحیوں کا کردار، شمارہ 39، 10 اکتوبر 2004ء، ص: 2،6

2 یہ دیس ہمارا ہے، فادر فرانس ندیم، ہم آہنگ پبلیکیشنز سینٹ میریز چرچ، 7۔ٹی گلبرگ 11 لاہور، پاکستان، ستمبر 1997، ص:60

3 حالات قائداعظم محمد علی جناح، خالد اختر افغانی، علمیہ بک ڈپو، 1946ء، ص:372

4 A Journey to Pakistan, Islamabad 1993,P: 250

قیام پاکستان کے بعد انہیں متفقہ طور پر پنجاب اسمبلی کا پہلا سپیکر منتخب کیا گیا۔وہ اکتوبر 1948 کو فوت ہوئے۔[1]

چوہدری چندو لعل

چوہدری چندو لعل نے تحریک پاکستان میں بڑھ چڑھ کر حصہ لیا۔ قرارداد پاکستان 1940ء میں اقلیتوں کے بارے شق شامل کروانے میں موئثر کردار ادا کیا، گورداسپور[2] اور پٹھان کوٹ[3] کی مسیحی آبادی کو پاکستان میں شامل کرنے کے لیے باؤنڈری کمیشن کو رپورٹ پیش کی۔

1951ء میں پنجاب اسمبلی کے بلامقابلہ ممبر منتخب ہوئے۔[4]

اینی بسنت

محترمہ اینی بسنت ہندومذہب سے مسیحی ہونے والے پادری بسنت کی اہلیہ تھیں۔ہندومذہب سے مسیحیت اختیار کرنے والے بسنت کی اہلیہ اپنی دوانگریزی اخبار نکال کر حکومت کی غلط پالیسیوں کی کھل کر مخالفت کی،آپ ہوم رول تحریک کی سربراہ بھی تھیں، ہوم رول تحریک نے تحریک پاکستان میں اہم کردار ادا کیا۔[5]

ایف۔ای۔چوہدری

قائداعظم کے فوٹو گرافر جو 1915 میں سہارنپور[6] میں پیدا ہوئے۔ 1925ء میں پہلی تصویر اپنے ایک دوست کی بنائی۔ جنہوں نے 1936ء میں پہلی بار قائداعظم کی تصویر بنائی، 23 مارچ 1940ء کو انہوں نے لاہور میں قرارداد پاکستان کے موقع پر متعدد تصاویر بنائیں۔ قیام پاکستان کے بعد سکول کی بسوں میں اپنے اثرورسوخ کی بنا پر مہاجرین کو شہر پہنچایا۔[7]

---

1 یہ دیس ہمارا ہے، ص: 141-142

2 یہ بھارت کے صوبے مشرقی پنجاب میں ایک شہر ہے جو ضلع پٹ میں واقع ہے۔جس کا رقبہ 1،369 مربع کیلومیٹر ہے۔

3 بھارتی ریاست پنجاب میں ایک میونسپل کارپوریشن ہے جو 1849 سے قبل نوابی ریاست نورپور کا حصہ تھا۔

4 پنجاب اسمبلی سکرٹریٹ کی جانب سے ممبران اسمبلی پر مشتمل کتابچہ، 1987ء، لاہور، ص: 28

5 یہ دیس ہمارا ہے، ص: 145

6 یہ علاقۂ دوآبہ میں واقع شمال بھارتی صوبہ اترپردیش کا مشہور شہر ہے جو مغلیہ دور میں صوبہ ہریانہ واتراکھنڈ کی سرحدوں پر واقع تھا۔

7 یہ دیس ہمارا ہے، ص: 147

شام سندر سنگھ البرٹ

پنجاب کرسچن ایسوسی ایشن کے صدر تھے انہوں نے باؤنڈری کمیشن کو بیان ریکارڈ کروائے کہ مسیحیوں کی آبادی کو مسلمانوں کی آبادی میں شمار کیا جائے۔[1]

تشکیلِ پاکستان میں پارسیوں کا کردار

دنیا میں قدیم ترین سمجھا جانے والا مذہب پارسی مذہب ہے جسے ایک طرح سے مذاہب کی ماں کا درجہ حاصل ہے۔ تقسیم ہند کے وقت پاکستان کے حصے میں آنے والے علاقوں میں کم و پیش پانچ ہزار پارسی آباد تھے جنہوں نے قائداعظم کی یقین دہانی پر کہ ان کے جان مال کی حفاظت کی جائے گی، پاکستان میں رہنے کا فیصلہ کیا۔[2]

قائداعظم کا پارسیوں کی استقبالیہ دعوت پر خطاب

9 فروری 1948ء کو قائداعظم نے پارسیوں کی جانب سے اپنے اعزاز میں استقبالیہ دعوت کے موقع پر خطاب کرتے ہوئے کہا:

"پارسی وہ خوش نصیب فرقہ ہے جو حلیہ فسادات اور ہنگامہ قتل و غارت کی دست برد سے بچا رہا، انہوں نے اپنی تنظیمی قابلیت، مستعدی اور محنت سے پہلے ہی اس ملک میں ایک مقام حاصل کر لیا"[3]

پارسی رہنما جمشید نسروانجی

یہ قائداعظم کے پرانے دوست اور ہمدرد غمگسار ساتھی تھے۔ تقسیم کے بعد جب قتل و غارت گری کا وسیع سلسلہ شروع ہوا تو قائداعظم بے حد پریشان و اداس تھے اداسی کے اس عالم میں جہاں باقی لوگ قائد کے حوصلوں کو بلند کر رہے تھے وہاں جمشید نسروانجی بھی کسی سے کم نہ تھے۔ قائد کے تعلیمی مستقبل پر فکر مندی و پریشانی کو اردشیر کاوس جی بیان کرتے ہیں۔

انہوں نے کراچی میں موجود اسکولوں کا سروے کیا اور بچوں کی تعلیم کے لیے منصوبے تیار کیے، اس وقت دو اسکول پارسیوں کے کراچی میں قائم تھے۔ قائداعظم کی درخواست پارسی انجمن نے متفقہ فیصلہ کیا کہ یہ اسکول بچوں کی تعلیم کے لیے قائم کیے گئے تھے اس لیے ان میں داخلے کے لیے مذہب اور نسل کی بنیاد پر کوئی تفریق نہیں ہونی چاہیئے۔[4]

---

1 یہ دیس ہمارا ہے، ص: 141تا148

2 Speeches and writing on Zorstrain Religion, culture and civilization, Dadchanji,F.K, P:320

3 Speeches and Statements, Quaid-e Azam Muhmmad Ali Jinnah, 1947-1948,P:132

4 ماہنامہ قومی ڈائجسٹ، لاہور، اگست 1990ء، ماخوذ از جی۔ ڈبلیو۔ چوہدری، پاکستان مارشل لاء سے سول حکومت تک، مترجم، ضیاء الاسلام انصاری، ص: 78

جمشید نسروانجی کی کاوشوں سے کراچی سوشل سروس گروپ قائم ہوا، جس کے تحت کراچی کی ٦٠ فلاحی تنظیمیں مشترکہ عمل کے لیے اکھٹی ہوئیں۔[1]

تشکیلِ پاکستان میں ہندوؤں کا کردار

پاکستان میں 1998ء کے اعداد و شمار کے مطابق ان کی آبادی 2.5 ملین کے قریب ہے-[2]

جو کہ مجموعی آبادی کا 1.85% فیصد ہے، تاہم اس اعداد و شمار کو پرانا اور غیر معتبر مانا جاتا ہے۔

پاکستان ہندو کونسل کے اندازے کے مطابق ہندوؤں کی کل آبادی اب سات ملین سے زائد ہے۔[3]

ان میں سے تقریبا 94 فیصد صوبہ سندھ میں آباد ہیں، جن میں نصف سے زیادہ سندھی ہندوٗ آبادی جنوب مشرقی ضلع تھرپارکر میں آباد ہے جو کہ ہندوستان کی سرحد سے ملحقہ ضلع بھی ہے پاکستانی ہندوؤں کی باقی تعداد پنجاب، بلوچستان اور خیبر پختونخوا کے مختلف علاقوں میں آباد ہے۔[4]

قیام پاکستان کے ساتھ ہی ہندوؤں کے مظالم اپنے عروج کو پہنچ گئے یہاں تک کہ سندھ میں پرامن حالات کے باوجود ہندوؤں کا بھارت کی طرف اخراج صرف اس لیے تھا کہ پاکستان کو معرض وجود میں آتے ہی بے بس کر دیا جائے۔ جس کی طرف قائداعظم نے یوں اشارہ کیا کہ:

"آپ نے ہندو رہنماؤں کے بیانات اور ذمہ دارانہ ہندو اخبارات کے اداریئے بھی پڑھے ہوں گے وہ بہت شرارت آمیز اور خطرناک قسم کے دلائل دے رہے ہیں، اور کہہ رہے ہیں کہ پاکستان ہندوؤں کے مقابلے میں انگریزوں کے لیے بڑا خطرہ ہے، لہٰذا وہ برطانوی حکومت سے کہتے ہیں کہ پہلی ضرورت یہ ہے کہ مسلم ممالک میں انتشار پھلائیں اگر آپ اور ہم ہند پر حکمرانی کریں گے"[5]

یہی وجہ تھی کہ کشمیر و حیدرآباد کو دوبارہ ہندوستان میں ضم کر دیا گیا، سیرت قائداعظم کے مصنف لکھتے ہیں کہ: قیام پاکستان کے موقع پر نہتے مسلمانوں پر ہندوؤں اور سکھوں نے ناقابل بیان مظالم ڈھائے اور بین الاقوامی اصولوں کو پس پشت ڈال کر کشمیر اور حیدرآباد جیسی ریاستوں کو سوچی سمجھی سازشوں کے تحت بھارت میں ضم کر دیا گیا۔

تحریک و تشکیل پاکستان میں سکھوں کا کردار

برطانوی ہند میں جغرافیائی بنیادوں پر نہیں بلکہ نظریاتی قومیت کی بناپر ہندو اکثریت کے لیے بھارت اور مسلم اکثریت کے لیے پاکستان دو ممالک تشکیل پائے۔ کل ہند سطح پر ان دو قوموں کا اپنی اپنی قوم کی آزادی اور ان کے لیے

---

1 سماجی خدمت، حسن حبیب، (ترجمہ و تلخیص، اجمل کمال) سہ ماہی "آج" 1995ء، ص: 263 تا 269

2 Government of Pakistan, 1998, op, cit

3 Pakistan Hindu Council, retrieved 28 july 2014

4 ibid

5 پاکستان تصور سے حقیقت تک، تالیف و ترجمہ، ڈاکٹر غلام حسین ذوالفقار، بزم اقبال کلب روڈ، لاہور، ص: 104

ایک آزاد وطن کی جدوجہد آزادی یا تحریک پاکستان کے نام سے موسوم کرتی ہے، یہ یقینا دو قومی نظریہ کا ہی ایک تہذیبی جدول clash of civilization تھا، جس کی حتمی صورت 14 اگست 1947ء کو دو آزاد ممالک بھارت اور پاکستان کا قیام اور اعلان ہے۔ البتہ پنجاب میں یہ مسئلہ سہ فریقی تھا، 1946ء کے عام انتخابات میں سکھ شرومنی اکالی دل اور اس کے صدر پردھان ماسٹر تارا سنگھ کی کمان میں پنجاب اسمبلی میں پنتھک پارلیمانی پارٹی کے نام سے پنجاب اسمبلی میں منتخب ہو کر بھی پہنچے تھے۔

سکھ سیاست تو بظاہر شرومنی اکالی دل کے نام پر ہو رہی تھی، جس میں ماسٹر تارا سنگھ کے علاوہ گیانی کرتار سنگھ، سردار بلدیو سنگھ وغیرہ شامل سیاست اور شامل پنجاب اسمبلی بھی، مگر عملا یہ ساری سکھ سیاست، آل انڈیا کانگریس کا پنجاب میں بازوئے شمشیر زن ثابت ہوئی۔

سکھ پنجاب میں ہندوؤں کے ہاتھوں استعمال ہوئے جس کا اظہار ماسٹر تارا سنگھ یوں کرتا ہے:

"میں نے لاہور میں 23 مارچ 1940ء کو پاکستان مردہ باد کا نعرہ لگایا اس نعرے کے نتیجے میں ہنوؤں نے مجھے اپنا لیڈر بنالیا مگر آج ہندو یہ کہہ رہے ہیں کہ پنجاب میں تمام قتل و غارت گری کا ذمہ دار میں ہوں"۔[1]

یہ بات واضح ہے کہ ماسٹر تارا سنگھ کی قیادت میں سکھوں نے جس قدر منظّم اور مسلح جتھوں کے ذریعے مشرقی پنجاب میں لاکھوں، بے گناہ مسلمانوں کا بے دریغ قتل عام کیا، وہ مسلمانوں کی نسل کشی سے کہیں بڑھ کر انسانیت کے خلاف سکھ سیاست کی "جنگ عظیم سوم" ہے۔[2]

ماسٹر تارا سنگھ

سکھوں میں ایک نمایاں نام کی حیثیت سے جانی پہچانی شخصیت ہے جس نے ہندوؤں کے ایماء پر پنجاب میں خون کی ہولی کھیلی۔

سردار نرندر سنگھ بھلیر رقم طراز ہے:

"سردار پٹیل نے ماسٹر تارا سنگھ پردھان اکالی دل کے نام بذریعہ چیک روپے بھیجے تھے، کہ ان روپوں سے ہتھیار وغیرہ خرید کر پنجاب میں مسلمانوں کی قتل و غارت گری شروع کی جائے اور اس طرح سے مسلمانوں کو مشرقی پنجاب سے نکالنے میں کامیابی حاصل کی جائے"۔[3]

28 فروری 1947ء کو ماسٹر تارا سنگھ نے کہا کہ:

"اگر مسلماں پنجاب پر راج کرنا چاہتے ہیں تو تصفیہ نہیں ہو سکتا ہم کسی حالت میں مسلمانوں پر اعتماد نہیں کر سکتے،

---

1 ماہنامہ سنت سپاہی (گورمکھی)، امرتسر، لاہور، اپریل 1951ء

2 ماہنامہ پریت لڑی (گورمکھی)، چندی گڑھ، اکتوبر 1956ء

3 سکھوں کے لیے ہندو اچھے کہ مسلمان، سردار نرندر سنگھ، ص: 107

سکھ اتنی طاقت رکھتے ہیں کہ مشرقی پنجاب سے مسلمانوں کو نکال باہر کریں"۔[1]

ماسٹر تارا سنگھ نے تو یہاں تک کہا:

"اگر مسلمانوں کو ان کے مطلوبہ حقوق دیئے گئے تو خون کی ندیاں بہا دی جائیں گی"[2]

مشرقی پنجاب سے مسلمانوں کا صفایا کرنے کے لیے کانگرس کی ہائی کمان نے ماسٹر تارا سنگھ کو روپیہ اور اسلحہ دے کر لالچ دیا تھا کہ مشرقی پنجاب سے مسلمانوں کو نکالنے سے سکھ مشرقی پنجاب میں اکثریت بن جائیں گے اسی وجہ سے تو ماسٹر تارا سنگھ نے ہندوؤں اور سکھوں کو کہا تھا کہ:

"ہندوؤ اور سکھو! آؤ تمہارے امتحان کا وقت آگیا ہے۔ دھرتی خون مانگ رہی ہے، بگل میں نے بجا دیا کہ مسلم لیگ کو ختم کر دو"[3]

مشرقی پنجاب میں سکھوں کے ہاتھوں مسلمانوں کا قتل عام

سکھوں کے ہفت روزہ" فتح "جو کہ نئی دہلی سے شائع ہوتا تھا نے تقسیم پنجاب کے وقت سکھوں کے بے تاج بادشاہ اور شرومنی اکالی دل کے صدر ماسٹر تارا سنگھ پر تنقید کرتے ہوئے لکھا ہے:

"دیش کی آزادی کے وقت ماسٹر تارا سنگھ نے دیش کی تقسیم کے خلاف آواز اٹھائی اور پاکستان کے سوال پر لاکھوں روپیہ جمع کیا اور متعدد کانفرنسیں بھی کیں اور اعلان کیا کہ میری لاش پر پاکستان بنے گا، مگر اپنی نادان عقل کی وجہ سے اور ذاتی اغراض کو مد نظر رکھتے ہوئے قوم کو پھر دھوکہ دیا اور لاہور سے پشاور تک جل رہے علاقے کے وقت خود بنگال میں جا بیٹھے"[4]

مسلمانوں کے قتل عام کرنے کے متعلق ایچ۔ وی۔ ہوڈسن لکھتا ہے:

"جیسے جیسے 15 اگست کی تاریخ کا وقت قریب آتا گیا حالات بدتر ہوتے گئے امرتسر اور ارد گرد سکھوں نے بڑے بڑے مسلح جتھوں کو تیار کیا جو مسلم اکثریت کے دیہات پر ایک ایک رات میں تین تین چار چار حملے کرتے تھے"[5]

پنجاب میں سکھوں کی خون ریزی کے حوالے سے کرم حیدری لکھتے ہیں:

---

1 سول اینڈ ملٹری گزٹ، یکم مارچ 1947ء

2 پاکستان کی قیمت، منشی عبدالرحمان خان، ص: 66

3 جب پاکستان بن رہا تھا، رفیق غوری، مکتبہ انجم، لاہور، 1982ء، ص: 292

4 ہفت روزہ" فتح" 21 دسمبر 1957ء، نئی دہلی

5 The Great ،Divid, H.V.Hudson, P: 403

"جب ہندستان اور پاکستان کے بیشتر حصوں میں لوگ یوم آزادی کی خوشیاں منا رہے تھے تو پنجاب میں یہ دن تشدد اور دہشت کا تھا۔ اطلاع کے مطابق اس سہ پہر کو مشرقی پنجاب کے ایک ایک قصبے میں سکھوں نے مسلمان عورتوں کو پکڑا انہیں عریاں کیا اور ان کی بے حرمتی کی پھر ان میں سے کچھ کو ذبح کر کے جلا دیا"۔[1]

لندن ٹائمز کے نامہ نگار ایان موریسن نے جالندھر سے 24 اگست کو جو رپورٹ بھیجی کچھ اس طرح ہے:

"برطانوی اور ہندستانی تجربہ کا فوجی افسران کا مشرقی پنجاب کے موجودہ قتل عام کے متعلق عام طور پر تبصرہ یہ ہے کہ جنگ کے میدان میں ہم نے جو کچھ دیکھا ہے یہ اس سے کہیں خوفناک ہے۔ سکھ مشرقی پنجاب میں مسلمانوں کا صفایا کر رہے ہیں وہ سینکڑوں کو روزانہ قتل کرتے ہیں اور باقیوں کو مغربی پاکستان کی طرف بھگا رہے ہیں"۔[2]

سکھ مسلم تعلقات

جہاں سکھ مسلمانوں کے خون کے درپے تھے تو وہاں ایسے بھی تھے جو ٹوٹے ہوئے دلوں کو جوڑنا چاہتے تھے۔

سردار کپور سنگھ جی لکھتے ہیں کہ:

"مئی 1947ء میں مسٹر جناح نے دو بھر کوششیں کیں کہ ماسٹر تارا سنگھ اور مہاراجہ پٹیالہ یادوندر سنگھ سے مل کر مسلمانوں اور سکھوں کے درمیان مستقل دوستی پیدا کی جائے جن سے میرا بھی دور، نزدیک کا تعلق ہے"۔[3]

آغا شورش کاشمیری نے اس تجویز کا ذکر کچھ یوں کیا جو مئی 1947ء میں مسٹر جناح جب لاہور آئے اور ماسٹر تارا سنگھ کے سامنے رکھنا چاہتے تھے:

۱۔ پنجاب تقسیم نہ ہو بلکہ پاکستان کا حصہ بنا دیا جائے، مسلمان تسلیم کرتے ہیں کہ راوی سے جمنا تک کا علاقہ سکھوں کی ماتر بھوتی Mother Land ہے اور اس طرح سکھ پاکستان میں انتر جاتی sub-nation رہیں گے اور انہیں اندرونی آزادی کے اختیارات ہوں گے۔

۲۔ پنجاب میں 33 فیصد سیٹیں سکھوں کے لیے محفوظ ہوں گی اور سارے پاکستان میں 20 فیصد حقوق اور سیٹیں سکھوں کے لیے مسلمان پختہ طور پر تسلیم کرتے ہیں۔ پاکستان کی ہائی کورٹوں اور سپریم کورٹ میں بھی یہی تناسب ہوگا۔

۳۔ پنجاب کا وزیر اعلی یا گورنر ہمیشہ سکھ ہوگا۔

۴۔ پاکستان کی فوج میں سکھ ہمیشہ 40 فیصد بھرتی کیے جائیں گے۔

---

1 ملت کا پاسباں، کرم حیدری، قائداعظم اکیڈمی، کراچی، 1981ء، ص: 207

2 ایضا، ص: 308

3 ساچی ساکھی، (گورمکھی)، سردار کپور سنگھ، ص: 144

۵۔ پاکستان میں کوئی قانون یا ودھان جسے سکھ اکثریت یہ کہے کہ یہ سکھوں کے خلاف "وتکرے" سے بھرا ہے پاس ہو کر لاگو نہیں ہو سکے گا۔[1]

گیانی ہری سنگھ جی بتاتے ہیں:

"میں بابا جیون سنگھ مذہبی دل کا پرودھان تھااور دل نے یہ ریزولوشن پاس کرکے مجھے اختیار دیا تھا کہ میں جناح سے بات چیت کرکے کوشش کروں کہ پنجاب کا بٹوارہ نہ ہو اور سکھوں اور مسلمانوں کا سمجھوتہ ہو جائے ۔۔۔۔ جناح صاحب بہت خوش ہوئے اور کہا کہ وہ سکھوں کو پاکستان کے اندر ایک خود مختار سٹیٹ دینے کے لیے تیار ہیں"۔[2]

تحریک و تشکیل پاکستان میں قادیانیوں کا کردار

یہ مسلمہ حقیقت ہے کہ قادیانیوں نے آزادی ہند کے ہر موڑ پر سازش اور غداری کی، مسجد کانپور کی شہادت، تحریک خلافت، سائمن کمیشن کی آمد ہند، جلیانوالہ باغ کا خونی حادثہ، گول میز کانفرنس، غرضیکہ ہر موقع پر انہوں نے شرمناک سازشیں کیں۔ اگر پہلی گول میز کانفرنس کو دیکھا جائے تو وہاں پر بھی سر فضل حسین ممبر وائسرائے کونسل نے سر ظفر اللہ کو محض اس لیے لندن بھجوایا کہ وہ کانگرسی رہنماء کی عدم موجودگی میں محمد علی جناح کو دوبدو جواب دے سکے۔

یو۔پی کے گورنر سر میلکم ہیلی کو مئی 1930ء کو ایک خط میں سر فضل حسین نے لکھا:

میں نہیں چاہتا کہ کانفرنس میں صرف جناح تقریر کرے اور اسے کوئی ٹوکنے والا نہ ہو۔ ایسا نڈر آدمی کانفرنس میں ضرور ہو جو جناح کو دوبدو جواب دے سکے۔۔۔۔ مجھے یقین ہے کہ شفاعت احمد اور ظفر اللہ اس فرض کی بجاآوری میں قطعاً دریغ نہیں کریں گے۔[3]

پہلی کانفرنس کے بعد سر ظفر اللہ نے دسمبر 1931ء میں دہلی میں ہونے والے اجلاس کی صدارت کا پروانہ حاصل کیا، لیکن مسلم زعماء نے قادیانی سازش کو ناکام بنا دیا۔ اس کے باوجود قادیانیوں نے دہلی میں نواب علی کی کوٹھی میں نام نہاد اجلاس بلا کر اس کی کاروائی اخبارات میں چھپوا دی۔[4]

اکھنڈ بھارت کے موئید

سر ظفر اللہ نے مختلف مواقع پر تحریک پاکستان کو نہ صرف نقصان پہنچایا بلکہ 1944ء میں تو ایک پمفلٹ بھی تالیف کیا جو کہ مرزا محمود احمد کے خیالات اور ان کی شخصیت کے بارے میں تھا۔اس میں لکھا کہ مرزا محمود احمد اکھنڈ بھارت کے موئید ہیں اور پاکستان جیسی علاقائی تحریک کے خلاف ہیں۔[5]

---

1 بوئے گل نالۂ دل دود چراغ محفل، شورش کاشمیری، مطبوعات چٹان لمیٹڈ، 88 میکلوڈ روڈ، لاہور، ص: 490 تا 493

2 روزنامہ جتھیدار، (گورمکھی) جالندھر، 19 اگست 1970ء۔

3 اقبال کے آخری دو سال، ڈاکٹر عاشق حسین بٹالوی، اقبال اکیڈمی، کراچی، 1961ء، ص: 259

4 تاریخ احمدیت، دوست محمد شاہد، ادارہ المصنّفین، ربوہ، 1967ء، 329/6

5 دی ہیڈ آف احمدیہ موومنٹ، سر ظفر اللہ، لندن، ص: 26

پاکستان کے بارے میں ان کے خیالات کیا تھے ان کا اظہار ذیل کی باتوں سے کیا جا سکتا ہے:۔

مرزا محمود احمد نے یہاں تک کہہ دیا کہ:

" ہم نے یہ بات پہلے بھی کہی ہے اور اب بھی کہتے ہیں کہ ہمارے نزدیک پاکستان کا بننا اصولاً غلط ہے"۔[1]

17 مئی 1947ء کو مرزا محمود احمد نے اپنے خطبہ میں پاکستان اور ہندوستان کی علیحدگی کو عارضی کہا۔

مرزا محمود احمد صاحب کے کہا:

" ممکن ہے عارضی طور پر کچھ افتراق ہو اور کچھ وقت کے لیے دونوں قومیں جدا جدا رہیں۔

مگر یہ حالت عارضی ہوگی، بہر حال ہم چاہتے ہیں اکھنڈ ہندوستان بنے"۔[2]

16 مئی کے خطبہ میں واضح طور پر کہا کہ:

" ہم ہندوستان کی تقسیم پر رضامند ہوئے تو خوشی سے نہیں بلکہ مجبوری سے اور ہم کوششیں کریں گے کہ کسی نہ کسی طرح یہ متحد ہو جائیں"۔[3]

غیر مسلم رہنما یہ سمجھتے تھے کہ اس آئین پاکستان کے ذریعے مسلم و غیر مسلم کے درمیان حقوق برابر رکھے گئے ہیں اس میں کوئی فرق نہیں کیا گیا۔

اس بات کا اعتراف کرتے ہوئے کے۔کے۔دتہ نے کہا کہ:

"آئین میں مسلم و غیر مسلم کے حقوق کے درمیان امتیاز نہیں برتا گیا"۔[4]

اس میں کوئی شک نہیں ہے کہ پاکستانی غیر مسلم شہریوں کو دیئے گئے حقوق محض پاکستانی راہنماؤں کی خود کرم فرمائی نہیں تھی بلکہ یہ وہ تصور اور نظریہ ہے جو اسلام میں پیغمبر اسلام اور خلفائے راشدین کے نظام خلافت میں دیا گیا ہے، جس سے ہر دور کا انسان مستفید ہونا چاہیے۔

1 خطبہ مرزا محمود احمد، الفضل، 12، 13 اپریل، 1947ء

2 ایضاً، 17 مئی 1947ء

3 ایضاً، 16 مئی 1947ء

4 Constituent Assembly of Pakistan Debates,28January, 1956, p: 2162

فصلِ سوم

غیر مسلم شہریوں کے مذہبی، معاشی اور معاشرتی حقوق

حقوق و فرائض کا معنی و مفہوم

غیر مسلموں کے حقوق کی بحث اس بات کی متقاضی ہے۔ کہ حقوق انسانی کے متعلق اسلامی نقطہ نظر اور قانون ساز اداروں کے نقطہ نظر سے آگاہی حاصل کی جائے۔ ذیل میں حقوق و فرائض کی تعریفات اور ان کے مستعمل الفاظ کا مختصر ذکر کیا جارہا ہے۔

حق کا لغوی اور اصطلاحی مفہوم

حق کا لغوی معنی

لفظ حق معنی و مفاہیم کے اعتبار سے اپنے اندر بڑی وسعت رکھتا ہے اسی وجہ سے اہل لغت نے اس کے مختلف معنی ذکر کئے ہیں۔

امام راغب اصفہانی لفظ حق کے بارے میں لکھتے ہیں:

"مادہ ح۔ق۔ق اصل الحق المطابقة والموافقة کمطابقة رجل الباب فی حقه۔۔۔فالاعصبیة اولیٰ فی ذالک"[1]

"اس کا مادہ ح۔ق۔ق ہے اور حق کی اصل مطابقت و موافقت ہیں جیسا کہ دروازے کی چول اپنے گھڑے میں اس طرح فٹ ہو کہ وہ اس میں اچھی طرح گھومتی رہتی ہے اور کہا جاتا ہے کہ میں نے حق کے متعلق اس سے جھگڑا کیا اور غالب رہا۔ اور حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے فرمایا کہ جب عورتیں اپنی جوانی کو پہنچ جائیں تو عصبہ زیادہ حقدار ہے"۔

ابن منظور کے مطابق حق یہ ہے کہ: "الحق نقیض الباطل"[2]

"حق باطل کی نقیض ہے"

فیروز آبادی حق کا معنی لکھتے ہیں:

"الحق یعنی الامرالمقتضی، الحق یعنی الملک،الحق یعنی الموت" [3]

"فیصلہ شدہ امر حق کہلاتا ہے، حق سے مراد ملکیت اور حق سے مراد موت ہے"۔

حق کے لیے انگریزی میں Right کا لفظ استعمال ہوتا ہے۔ آکسفورڈ ڈکشنری میں ہے:

---

1 المفردات فی غریب القرآن، حسین بن محمد، راغب اصفہانی، دارالقلم الدار الشامیہ، دمشق، بیروت، لبنان، 2010ء ص:125

2 لسان العرب، 51/10

3 قاموس المحیط، محمد بن یعقوب، فیروز آبادی، دارالکتب العلمیة، بیروت، لبنان، 1995ء، 1163/2

Right: "Good or justified, true or correct a fact"[1]

المورد میں ہے:

Right: " Proved to be true. to be or become established Pr confirmed, definite"[2]

قرآن میں "حق" کا استعمال

قرآن میں مستعمل مختلف چند معانی درج ذیل ہیں:

حق بمعنی اسلام

ارشاد الٰہی ہے:

﴿وَقُلْ جَاءَ الْحَقُّ وَزَهَقَ الْبَاطِلُ﴾ [3]

ترجمہ: فرما دیجئے حق آگیا اور باطل بھاگ گیا۔

الدامغانی نے یہاں "الحق" سے مراد "الاسلام" لیا ہے"[4]

علامہ ابن جوزی نے حق کے متعلق چار اقوال ذکر کیے ہیں:

۱۔ ان الحق الاسلام قال ابو صالح عن ابن عباس " بے شک حق سے مراد اسلام ہی ہے جس کو ابو صالح نے حضرت ابن عباس سے نقل کیا ہے۔

۲۔ ان الحق القرآن۔ حق سے مراد قرآن ہے۔

۳۔ ان الحق الجهاد۔ حق سے مراد جہاد ہے۔

۴۔ ان الحق عبادة الله۔ حق سے مراد اللہ کی عبادت ہے۔[5]

حق بمعنی توحید

ارشادِ الٰہی ہے:

﴿بَلْ جَاءَ بِالْحَقِّ وَصَدَّقَ الْمُرْسَلِيْنَ﴾ [6]

ترجمہ: حالانکہ وہ حق لے کر آیا تھا اور اس نے رسولوں کی تصدیق کی تھی

---

1 Oxford Advanced Learner,s Dictionry, p: 1011

2 المورد، روحی، البعلبکی، دار العلم للملامین، بیروت، لبنان، 2001ء، ص: 408

3 الاسراء: 17/ 81

4 قاموس القرآن، اواصلاح الوجوه والنظائر فی القرآن الکریم، الحسین بن محمد الدمغانی، مکتبہ دار العلم للملایین، 1983ء، ص: 139

5 زاد المسیر فی علم التفسیر، ابن جوزی، مکتبۃ السلامیۃ، بیروت، لبنان، 1404ھ، ص: 57-58

6 الصافات: 37/ 37

الحسین بن محمد الدمغانی کے نزدیک یہاں پر حق بمعنی توحید ہے۔
وہ لکھتے ہیں:
"اس آیت میں "الحق" "التوحید" کے معنی میں مستعمل ہے"۔[1]

حق بمعنی واجب

ارشادِ الٰہی ہے:
﴿أُولٰئِكَ الَّذِيْنَ حَقَّ عَلَيْهِمُ الْقَوْلُ﴾ [2]
قاموس القرآن میں الدامغانی لکھتے ہیں:
"یہاں پر حق واجب کے معنی میں استعمال ہوا ہے"۔[3]

حق بمعنی یقین

ارشادِ الٰہی ہے:
﴿اِنَّ الظَّنَّ لَا يُغْنِيْ مِنَ الْحَقِّ شَيْـًٔا﴾ [4]
ترجمہ: کوئی شک نہیں ہے کہ گمان حق سے تھوڑا سا بھی بے نیاز نہیں۔
مصطفٰی زرقا لکھتے ہیں:
"الحق هو اختصاص يقرربه الشرع سلطة اوتكليفا"[5]
وھبۃ الزحیلی نے "حق" کے بارے میں لکھا ہے کہ:
"الحق هو مصلحة مستحقة شرعا"[6]

عبدالرزاق السنہوری نے حق کو ایسی مالی و قیمتی مصلحت قرار دیا ہے جسے قانونی حیثیت حاصل ہے۔
فرماتے ہیں کہ:
"الحق مصلحةذات قيمة مالية يحميهاالقانون"[7]

---

1 قاموس القرآن، او اصلاح الوجوہ والنظائر فی القرآن الکریم، ص:140
2 الاحقاف:46/ 18
3 قاموس القرآن، او اصلاح الوجوہ والنظائر فی القرآن الکریم، ص:140
4 یونس:10/ 36
5 المدخل الفقہی العالم، مصطفٰی زرقا، الناشر دار العلم للطباعۃ والنشر والتوزیع، 10/3،2004
6 الفقہ الاسلامی وادلتہ، وہبۃ الزحیلی، دار الفکر، دمشق، شام، 1999ء، 9/4
7 مصادر الحق فی الفقہ الاسلامی، عبدرزاق السنہوری، مکتبہ الحلبی العقوقیہ، بیروت، لبنان، 7/1

"حق وہ قیمتی و مالی مصلحت ہے جسے قانون کی حمایت حاصل ہو"

حق کا اصطلاحی مفہوم

جس طرح حق کی لغوی تعریف پر دانشور، محققین اور ماہرین لغات نے سیر حاصل بحث کی ہے اسی طرح اصطلاحی مفہوم میں بھی مختلف تعریفات کی ہیں۔ان میں سے درج ذیل ہیں:

اردو دائرہ معارف اسلامیہ میں حق کا مفہوم اس طرح بیان کیا گیا ہے کہ:

"حق: ح۔ق۔ق سے ماخوذ ہے جس کا لغوی معنی مطابقت اور موافقت ہے۔۔۔۔ حق کا معنی حق اور فرض کے ہیں۔ جن میں "حکم" کا تصور شامل ہو جاتا ہے۔ لہٰذا "حق لی" کا مطلب وہ حق ہے جو مجھے حاصل ہے اور "حق علی" کا مطلب جو فرض مجھ پر عائد ہوتا ہے"۔

حقوق حق کی جمع ہے اسلامی شریعت میں قانونی حقوق و مطالبات مثلاً حد یعنی سزاوں اور حقوق العباد میں چاہے یہ حقوق نجی اور لازمی طور پر شہری ہوں واضح فرق ہے۔

اصطلاح عام طور پر قانونی ضوابط میں ملتی ہے معاصر مصطلحات کی رو سے حقوق صرف قانون کے رائج الوقت معنوں میں استعمال ہوتا ہے۔ شعبہ قانون کو کلیۃ الحقوق کہتے ہیں۔[1]

سالمنڈ Salmond حق کی تعریف میں لکھتا ہے:

Right: "A right is an interest recognized and protected by a rule of right . It is an intrest, respect for wich is a duty, and the disregard of which is a wrong".[2]

حق وہ مفاد ہے جسے قانون کا کوئی اصول تسلیم کرتا ہو اور اس کی حفاظت بھی کرتا ہو۔ یہ ایسا مفاد ہے جس کا احترام فرض اور پامال ناجائز ہے۔

لاسکی حق کے بارے میں لکھتا ہے کہ:

" Rights in fact, are those conditions of social life without which no man can seek, in general to be at this best ".[3]

---

1 اردو معارف اسلامیہ، دانش گاہ پنجاب، لاہور، 1971ء، 437/8

2 Jurisprudence, salmond,printed Sweet and Nexwell, Limited, london, 1924, P: 236

3 A Gramar of Politics, Laski, H.J, Georgy Allen Union Ltd, London, 1970, P: 91

"حقوق معاشرتی زندگی کے ایسے لوازم ہیں جن کے علاوہ عام طور پر کوئی بھی فرد اپنی ذاتی صلاحیت کو اچھے طریقے سے بروئے کار نہیں لا سکتا"۔

فرائض کا لغوی و اصطلاحی معنی و مفہوم

فرض کا لغوی معنی

"حلیہ، کمان کی جگہ عائد کی گئی، اس کی جمع فرائض ہے"[1]

فرض کی اصطلاحی تعریف

"اصطلاح میں فرض وہ ہے جو اللہ کا بندوں پر مقرر کیا ہوا قانون ہو یا وہ چیزیں جو انسان نے اپنے اوپر لازم کر لی ہوں"۔[2]

حق اور فرض کا تعلق Relation Between Rights and Duties

حق یا فرض کے ساتھ ایک قانونی پابندی یا ذمہ داری ہوتی ہے جس کے ذریعے دو یا دو سے زیادہ افراد کو باندھ دیا گیا ہوتا ہے۔ فرض کا وجود اس کے حقدار کے بغیر ممکن نہیں اور نہ ہی کوئی اس وقت تک حق ہو سکتا ہے جب تک کوئی اس کا دعوی دار نہ ہو، اسی طرح کوئی زیادتی یا ناجائز فعل متصور نہیں ہو سکتا جب تک کہ کوئی شخص نہ ہو جس کا حق غصب کیا گیا ہو۔

V.D.Mahajan نے اس تعلق کے بارے میں کہا کہ:

It is a debatable question whether rights and duties are necessarily co-relative..................There can be no right without a corresponding duty or a duty without a wife, or a father without a child.

Every duty is a duty toward some person is whom a corresponding right is vested. .... Like Wise, there can be no right unless there is some one from whom it is claimed.[3]

اس وقت پوری دنیا قومی حکومتوں پر مشتمل ہے جبکہ پاکستان واحد ملک ہے جو کسی علاقائی قومیت کی وجہ سے پاکستان نہیں کہلایا بلکہ مختلف علاقائی قومیت رکھنے والے مسلمان اس کے باشندے ہیں اور مذہب کا رشتہ ان کو ایک قوم بناتا ہے۔ پاکستانی مسلمانوں کے ساتھ اس ملک میں اقلیتیں بھی آباد ہیں۔

---

1 المنجد، لوئیس معلوف، مجلس علم ودانش، کراچی پاکستان، ص: 740

2 بنیادی حقوق، صلاح الدین، ادارہ ترجمان القرآن، لاہور، ط،2، 1978، ص: 40

3 Jurisprudence, Mahajan, V.D., Punjab Law House, Lahore, P:296

بانی پاکستان قائداعظم محمد علی جناح کو برصغیر پاک و ہند میں بسنے والی اقلیتوں کے مذہبی، معاشرتی، معاشی حقوق کا اس قدر خیال تھا کہ قیام پاکستان سے قبل ہی اپنی تقاریر و بیانات میں اکثریتی آبادی کے ساتھ ساتھ اقلیتی فرقے کے تحفظ کے لیے بھی فکر مند رہتے تھے۔

2 جون 1941 کو اوٹاکمنڈ میں جلسہ عام میں اقلیتوں کے مسئلہ کو نمٹاتے ہوئے قائد نے کہا:

"اقلیتوں کو نظر انداز نہیں کیا جائے گا، خواہ وہ مسلمان ہوں، ہندو منطقوں میں یا ہندو ہوں مسلم منطقوں میں، جو سمجھوتا ہو گا ہم اس بات کا خیال رکھیں گے کہ اقلیتوں کا مکمل طور پر اور اس انداز سے تحفظ کیا جائے جس انداز سے کسی اقلیت کا کسی مہذب حکومت کے ماتحت ہو سکتا ہے"۔[1]

14 اگست 1947 کو لارڈ ماونٹ بیٹن نے اپنی تقریر میں کہا تھا کہ پاکستان غیر مسلموں کے ساتھ وہی رواداری اور سلوک کرے گا جو مغل حکمران اکبر نے کی تھی۔ جس کے جواب میں قائداعظم نے کہا تھا کہ اکبر نے کوئی نیا کام نہیں کیا یہ کام 1400 سال پہلے آپ ﷺ نے بھی اپنے مفتوحہ علاقوں میں بسنے والے یہود و نصاریٰ سے کیا تھا۔ اور ان کے مذہب و عقائد کے سلسلے میں انتہائی احترام اور رواداری کا اہتمام کیا تھا۔[2]

قائداعظم محمد علی جناح نے 30 اکتوبر 1947 کو ریڈیو پاکستان لاہور سے براہ راست خطاب کرتے ہوئے اقلیتوں کے حقوق و مفادات کے تحفظ پر زور دیتے ہوئے کہا:

"اقلیتوں کی حفاظت کی جائے گی اور پناہ گزینوں کے تحفظ اور بہبود کا ہر طرح سے کام کیا جائے گا"۔[3]

بانی پاکستان کے تمام بیانات و تقاریر اور اعمال سے ایک ہی پیغام نظر آتا ہے وہ یہ کہ پاکستان تمام بسنے والے باشندوں کا ہے۔ لہٰذا مسلم و غیر مسلم کی تفریق کیے بغیر ایک دوسرے کے حقوق کا نہ صرف خیال رکھا جائے بلکہ احترام بھی کیا جائے۔

پاکستان ایک اسلامی ریاست ہے جیسا کہ آئین پاکستان کے مقدمہ میں مرقوم ہے:

"تمام کائنات پر اللہ قادر مطلق کی حاکمیت ہے اور اللہ ہی کی جانب سے متعین کیے ہوئے اختیار کی حد میں رہتے ہوئے ان کا استعمال کرنا ہر پاکستانی عوام کی ایک مقدس امانت ہے"۔[4]

---

1 قائداعظم کی تقاریر و بیانات، 500/2

2 Qaid.i.Azam M. A Jinanah, S.M BURKE, P: 355

3 پاکستان تصور سے حقیقت تک، ص: 340

4 آئین پاکستان 1973، ابتدائیہ۔

بانی پاکستان قائداعظم محمد علی جناح اگرچہ انگریزی تعلیم یافتہ ہونے کے ساتھ ساتھ ظاہرا مذہبی بھی نہیں لگتے تھے مگر حقیقتاًاو اسلامی سوچ و فکر کے حامل ، اسلامی رواداری کے علمدار اور ساری انسانیت کے ساتھ حسن سلوک کے اسلامی اصول سے خوب واقف تھے۔

آپ نے فرمایا:

"آدمی کو قرآن مجید میں خلیفہ خدا کہا گیا ہے۔ اس خطاب کے استحقاق کے لیے ہم پر فرض عائد ہوتا ہے کی ہم بندگان خدا سے اچھا برتاؤ کریں جیسا خدا ہم سے کرتا ہے"۔[1]

5 جنوری 1938ء کو الہ آباد یونیورسٹی سٹوڈنٹس یونین سے خطاب میں آپ نے کہا کہ :

"جب تک اقلیتوں کا مسئلہ حل نہیں ہوتا ہندوستان آزاد نہیں ہو سکتا اس موقع پر ہندو اچھوت ایسوسی ایشن کے وفد نے نہ صرف ملاقات کی بلکہ ان سے مدد چاہی اور جداگانہ انتخاب کا مطالبہ کیا"۔[2]

حکومت ہند کے طرز عمل سے بھلائی و خیر کی امید نہ تھی مگر پاکستان میں موجود غیر مسلموں کے حقوق کی حفاظت آپ اپنی حکومت کی اخلاقی و قانونی ذمہ داری سمجھتے تھے۔اس کے لیے قوم کی ذہن سازی فرمارہے تھے۔

آپ شروع ہی سے سب اقلیتوں کی بات کرتے تھے جس میں مسلم وغیر مسلم کی کوئی تخصیص نہ تھی۔ مثلاً آل انڈیا مسلم لیگ لیجسلیچرز کونسل میں جو ریزولیشن resolution پاس کیا گیا اس میں اقلیتوں کے متعلق حسب ذیل وضاحت تھی کہ پاکستان اور ہندوستان کی اقلیتوں کو لاہور میں 23 مارچ 1940ء کے آل انڈیا مسلم لیگ کے اجلاس میں منظور کیے ہوئے ریزولیشن resolution کی روشنی میں تحفظات مہیا کیے جائیں۔ اس لیجسلیچرز کونسل میں مسلم لیگی ارکان اسمبلی سے جو حلف لیا اس کی عبارت کچھ اس طرح تھی :

میں لیجسلیٹو اسمبلی یا کونسل کی مسلم لیگ پارٹی کا کارکن ہوں۔ اپنے اسی راسخ عقیدے کا اقرار کرتا ہوں کہ ملت اسلامیہ جو بر صغیر ہندوستان میں آباد ہے اس کا تحفظ اور سلامتی، نجات اور خوش نصیبی حصول پاکستان میں مضمر ہے۔ جو آئینی مسئلے کا واحد منصفانہ، باعزت اور عادلانہ حل ہے۔ اور یہی حل اس عظیم بر صغیر میں بسنے والی مختلف قوموں اور اجتماعی ہستیوں کے لیے امن آزادی اور خوشحالی کا پیامبر ہو گا۔[3]

اسی کی ترجمانی 6 مارچ 1947ء کو آپ نے اس انداز سے کی کہ :

---

1 قائداعظم محمد علی جناح ادیبوں کی نظر میں ، شیما مجید، قائداعظم اکیڈمی، کراچی، 1993ء، ص: 34

2 قائداعظم محمد علی جناح، محمد علی صدیقی، قائداعظم اکیڈمی، کراچی، 1999ء، ص: 282

3 ملت کا پاسبان، کرم حیدری، قائداعظم اکیڈمی، کراچی، 1983ء، ص: 246

"میرا ایمان ہے کہ ایسی حکومت کو زندہ رہنے کا کوئی حق نہیں جو اقلیتوں سے ناانصافی کرے اور انہیں خوفزدہ کرے۔آپ نے بتایا کہ پاکستان میں اقلیتوں کے حقوق کا پوری طرح تحفظ ہو گا انہیں تمام جائز مراعات حاصل ہوں گی۔اس کے متعلق کسی قسم کے خوف یا بدگمانی کی ضرورت نہیں کیونکہ وہ بھی پاکستان کے ایسے ہی آزاد شہری ہوں گے جیسے کسی اور مہذب ملک کے ہو سکتے ہیں"۔[1]

قائداعظم کا مرکزی قانون ساز اسمبلی سے خطاب اور غیر مسلموں کے حقوق

آپ نے پاکستان کے حاکم اعلی کی حیثیت سے ۱۱ اگست ۱۹۴۷ء کو جب مرکزی قانون ساز اسمبلی سے خطاب کیا تو اس میں بھی آپ نے ارکان اسمبلی کو غریبوں کی دست گیری کی تاکید کی اور ساتھ ہی اسلام کے ایک حقیقی ترجمان کی حیثیت سے یہ بھی واضح کر دیا کہ مذہب، ذات پات یا رنگ و نسل کی وجہ سے کوئی شخص امتیازی سلوک کا مستحق نہ سمجھا جائے گا۔

آپ نے فرمایا:

"اگر ہم پاکستان کی اس عظیم سلطنت کو خوشحال دیکھنا چاہتے ہیں تو ہمیں اپنی تمام مساعی اس کے باشندوں خصوصا عام لوگوں اور غریبوں کی فلاح و بہبود کے لئے وقف کر دینی چاہئیے۔اس ملک جس کی آج ہم بنیاد ڈال رہے ہیں ذات پات یا مذہب کی بنیاد پر کسی سے امتیازی سلوک نہیں کیا جائے گا۔اس بنیادی اصول سے آغاز کیا جا رہا ہے کہ ہم ریاست میں برابر شہری ہوں گے"۔[2]

1956ء کا آئین اور غیر مسلموں کے مذہبی، معاشی اور معاشرتی حقوق

1956ء میں پاکستان کا پہلا دستور منظور ہوا جس میں پاکستان میں بسنے والوں کے جملہ حقوق کے مساوی تحفظ کی ان الفاظ میں ضمانت دی گئی:

چونکہ پاکستان قائداعظم کے اعلان کے مطابق اسلام کے معاشرتی انصاف کے اصولوں پر مبنی ایک جمہوری ریاست ہو گی۔ جس میں جمہوریت، آزادی، مساوات، رواداری اور معاشرتی انصاف کے اصولوں کا اسلامی تعلیمات کے مطابق مکمل نفاذ ہو گا۔ جس میں اقلیتوں کو اپنے مذہبی فرائض کی ادائیگی اور ثقافت کی نشوونما کی مکمل آزادی ہو گی۔ اور جس میں عدلیہ کو مکمل آزادی ہو گی اور پاکستان کے مختلف علاقوں کی سلامتی و تحفظ اور شہریوں کے تمام حقوق کا مکمل احترام ہو گا تا کہ اہل پاکستان اقوام عالم میں اپنا وقار اور جائز مقام حاصل کر سکیں۔[3]

1956ء کا آئین اور غیر مسلم شہریوں کے مذہبی حقوق

اس دستور کی تمہید Preamble میں غیر مسلموں کے مذہبی و بنیادی حقوق کے تحفظ کی ضمانت ان الفاظ میں دی گئی ہے

---

1 The Nation Voice iv, Waheed Ahmad, P: 494

2 قائداعظم محمد علی جناح ادیبوں کی نظر میں، ص: 34

3 پاکستان میں نظام اسلام کے نفاذ کی کوشش، پروفیسر زکریا ساجد، جدید بک ڈپو، لاہور، 1987ء، ص: 258

اقلیتوں کے مذاہب کی حفاظت کی جائے گی وہ اپنی مذہبی رسومات ادا کرنے میں آزاد ہوں گے اس کی وضاحت کی گئی ہے کہ:

ہر شہری مذہب کی تبلیغ کرنے کا حق رکھتا ہے اور جس طرح چاہے اپنے مذہبی ادارے کا انتظام کرے اس میں کسی قسم کی کوئی رکاوٹ نہیں ہوگی۔ یہ بھی واضح کیا گیا ہے کہ کسی شخص کو اپنے مذہب کے سوا دوسرے مذہب کے مقاصد پورا کرنے کے لیے مجبور نہیں کیا جائے گا۔[1]

1956ء کا آئین اور غیر مسلم شہریوں کے معاشی حقوق

اس آئین کے تحت غیر مسلم شہریوں کو معاشی آزادی کا حق بھی دیا گیا ہے کہ تکنیکی و فنی تعلیم کے اداروں میں جہاں سیٹیں ہوتی ہیں وہاں اقلیتوں کا کوٹہ بھی ہوتا ہے۔

آئین میں ہے کہ:

"کسی بھی شخص کو جائے پیدائش، مذہب یا ذات پات کی بناء پر کسی تعلیمی ادارے میں داخلہ لینے پر پابندی نہیں لگائی جا سکتی"۔[2]

جس کے باعث ہندو، عیسائی، پارسی اور دیگر غیر مسلم شہری ان اداروں سے یکساں تعلیم حاصل کرکے اپنی فنی و تکنیکی صلاحیتوں کی بناء پر اعلی سرکاری عہدوں پر فائز ہوتے ہیں اور علمی و فنی خدمات کی بناء پر معاوضہ و مراعات موصول کرتے ہیں۔

1956ء کا آئین اور غیر مسلم شہریوں کے معاشرتی حقوق

اس دستور میں تمام پاکستانیوں خصوصا غیر مسلموں کے جملہ معاشرتی حقوق کے مساوی تحفظ کی ضمانت ان الفاظ میں دی گئی ہے:

پاکستان قائد کے اعلان کے مطابق اسلام کے معاشرتی انصاف کے اصولوں پر مبنی ایک جمہوری ریاست ہے۔۔۔ جس میں اقلیتوں کو مذہبی فرائض کی ادائیگی کے ساتھ ساتھ ثقافت کی نشوونما کی مکمل آزادی ہوگی۔[3]

ووٹ کے حق کے متعلق جو کہ معاشرتی حق ہے اس قانون میں مذکور ہے کہ: ریاست اقلیتوں کے حقوق کا تحفظ کرے گی اور ان کی وفاقیت اور صوبوں میں مناسب نمائندگی دے گی-[4]

---

1 تاریخ آئین پاکستان 1909ء تا 1973ء، ایم۔اے ملک، پی ایل ڈی پبلیشرز، لاہور، 1991ء، ص: 59

2 ایضا: ص: 58

3 پاکستان میں نظام اسلام کے نفاذ کی کوشش، ص: 258

4 تاریخ آئین پاکستان 1909ء تا 1973ء، ص: 54

آئین پاکستان 1962ء میں مذہبی، معاشی اور معاشرتی حقوق

1962ء میں دوبارہ آئین سازی کی گئی جس میں بھی منجملہ دیگر امور کے غیر مسلم شہریوں کو لازمی طور پر حفاظت و تحفظ کی ضمانت دی۔

آئین کی تمہید میں مذکور ہے:

"اقلیتوں کی مذہبی و معاشرتی حقوق کا تحفظ کیا جائے گا"۔[1]

اس دستور میں تمام پاکستانی شہریوں کی بلا امتیاز مسلم و غیر مسلم تمام مذہبی، معاشی اور معاشرتی حقوق کی ضمانت دی گئی ہے، جس کا خلاصہ درج ذیل ہے:

- تمام شہری قانونی طور پر برابری کی سطح پر ہوں گے
- رہائش کے معاملے میں مسلم و غیر مسلم کی تفریق کے بغیر مکمل اختیار ہے کہ جہاں چاہے رہے
- اظہار رائے کی مکمل آزادی ہو گی
- تجارت و پیشہ اختیار کرنے میں کسی کو کوئی رکاوٹ نہیں ہو گی
- ہر شہری اپنی ثقافت و زبان کے تحفظ کا حقدار ہو گا۔[2]

1973ء کے آئین و قانون کے تحت غیر مسلم شہریوں کے مذہبی، معاشی اور معاشرتی حقوق

1969ء کے ہنگاموں اور سیاسی انتشار کے بعد جنرل محمد یحیٰی خان نے اقتدار سنبھالہ تو 1962ء کا دستور کالعدم ہو گیا۔ 1971ء کی جنگ، سقوط بنگال اور اختتام مارشل لاء پر ذوالفقار علی بھٹو کے زیر اقتدار جب عوامی حکومت قائم ہوئی تو 1973ء میں نئے سرے سے قانون سازی ہوئی جس میں حسب سابق تمام غیر مسلم شہریوں کو حقوق کے تحفظ کی مکمل ضمانت دی گئی۔

اسلام میں غیر مسلموں کے ساتھ رواداری اور مساوات کے برتاو کی تعلیمات دی گئی ہیں، لہٰذا اسلامی ریاست کی حیثیت سے اس میں غیر مسلم شہریوں کو مذہبی، معاشی اور سیاسی آزادی کے حقوق دیئے گئے ہیں۔ پاکستانی آئین و قانون میں اقلیتوں کے حقوق کا واضح ذکر موجود ہے۔

غیر مسلم شہریوں کے مذہبی حقوق

پاکستان میں غیر مسلم شہریوں کو مذہبی عقائد و رسومات کی ادائیگی کی مکمل آزادی حاصل ہے۔

مذہبی عقائد و رسومات کی ادائیگی

مذہبی آزادی ہر فرد کا بنیادی حق ہے خواہ کو کسی بھی ملک کا شہری ہو جبکہ پاکستان میں بسنے والے شہری

---

1 تاریخ آئین پاکستان 1909ء تا 1973ص: 82

2 ایضا: ص: 85

بھی خواہ وہ مسلم ہوں یا غیر مسلم ہوں ان کا بنیادی حق ہے۔یہی وجہ ہے کہ پاکستانی آئین و قانون میں اس حق کا ذکر اس انداز سے مذکور ہے۔

آرٹیکل 20 کا جز الف اور ب :

ا۔ "ہر شہری کو مذہب کی پیروی کرنے اور اس پر عمل پیرا ہونے، اس کی تبلیغ کرنے کا مکمل حق ہو گا۔

ب۔ تمام مذہبی فرقوں کو اپنے مذہبی اداروں کے قیام ،انہیں برقرار رکھنے اور ان کا انتظام و انصرام کرنے کا مکمل حق ہو گا"[1]

آرٹیکل 22 کا جز الف میں مذہبی آزادی کا تذکرہ ان الفاظ میں کیا گیا ہے:

" کسی بھی فرد کو مذہبی تعلیم حاصل کرنے یا کسی مذہبی تقریب میں حصہ لینے ،مذہبی عبادت میں شرکت کرنے پر مجبور نہیں کیا جائے گا"[2]

اجتماع کی آزادی

آرٹیکل 16 کے تحت غیر مسلم شہریوں کو اجتماع کی آزادی حاصل ہے۔

آرٹیکل 16 میں مذہبی آزادی کا ذکر ان الفاظ میں ہے:

"امن و امان کے مفاد میں قانون کے ذریعے عائد کردہ پابندیوں کے تابع ہر شہری کو پر امن اور اسلحہ کے بغیر ایک جگہ اکھٹے ہونے کا حق ہو گا"۔[3]

مذہبی اجتماع کے حوالے سے آرٹیکل 296 میں ہے کہ :

"جو کوئی کسی جائز طریقہ پر مذہبی عبادت یا مذہبی رسومات کی ادائیگی میں مصروف ہو، اور وہ عملا خلل ڈالے تو اسے کسی ایک قسم کی سزا سزائے قید اتنی مدت کے لئے دی جائے گی جو ایک سال تک ہو سکتی ہے یا جرمانے کی سزائیں دی جائیں گی"۔[4]

اسی طرح آرٹیکل 227 کے مطابق ہر مذہب و مسلک سے تعلق رکھنے والے شخص کے شخصی قوانین کی تعبیر انہیں کے مذاہب و مسالک کے مطابق ہو گی۔

اسی بنا پر پاکستان میں کرسچن میرج اینڈ ڈیوورس ایکٹ 1872ء سیکشن 23 اور 37 کے تحت نکاح و طلاق کے مسائل انہیں کے مذاہب کے مطابق ہوں گے۔

---

1 آئین اسلامی جمہوریہ پاکستان 1973ء، آرٹیکل 20

2 ایضا: آرٹیکل 22 جز الف 49

3 ایضا: آرٹیکل 16

4 ایضا: آرٹیکل 296

اسی طرح ہندو میرج ایکٹ 2017ء میں بھی ہندو مذہب کے مطابق ہندوؤں کو رسومات کی اجازت حاصل ہے۔[1]

جہاں تک عقوبات کی بات ہے تو یہ شخصی قانون میں آتے ہیں اس لیے اس آرٹیکل کے تحت سوائے شادہ بیاہ کے معاملات کے باقی معاملات میں سزا آئین پاکستان کے مطابق ہی ہوں گی۔

مقدس مقامات کی تقدیس

مقدس مقامات کی بے حرمتی کے حوالے سے آرٹیکل 297 میں ہے کہ:

"جو کوئی کسی شخص کے مذہب کی تذلیل کرنے کی نیت سے یا اس علم سے کہ اس طرح سے کسی کے جذبات مجروح ہونے یا کسی کے مذہب کی تذلیل کرنے کا احتمال کرے، کسی عبادت گاہ میں یا کسی ایسی جگہ جو رسومات تدفین کے لیے ہوں، بے جا مداخلت کرے تو اسے کسی ایک سزا، سزائے قید اتنی جو کہ ایک سال ہو سکتی ہے یا اسے جرمانے کی سزائیں دی جائیں گی"۔[2]

محترم شخصیات کی عزت ناموس

مقدس شخصیات کی عزت ناموس کے بارے میں آرٹیکل 298 الف میں ہے کہ:

"جو کوئی الفاظ کے ذریعے خواہ وہ زبانی ہوں یا تحریری یا مرئی نقوش کے ذریعے یا کسی تہمت، کنایہ یا درپردہ تعریض کے ذریعے بلا واسطہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم، کسی زوجہ مطہرہ، آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے اہل بیت، خلفائے راشدین یا صحابہ میں سے کسی کی توہین کا مرتکب ہو گا تو اسے کسی ایک قسم کی سزا، سزائے قید جو تین سال، جرمانے کی سزا، یا دونوں دی جائیں گی"۔[3]

پاکستان میں بسنے والے غیر مسلم شہریوں کو ان کے عقائد و رسومات میں شرکت کرنے اور مذہبی عقائد کے مطابق زندگی گزارنے کا مکمل حق حاصل ہے۔ عیسائیت کے حوالے سے اطلاع و نشریات کے ایک سابقہ وزیر مملکت نے کیتھولک پریس ایسوسی ایشن کے زیر اہتمام ریڈیو سکرپٹ رائٹنگ کورس کے شرکا سے خطاب میں کہا: "پاکستان کی حکومت مسیحیت سمیت تمام مذاہب کا احترام کرتی ہے، یہی وجہ ہے کہ تمام مذاہب کو اپنے مذہبی اصولوں کا پرچار کرنے اور اپنے تہواروں کو اپنی مرضی سے منانے کی آزادی حاصل ہے"۔[4]

---

1 Hindu marige act, National Assembly Secretariat, Islamabad, 21, march, 2017

2 آئین اسلامی جمہوریہ پاکستان 1973ء، آرٹیکل 297

3 ایضا: آرٹیکل 298 الف

4 نوائے وقت، پاکستان، 29 اپریل، 1989

غیر مسلم شہریوں کی سرکاری تعطیلات

پاکستان میں غیر مسلم شہریوں کو ان کے مذہبی عقائد کی ادائیگی، مذہبی تہوار اور رسوم و رواج کی مکمل آزادی حاصل ہے۔ یہی وجہ ہے کہ ان کے مذہبی تہواروں کے موقع پر حکومت کی طرف سے چھٹی کی اجازت ہوتی ہے۔ جن تہواروں پر انہیں چھٹی کی اجازت ہے وہ درج ذیل ہیں:

"کرسمس، ہولی، بسنت، پنچمی، بساکھی، شوراتری، خوردسال، جنم اشٹمی، دسہرہ، درگاپوجا، میلاد گورو بالمیک سوامی جی، بدھا پورینما، دیوالی، میلاد بابا گورونانک دیوجی، کرسمس کے بعد کا دن، ایسٹر"۔[1]

پاکستان میں مسیحی شہریوں کی مذہبی آزادی

پاکستان میں مسیحیوں کو نہ صرف مذہبی تہواروں میں شرکت کرنے اور مذہبی عقائد کے مطابق زندگی گزارنے کے مواقع فراہم کیے جاتے ہیں بلکہ ان تہواروں پر تعطیلات کا بھی اہتمام کیا جاتا ہے۔

اطلاع و نشریات کے وزیر نے 29 اپریل 1998ء کو کیتھولک پریس ایسوسی ایشن کے زیر اہتمام ریڈیو سکرپٹ رائٹنگ کورس کے شرکا سے مخاطب ہو کر کہا:

"حکومت پاکستان مسیحیت سمیت تمام مذاہب کا احترام کرتی ہے اور مساوات و اخوت کے اصولوں پر یقین رکھتی ہے۔ یہی وجہ ہے کہ تمام مذاہب کو اپنے مذہبی اصولوں کا پرچار کرنے اور تہواروں کو اپنی مرضی سے منانے کی آزادی ہے"۔[2]

کم تنخواہ والے سرکاری مسیحی ملازمین کا سرکاری خرچ پر مذہبی رسومات کی ادائیگی کے لیے مقدس مقام ویٹی کن جانا بھی ان کے حقوق کی آزادی کی عکاسی کرتا ہے۔ اس حوالے سے اپریل 1995ء کے دوران کم تنخواہ یافتہ دس سرکاری ملازمین کو ویٹی کن شہر جو اٹلی میں واقع ہے ۵، ۴ دن کے لیے ایسٹر کی تقریب میں شرکت کے لئے وزیر اعظم کی ہدایت پر سرکاری خرچ پر بھیجا گیا۔ ان کے آنے اور جانے پر ۴ لاکھ ۲۷ ہزار روپیہ خرچ کیا گیا۔[3]

پاکستان میں ہندو شہریوں کی مذہبی آزادی

ہندو جن کی کل آبادی 1.86% فیصد ہے اس کے باوجود حکومت پاکستان کی طرف سے انہیں مکمل مذہبی حقوق حاصل ہیں۔

اس کا اندازہ صرف ان کے مذہبی تہواروں کے موقع پر خصوصی پروگرام جو نشر ہوتے ہیں سے باخوبی کیا جاسکتا ہے۔

ریڈیو پاکستان لاہور پر مذہبی تہواروں کے موقع پر سال میں چار بار ان کے مخصوص پروگرام نشر کیے جاتے ہیں۔

---

1 اقلیتوں کی سرکاری تعطیلات، "المذاہب"، ص: 240، جلد: 7، شمارہ: 8، اگست 1995ء

2 نوائے وقت، پاکستان، 29 اپریل، 1989

3 المذاہب، ص: 9، جلد: 7، شمارہ 12، دسمبر، 1995

نمبر شمار	تقریب	دورانیہ پروگرام
1	جنم اشٹمی	20 منٹ
2	دسہرا	10 منٹ
3	بالمیک جی کا جنم دن	10 منٹ
4	دیوالی	10 منٹ[1]

جبکہ ریڈیو پاکستان حیدرآباد پر مذہبی تہواروں کے موقع پر سال میں تین بار ان کے مخصوص پروگرام نشر کیے جاتے ہیں۔

نمبر شمار	تقریب	دورانیہ پروگرام
1	دسہرا	30 منٹ
2	ہولی	30 منٹ
3	دیوالی	30 منٹ[2]

ایک ہندو، چمن یاور نے غیر مسلموں کے مقدس مقامات کی حفاظت کے بارے میں کہا:

"اقلیتوں کی جان مال کی حفاظت کے ساتھ ساتھ پاکستان میں غیر مسلموں کے جتنے بھی مقدس مقامات ہیں، حکومت ان کی بھی حفاظت اور نگہداشت کر رہی ہے"۔[3]

پاکستان میں سکھ شہریوں کی مذہبی آزادی

سکھوں اور ہندووں کا قیام پاکستان کے وقت گوردوارے اور مندر چھوڑ کر بھارت چلے جانے کے بعد گوردوارے اور مندر بے مصرف رہ گئے۔ جس پر حکومت پاکستان نے ایک ادارہ قائم کیا جس کا نام " متروقہ وقف املاک بورڈ " رکھا جس نے 1960 میں باقاعدہ کام شروع کیا۔ ہندووں اور سکھوں کی متروکہ املاک کی دیکھ بھال اور یاتریوں کے پاکستان میں قیام کے انتظامات وغیرہ کی ذمہ داری براہ راست اس بورڈ کو سونپی گئی ہے۔

اگرچہ پاکستان میں سکھوں کے مذہبی و تاریخی گوردواروں کی یاترا قیام پاکستان کے ساتھ ہی شروع ہو چکی تھی تاہم باقاعدگی سے یہ سلسہ متروکہ وقف املاک بورڈ کے پیام کے بعد 1964 میں شروع ہوا۔ ہر سال سکھ اپنی مذہبی تقریبات میں شرکت کے لیے گروہوں کی شکل میں آتے ہیں۔

ان کی چار مذہبی تقریبات کے نام اور مقام درج ذیل ہیں:

---

1 ماہنامہ " الحق"، پاکستان میں غیر مسلموں کی تبلیغی سرگرمیاں، اکوڑہ خٹک، ص: 29، جلد: 23، شمارہ 6، مارچ 1988

2 ایضا

3 پاکستان میں اقلیتوں کو مکمل آزادی حاصل ہے، ص: 40

مقام	نام تقریب
ننکانہ صاحب	بابا گرو نانک کا یوم پیدائش
حسن ابدال	میلہ بیساکھی
لاہور	جوڑ میلہ
لاہور [1]	برسی مہاراجہ رنجیت سنگھ

پاکستان میں بسنے والے ہر فرد کو یہ آزادی حاصل ہے کہ وہ اپنے مذہبی عقائد و رسومات کو اپنے مذہب کے مطابق ادا کرے۔ اس بات کا اعتراف غیر مسلم شہری خود کرتے ہیں۔ ممتاز مذہبی سکالر اور متعدد ٹیلی ویژن اسٹیشنوں کے مالک ریورنڈ ڈاکٹر ارل ایڈورڈس نے پاکستان میں اقلیتوں کو ملنے والی مذہبی آزادی کا اعتراف کرتے ہوئے کہا:

"پاکستان میں تمام اقلیتوں کو نہ صرف آئینی لحاظ سے، بلکہ عملا بھی اپنے مذہب پر عمل کرنے کی مکمل آزادی ہے"۔ [2]

پاکستان کی پہلی کمرشل پائلٹ خاتون محترمہ گلشن بی بی نے غیر مسلم شہریوں کو مذہبی آزادی کے حقوق ملنے کا اعتراف کرتے ہوئے کہا:

"پاکستان میں ایک دوسرے کے مذہب کے لیے عزت واحترام کے جذبات قابل قدر ہیں"۔ [3]

غیر مسلم شہریوں کے معاشی حقوق

پاکستان میں غیر مسلم شہریوں کو مکمل معاشی آزادی حاصل ہے۔

جائیداد کا حق

پاکستان کا آئین تمام پاکستانی شہریوں کو جائیداد کے لین دین کا مکمل حق دیتا ہے اور واضح کرتا ہے کہ قانونی طریقہ اپنائے بغیر کسی شخص کو بھی جائیداد سے محروم نہیں کیا جائے گا۔ اگر کوئی جائیداد مفاد عامہ کے تحت لی بھی جائے تو اس کا مناسب معاوضہ ادا کیا جائے گا۔ اس سلسلے میں تمام شہری مساوی برتاؤ کے مستحق ہیں۔

آرٹیکل 23 میں جائیداد کے متعلق ہے کہ:

"دستور اور مفادِ عامہ کے پیشِ نظر قانون کے ذریعے عائد کردہ معقول پابندیوں کے تابع، ہر شہری کو جائیداد حاصل کرنے، قبضہ میں رکھنے اور فروخت کرنے کا حق ہوگا"۔ [4]

اس کے علاوہ آرٹیکل 24 میں حقوق جائیداد کا تحفظ اس طرح مذکور ہے:

1. کسی شخص کو اس کی جائیداد سے محروم نہیں کیا جائے گا سوائے جب کہ قانون اس کی اجازت دے۔

---

1 رواداری اور پاکستان، صدیق شاہ بخاری، علم و عرفان پبلشرز، لاہور، پاکستان، ص: 255

2 روزنامہ "پاکستان" لاہور، 3 مئی 1999ء

3 اکیسویں صدی اور بین المذاہب مکالمہ، "عالم اسلام اور عیسائیت"، ص: 60، جلد 9، شمارہ 4، اکتوبر تا دسمبر 1999ء

4 آئین اسلامی جمہوریہ پاکستان 1973ء، آرٹیکل 23

2. کوئی جائیداد زبردستی حاصل نہیں کی جائے گی اور نہ قبضہ میں لے جائے گی بجز کسی سرکاری غرض کے لیے اور بجز ایسے قانون کے اختیار کے ذریعے جس میں اس کے معاوضہ کا حکم دیا گیا ہو اور یا تو معاوضہ کی رقم کا تعین کر دیا گیا ہو یا اس اصول اور طریقے کی صراحت کی گئی ہو جس کے بموجب معاوضہ کا تعین کیا جائے گا اور اسے ادا کیا جائے گا۔

3. اس آرٹیکل میں مذکور کوئی امر حسبِ ذیل کے جواز پر اثر انداز نہیں ہو گا

الف: کوئی قانون جو جان، مال یا صحت عامہ کو خطرے سے بچانے کے لیے کسی جائیداد کے لازمی حصول یا اسے قبضے میں لینے کی اجازت دیتا ہو؛ یا

ب: کوئی قانون جو کسی ایسی جائیداد کے حصول کی اجازت دیتا ہو جسے کسی شخص نے کسی ناجائز ذریعے سے یا کسی ایسے طریقے سے جو خلافِ قانون ہو حاصل کیا ہو یا جو اس کے قبضے میں آئی ہو یا

ج: کوئی قانون جو کسی ایسی جائیداد کے حصول، انتظام یا فروخت سے متعلق ہو جو کسی قانون کے تحت متروکہ جائیداد یا دشمن کی جائیداد ہو یا متصور ہوتی ہو جو ایسی جائیداد نہ ہو جس کا متروکہ جائیداد ہونا کسی قانون کے تحت ختم ہو گیا ہو یا

د: کوئی قانون جو یا تو مفادِ عامہ کے پیشِ نظر یا جائیداد کا انتظام مناسب طور پر کرنے کے لیے یا اس کے ملک کے فائدے کے لیے، مملکت کو محدود مدت کے لیے، کسی جائیداد کا انتظام اپنی تحویل میں لے لینے کی اجازت دیتا ہو یا

ہ: کوئی قانون جو حسبِ ذیل غرض کے لیے کسی قسم کی جائیداد کے حصول کے لیے اجازت دیتا ہو۔۔۔

اول: تمام شہریوں کے کسی مصرحہ طبقے کو تعلیم اور طبّی امداد مہیا کرنے کے لیے یا

دوم: تمام شہریوں کے کسی مصرحہ طبقے کو رہائشی اور عام سہولتیں اور خدمات مثلاً سڑکیں، آب رسانی، نکاسی آب، گیس اور برقی توانائی مہیا کرنے کے لیے یا

سوم: ان لوگوں کو نان نفقہ مہیا کرنے کے لیے جو بیروزگاری، بیماری، کمزوری یا ضعیف العمری کی بنا پر اپنی کفالت خود کرنے کے قابل نہ ہوں یا

4 : اس آرٹیکل میں محولہ کسی قانون کی رو سے قرار دیئے گئے یا اس کی تعمیل میں متعین کیے گئے کسی معاوضہ کے کافی ہونے یا نہ ہونے کو کسی عدالت میں زیرِ بحث نہیں لایا جائے گا۔[1]

ملازمت کا حق

ہر شہری کو پاکستان میں کسی جگہ پر بھی ملازمت کرنے کا مکمل حق حاصل ہے

آرٹیکل نمبر 27 میں ہے کہ:

---

1 آئین اسلامی جمہوریہ پاکستان 1973ء، آرٹیکل 24

"کسی شہری کے ساتھ جو باعتبار دیگر پاکستان کی ملازمت میں تقرر کا اہل ہو، کسی ایسے تقرر کے سلسلے میں محض نسل، مذہب، ذات پات، سکونت یا مقام پیدائش کی بناء پر امتیاز روا نہیں رکھا جائے گا۔ مگر شرط یہ کہ یوم آغاز سے زیادہ سے زیادہ چالیس سال کی مدت تک کسی طبقے یا علاقے کے لوگوں کے لئے آسامیاں محفوظ کی جا سکیں گی تا کہ پاکستان کی ملازمت میں ان کو مناسب نمائندگی حاصل ہو جائے"۔[1]

اور مزید ملازمت کے حوالے سے آرٹیکل 36 میں اقلیتوں کو اس انداز میں تحفظ دیا گیا ہے کہ:

"مملکت، اقلیتوں کے جائز حقوق اور مفادات کا، جن میں وفاقی اور صوبائی ملازمتوں میں ان کی مناسب نمائندگی شامل ہے، تحفظ کرے گی"۔[2]

خصوصی ٹیکس سے استثناء

ٹیکس ایک فریضہ ہے جس کی ادائیگی ہر محب وطن کے لیے فرض عین ہے۔ لیکن ایسا ٹیکس جس کی آمدنی اس کے مذہب کے علاوہ کسی اور مذہب کی تبلیغ واشاعت کے لیے صرف ہو رہی ہو تو ایسی صورت میں ٹیکس دہندگان کو مجبور نہیں کیا جا سکتا کہ وہ ٹیکس ادا کریں۔

آرٹیکل ۲۱ میں ہے کہ:

"کسی شخص کو ایسا ٹیکس ادا کرنے پر مجبور نہیں کیا جائے گا جس کی آمدنی اس کے اپنے مذہب کے علاوہ کسی اور مذہب کی تبلیغ وترویج پر صرف کی جائے"۔[3]

غیر مسلموں کے لیے ویلفیئر فنڈز

پاکستان حکومت غیر مسلموں کی فلاح بہبود اور عبادت گاہوں کی تعمیر و مرمت کے لئے ویلفئیر فنڈز بھی مختص کرتی ہے۔ اس کی بڑی مثال پشاور میں متحدہ مجلس عمل نے 2004 میں پیش کی کہ 22 ملین روپے کے فنڈز میں سے 10 ملین مساجد کی تعمیر اور 12 ملین غیر مسلم شہریوں کی فلاح و بہبود خصوصا ان کی عبادت گاہوں اور قبرستانوں کی تعمیر کے کئے مختص کیے۔

"The Mutahida Majlis-i-Amal Govt. has set aside Rs.10 million for building a mosque in Peshawar from Rs. 22 Million allocation for Auqaf, Haj and religious and minority affairs. The remaining 12 million in the allocation will be used on a welfare package for minorities"[4]

---

1 آئین اسلامی جمہوریہ پاکستان، آرٹیکل 27

2 ایضا، آرٹیکل 36

3 ایضا، آرٹیکل 21

4 Daily '' Dawn'' Lahore, 28june 2004

کرسچن ویلفیئر سوسائٹی کا قیام

پاکستانی حکومت نے غیر مسلم شہریوں کی فلاح و بہبود، ترقی اور باعزت مقام دینے کے لیے مختلف ادارے اور کمیٹیاں تشکیل دی ہیں۔ مثلاً وزارت برائے مذہبی و اقلیتی امور، مشاورتی کونسل برائے اقلیتی امور، قومی کمیشن برائے اقلیت وغیرہ اسی کام کے لیے کرسچن ویلفیئر سوسائٹی کے نام سے ایک ادارہ قائم کیا گیا ہے۔

اس بارے میں رانا محمد اسلم لکھتے ہیں:

"ضلع گوجرانوالہ میں مقیم مسیحیوں کی فلاح و بہبود و سماجی ترقی کے لیے اتفاق رائے سے ایک فلاحی تنظیم کرسچن ویلفیئر سوسائٹی کا قیام عمل میں لایا گیا"۔[1]

غیر مسلم طلباء کے لیے وظائف

پاکستان چونکہ ایک جمہوری ریاست ہے اور جمہوری ریاست ہونے کے ناطے پاکستان میں اقلیتوں کو اکثریت کے برابر تمام شہری حقوق حاصل ہیں۔ جہاں مسلم ہونہار طلباء کے لیے حصول علم کے مراحل کو آسان بنانے کے لیے وظائف دیئے جاتے ہیں اسی طرح غیر مسلم ذہین و ہونہار طلباء کو بھی ان کی تعلیم جاری رکھنے کے لئے وظائف دیئے جاتے ہیں تاکہ معاشی مسائل اور مجبوریوں سے بالا ہو کر تعلیمی سرگرمیوں سے بھرپور استفادہ کر سکیں۔

1995ء میں پنجاب حکومت نے غیر مسلم طلباء کے لیے یہ اعلان کیا کہ:

عیسائی اور شڈول کاسٹ طلباء کے لیے ہائی سطح پر سال 96-95 کے لیے 60 ہزار روپے کے وظائف کی منظوری دیتی ہے۔[2]

محکمہ انسانی حقوق و اقلیتی امور، حکومت پنجاب نے دسمبر 2015ء کو صوبہ پنجاب کے سکونتی اقلیتی طبقات سے تعلق رکھنے والے طالب علموں کے لیے تعلیم وظائف برائے 2015ء 2016ء کا اجراء کرتے ہوئے درج ذیل سکالرشپ کا اعلان کیا:

1- Professional Education MBBS, DVM,BDS, B.SC eng, B.SC Nursing, Pharm.D, Ph.D RS, 50,000/P.A

2- Postgraduate Level M.A,M.Sc,M.Com, MCS/ MBA, M.Phil, LL.M.etc Rs. 35,000/-P.a

3- B.A/B.Sc/B.B.A/B.Com 2# 3 years degree & Honours i.e 4 years degree , LL.B Rs, 30,000/-P.a

4- F.A/ F.Sc, I.Com, "A" Level/DAE or Equivalent Rs, 20,000/-P.a

---

1 " المذاہب " ، ص: 169، جلد: 7، شمارہ: 8، اگست 1995ء

2 " نوائے وقت "، 26 ستمبر 1995ء

5- Matric/"o" Level or Equivalent Rs, 15,000/-p.a[1]

متروکہ وقف املاک بورڈ کا قیام

پاکستان میں جہاں کہیں غیر مسلم آبادی ہے، وہاں ان کی عبادت گاہوں کے انتظام و انصرام کے لیے حکومت پاکستان نے "متروکہ وقف املاک بورڈ" کے نام سے باقاعدہ ایک ادارہ تشکیل دیا جو غیر مسلم شہریوں کی عبادت گاہوں کی حفاظت کے لیے مصروف عمل ہے۔

فلاح و بہبود کے ادارے

پاکستان میں غیر مسلم شہریوں کی عبادت گاہوں، قبرستان، شمشان گھاٹوں کی تعمیر و مرمت، مذہبی عقائد کی ادائیگی، مختلف امور میں متناسب نمائندگی، ترقیاتی سکیموں اور فلاح و بہبود کے لئے مختلف ادارے تشکیل دیئے گے ہیں۔ جو کہ درج ذیل ہیں:

۱۔ وزارت برائے مذہبی و اقلیتی امور

۲۔ قومی کمیشن برائے اقلیت

۳۔ مشاورتی کونسل برائے اقلیتی امور

۴۔ کیلاش کے افراد کے لیے قومی کمیشن

۵۔ ضلعی اقلیتی کمیٹیاں[2]

گرانٹس کی منظوری

پاکستان میں مختلف حکومتوں نے مسیحیوں کو گرجہ گھروں، قبرستانوں اور اداروں کی تعمیر کے لیے اراضی مہیا کرنے کے علاوہ خصوصی گرانٹس کی منظوری بھی دی ہے۔

مثلا: خیر سگالی کے جذبے کے تحت غریب اور ضرورت مند عیسائیوں کے لیے ایک کثیر رقم مختص کی جس کا ذکر "نوائے وقت" اس طرح کیا کہ:

"بے نظیر بھٹو صاحبہ نے کرسمس کے موقع پر مسیحی برادری کے لیے ۳۵ لاکھ روپے کی رقم کی منظوری دی اور یہ رقم خیر سگالی کے جذبے کے تحت دی گئی تاکہ غریب اور ضرورت مند عیسائی بھی کرسمس کا تہوار منا سکیں"۔[3]

معاشی حقوق کے حوالے سے صدیق شاہ بخاری لکھتے ہیں کہ:

---

1 روزنامہ "جنگ" راولپنڈی، پاکستان، 7 دسمبر 2015ء

2 Indigenous people and Ethnic Minorities Constitution and Legal Perspective, p: 32-35

3 "نوائے وقت" پاکستان، 16 دسمبر 1994ء

"وطن عزیز پاکستان میں اقلیتوں کے لیے ترقی کے تمام دروازے کھلے ہیں۔ تمام اعلی عہدے ہمیشہ ان کی راہوں میں آنکھیں بچھاتے رہے۔ وزیر قانون جوگندر ناتھ منڈل سے لے کر چیف جسٹس کارنیلیس تک وزیر خارجہ ظفراللہ سے لے کرجے سالک تک ہماری رواداری کے مظاہر اور شاہد ہیں"۔ [1]

غیر مسلم شہریوں کے معاشرتی آزادی کے حقوق

شہریت کا مساوی حق

پاکستان میں غیر مسلموں کو مسلم رعایا کی طرح مساوی حیثیت حاصل ہے۔صرف مذہب کی بنیاد پر ان سے حق شہریت نہیں چھینا جا سکتا۔ کیونکہ قانون کی نظر میں ہر شہری مساوی حیثیت کا مالک ہے۔اور شہریوں میں اس ضمن میں کوئی فرق نہیں رکھا جائے گا یعنی پاکستان میں کوئی بھی دوسرے درجے کا شہری نہیں ہے۔اس کے بارے میں آرٹیکل 25 میں واضح طور پر مذکور ہے کہ:

"سب شہری قانون کی نظر میں برابر اور قانونی تحفظ کے مساوی حق دار ہیں"۔ [2]

اس کے متعلق سابق صدر فاروق لغاری کے اس بیان سے ہوتی ہے جو انہوں نے امور خارجہ کے پارلیمانی سیکرٹری جارج کلیمنٹ بدھ سے ملاقات کے دوران دیا:

"پاکستان میں اقلیتوں کو ان کے حقوق کے تحفظ کی ضمانت دی جاتی ہے۔ ان کے ساتھ کسی بھی شعبہ میں امتیازی سلوک نہیں کیا جارہا۔ ہم ہر شہری کی طرح اقلیتوں کی ترقی وخوشحالی بھی چاہتے ہیں"۔ [3]

آرٹیکل 15 میں ہے کہ:

"ہر شہری کو پاکستان میں رہنے اور مفادِ عامہ کے پیشِ نظر قانون کے ذریعہ عائد کردہ کسی معقول پابندی کے تابع، پاکستان میں داخل ہونے اور اس کے ہر حصے میں آزادانہ نقل وحرکت کرنے اور اس کے کسی حصے میں سکونت اختیار کرنے اور آباد ہونے کا حق ہوگا"۔ [4]

اسی حق شہریت کے حوالے سے سابقہ صوبائی وزیر قانون و اقلیتی امور ڈاکٹر خالد رانجھا نے ہیومن فوکس پاکستان کے ایک وفد سے گفتگو کرتے ہوئے کہا:

"پاکستان میں صحیح معنوں میں اکثریت و اقلیت کا سرے سے ہی کوئی تصور نہیں اقلیتیں بھی ملک کی اتنی ہی وارث ہیں جتنی اکثریت"۔ [5]

---

1 پاکستان میں اقلیتوں کے لیل و نہار، " المذاہب"، ص: 22، جلد،6، شمارہ: 8،اگست 1994ء

2 آئین اسلامی جمہوریہ پاکستان 1973ء، آرٹیکل 25

3 " نوائے وقت"، 6 جولائی، 1995ء

4 آئین اسلامی جمہوریہ پاکستان، آرٹیکل 15

5 ماہنامہ " المذاہب" لاہور، ص: 18، جلد: 13، شمارہ: 4، اپریل 2000ء

فرد کی سلامتی

دستورِ پاکستان میں بلا تمیز رنگ و نسل اور عقیدہ و مذہب ہر شہری کی زندگی کی حفاظت کی ضمانت موجود ہے اور اسے ہر طرح کی پوری آزادی حاصل ہو گی۔ کسی بھی شہری کو غیر قانونی طریقے سے قید و بند نہیں کیا جائے گا۔

مختصراً یہ کہ انسانی زندگی اور آزادی کا پاکستانی آئین میں مکمل تحفظ دیا گیا ہے۔

آرٹیکل 9 میں فرد کی سلامتی کے بارے میں ہے کہ :

"کسی شخص کو زندگی یا آزادی سے محروم نہیں کیا جائے گا سوائے جب کہ قانون اس کی اجازت دے"۔ [1]

معاشرے کی فلاح و بہبود کا فروغ

آرٹیکل 38 میں معاشرے کی فلاح و بہبود کے فروغ کے حوالے سے ہے کہ :

" **مملکت**

الف: عام آدمی کے معیارِ زندگی کو بلند کر کے، دولت اور وسائل پیدوار و تقسیم کو چند اشخاص کے ہاتھوں میں اس طرح جمع ہونے سے روک کر کہ اس سے مفادِ عامہ کو نقصان پہنچے اور آجر و ماجور اور زمیندار اور مزارع کے درمیان حقوق کی منصفانہ تقسیم کی ضمانت دے کر بلا لحاظ جنس، ذات، مذہب یا نسل، عوام کی فلاح و بہبود کے حصول کی کوشش کرے گی۔

ب: تمام شہریوں کے لیے، ملک میں دستیاب وسائل کے اندر، معقول آرام و فرصت کے ساتھ کام اور مناسب روزی کی سہولتیں مہیا کرے گی۔

ج: پاکستان کی ملازمت میں ، یا بصورت دیگر ملازم تمام اشخاص کو لازمی معاشری بیمہ کے ذریعے یا کسی اور طرح معاشرتی تحفظ مہیا کرے گی۔

د: ان تمام شہریوں کے لیے جو کمزوری، بیماری یا بیروزگاری کے باعث مستقل یا عارضی طور پر اپنی روزی نہ کما سکتے ہوں بلا لحاظ جنس، ذات، مذہب یا نسل، بنیادی ضروریات زندگی مثلاً خوراک، لباس، رہائش، تعلیم اور طبّی امداد مہیا کرے گی۔

ہ: پاکستان کی ملازمت کے مختلف درجات میں اشخاص سمیت، افراد کی آمدنی اور کمائی میں عدم مساوات کو کم کرے گی۔

و: ربا، سود کو جتنی جلد ممکن ہو ختم کرے گی۔

ز: تمام وفاقی ملازمتوں میں بشمول خود مختار اداروں اور کارپوریشنوں کے جن کا قیام وفاقی حکومت کے ذریعے عمل میں آیا ہو، یا وفاقی حکومت کی زیر نگرانی ہوں، صوبوں کا حصہ یقینی بنایا جائے گا اور ماضی میں صوبوں کے حصوں کی تقسیم میں ہونے والی فرو گزاشت کو درست کیا جائے گا"۔ [2]

---

1 آئین اسلامی جمہوریہ پاکستان، آرٹیکل 9

2 ایضاً، آرٹیکل 38

زبان، رسم الخط اور ثقافت کا تحفظ

آرٹیکل 28 میں ہے کہ:

"آرٹیکل 251 کے تابع، شہریوں کے کسی طبقہ کو، جس کی ایک الگ زبان، رسم الخط یا ثقافت ہو، اسے برقرار رکھنے اور فروغ دینے اور قانون کے تابع، اس غرض کے لیے ادارے قائم کرنے کا حق ہوگا"۔[1]

عصبیت کی حوصلہ شکنی

آرٹیکل 33 میں عصبیت کی حوصلہ شکنی کے حوالے سے مذکور ہے کہ:

"مملکت شہریوں کے درمیان علاقائی، نسلی، قبائلی، فرقہ وارانہ اور صوبائی تعصّبات کی حوصلہ شکنی کرے گی"۔[2]

معاشرتی انصاف کا فروغ اور معاشرتی برائیوں کا خاتمہ

آرٹیکل 37 میں معاشرتی انصاف کے فروغ اور معاشرتی برائیوں کے خاتمہ کے بارے میں ہے کہ مملکت:

الف: پسماندہ طبقات یا علاقوں کے تعلیمی اور معاشی مفادات کو خصوصی توجہ کے ساتھ فروغ دے گی۔

ب: کم سے کم ممکنہ مدت کے اندر ناخواندگی کا خاتمہ کرے گی اور مفت اور لازمی ثانوی تعلیم مہیا کرے گی۔

ج: فنی اور پیشہ وارانہ تعلیم کو عام طور پر ممکن الحصول اور اعلی تعلیم کو لیاقت کی بنیاد پر سب کے لیے مساوی طور پر قابلِ دسترس بنائے گی۔

د: سستے اور سہل الحصول انصاف کو یقینی بنائے گی۔

ہ: منصفانہ اور نرم شرائط کار، اس امر کی ضمانت دیتے ہوئے کہ بچوں اور عورتوں سے ایسے پیشوں میں کام نہ لیا جائے گا جو ان کی عمر یا جنس کے لیے نامناسب ہوں، مقرر کرنے کے لیے، اور ملازم عورتوں کے لیے زچگی سے متعلقہ مراعات دینے کے لیے، احکام وضع کرے گی۔

و: مختلف علاقوں کے افراد کو، تعلیم، تربیت، زرعی اور صنعتی ترقی اور دیگر طریقوں سے اس قابل بنائے گی کہ وہ ہر قسم کی قومی سرگرمیوں میں، جن میں ملازمت پاکستان میں خدمت بھی شامل ہے، پورا پورا حصہ لے سکیں۔

ز: عصمت فروشی، قمار بازی اور ضرر رساں ادویات کے استعمال، فحش ادب اور اشتہارات کی طباعت، نشر و اشاعت اور نمائش کی روک تھام کرے گی۔

ح: نشہ آور مشروبات کے استعمال کی، سوائے اس کہ وہ طبّی اغراض کے لیے یا غیر مسلموں کی صورت میں مذہبی اغراض کے لیے ہو، روک تھام کرے گی۔[3]

---

1 آئین اسلامی جمہوریہ پاکستان، آرٹیکل 28

2 ایضا، آرٹیکل 33

3 ایضا، آرٹیکل 37

فصلِ چہارم

پارلیمنٹ میں غیر مسلم شہریوں کی دستوری حیثیت

غیر مسلم شہری جہاں مسلم شہریوں کے ساتھ مل کر سماجی اور عوامی خدمات میں حصہ لے رہے تھے وہاں سیاسی پہلو میں بھی وہ کسی سے پیچھے نہیں تھے انہوں نے یہ کوشش برطانوی دور میں ہی شروع کر دی تھی۔ آزادی کی تحریکوں میں بڑھ چڑھ کر حصہ لیا اور اپنے مذہبی گروہ کی آزادی کی بجائے پورے ملک کی آزادی کی بات کی۔

راج برطانیہ کے ابتدائی دنوں میں ہی موجودہ پاکستان کے تمام علاقوں میں ہندو، سکھ، پارسی، بدھ مت کے پیروکار اور مسیحی عوام سماجی اور عوامی خدمات کا آغاز کر چکے تھے۔[1]

ہندوستان میں دستور ساز اسمبلیوں میں منتخب نمائندگی کا تصور ابھی پروان چڑھ رہا تھا اور عوام کو موجودہ مفہوم میں رائے دہندگی کا حق حاصل نہیں تھا۔ ارکان کا انتخاب "نامزدگی" کی ہی ایک شکل تھی۔

احمد سلیم لکھتے ہیں کہ ان کونسلوں یا اسمبلیوں کی تاریخ انیسویں صدی کی ہے۔:

یہ کونسلیں یا اسمبلیاں 1861ء کے انڈین کونسلز ایکٹ کے تحت مرکز اور بعض صوبوں میں وجود میں آئی تھیں۔[2]

جبکہ غیر مسلم شہریوں کی کوششوں کو اگر دیکھا جائے تو 1885ء میں داد بھائی نوروجی بمبئی قانون ساز کونسل کے رکن منتخب ہوئے اور یہ وہ پہلے پارسی تھے جو 1892ء میں برطانوی ہاؤس آف کامرس کے رکن بھی منتخب ہوئے۔[3]

اسی طرح بمبئی قانون ساز کونسل کے ہندو ارکان کاشی ناتھ ترمبک تلنگ، کونسل کے بیشتر اجلاسوں پر چھائے رہے۔[4]

1862ء سے ہی کولکتہ میں بنگال قانون ساز کونسل بھی سرگرم عمل تھی جس سے دمیش چندر بنرجی نے کولکتہ یونیورسٹی کے فیلو کی حیثیت سے نمائندگی کے فرائض سرانجام دیئے۔[5]

موجودہ پاکستان کے صوبے اس نمائندگی سے اس لیے محروم تھے کہ صوبہ سندھ جیسا صوبہ بھی اس وقت بمبئی کا حصہ تھا اور بمبئی میں صوبائی کونسل 1861ء میں ہی قائم ہوئی تھی۔

1862ء۔ 1900ء کے دوران جو سندھی بمبئی کونسل کے لیے نامزد ہوتے رہے ان میں ہندو اقلیت کے نمائندے دیارام جیٹھ مل اور دیارام مولچند شامل تھے۔[6]

---

1 پاکستان میں مخلوط اور جداگانہ انتخاب کی سیاست، احمد سلیم، دوست پبلیکیشنز، اسلام آباد، ص: 10

2 ایضا: ص: 20

3 Cowasjee, Ardeshir, DadabhaiNaoroji, in Sindh Quarterly, Vol. xii,no.2,1984,p: 53

4 جدید ہندوستان کے معمار، مرتبہ انڈین کونسل آف ہسٹاریکل ریسرچ، اردو ترجمہ احمد، ترقی اردو بورڈ نئی دہلی، 1979ء، ص: 50

5 ایضا: ص: 48

6 Seth HarchanraiVishnudas, Soomro, khadimHussai, Sehwan Sharif, 1996, p:9

جب ہر مذہبی، لسانی اور نسلی گرہوں کو اپنی اپنی بقاء کی فکر لاحق ہونے لگی اور ہر گروہ اپنے اپنے مفاد کی جنگ لڑنے لگا تو انہیں حالات میں" مسلم لیگ" 1906ء میں وجود میں آئی۔ جس کے تحت جداگانہ طرز انتخاب کا مطالبہ کیا گیا جسے 1909ء میں منٹو مارلے ایکٹ کے تحت منظور کر لیا گیا اس طرح پہلی بار اقلیتوں کا آئینی ڈھانچہ وجود میں آگیا۔ اسی کی بدولت 1919ء ایکٹ کے تحت سکھوں اور یورپینوں کو بھی جداگانہ انتخاب کا حق دے دیا گیا۔[1]

1931ء کی دوسری گول میز کانفرنس کے دوران سکھوں کے علاوہ ہندستان کی تمام اقلیتی جماعتوں نے سر آغا خان کی قیادت میں ایک تاریخی معاہدہ جو اقلیتوں کا معاہدہ کہلاتا ہے کیا۔اس معاہدہ پر مسلمانو ں ، پسماندہ اقوام، ہندستانی اینگلو اور یورپین مسیحیوں کی طرف سے بالترتیب سر آگا خاں، ڈاکٹر بی آر امیڈکر، راو بہادر پاتیر سلوان، سر ہنری گڈنی اور سر ہربرٹ کار نے دستخط کیے۔[2]

سیاسی بنیادوں پر تقسیم مزید آگے بڑھی اور 1935ء کے ایکٹ کے تحت اینگلو انڈینز، مسیحیوں اور عورتوں کو بھی جداگانہ انتخاب کا حق دیا گیا جبکہ ہریجنوں کی نشستیں محفوظ کر دی گیئں۔[3]

193ایکٹ کے تحت 1937 میں ہونے والے انتخابات میں مسلم نمائندوں کے ساتھ ساتھ اقلیتی نمائندے بھی کامیاب ہوئے۔ پنجاب میں مسیحی نمائندے جان متھائی کامیاب ہوئے جو بعد میں وزیر بھی مقرر ہوئے۔[4]

خطبہ الہ آباد سے 1940ء کی قرار داد تک کے سفر میں غیر مسلموں نے قائداعظم کے شانہ بشانہ چلتے ہوئے نہ صرف تصور پاکستان کو واضح کیا بلکہ قیام پاکستان کی مخالف قوتوں کے مقابلے میں مسلم لیگ کے ساتھ مکمل تعاون واتحاد کا اظہار کیا جس کی بدولت آزادی کا سفر نہ صرف آسان ہوا بلکہ پاکستان جیسی ارض مقدس کا حصول بھی ہوا۔

1945ء 46ء کے عام انتخابات پاکستان کی بنیاد پر لڑے گئے، جس میں مسیحیوں کی دو بڑی سیاسی پارٹیوں نے انتخاب میں حصہ لیا اور پاکستان کے نام پر انتخاب لڑ کر راولپنڈی کے ہیڈ ماسٹر فضل الہی، دیوان بہادر ایس پی سنگھا پنجاب اسمبلی میں پہنچ گئے۔[5]

عبوری حکومت کا مرحلہ اور غیر مسلم رہنما

1946ء کے انتخابات کے بعد مرکز میں عبوری حکومت بنانے کا مرحلہ آیا تو اچھوت رہنما جوگندر ناتھ منڈل نے مسلم لیگ اور پاکستان کی حمایت کا اعلان کیا۔ عبوری حکومت کی تشکیل میں انگریز کا وعدہ خلافی کرتے ہوئے حکوت

---

1 پاکستان اور اقلیتیں، ص: 77

2 یہ دیس ہمارا ہے، ص: 127

3 پاکستان اور اقلیتیں، ص: 78

4 پاکستان میں مخلوط اور جداگانہ انتخاب کی سیاست، احمد سلیم، ص: 35

5 یہ دیس ہمارا ہے، ص: 133

پنڈت نہرو کو سپرد کرنا چاہا جو مسلمان اور غیر مسلم راہنماؤں کو ناگوار گزرااس بارے میں مسیحی راہنما بھی سراپہ احتجاج تھے۔ یہاں تک کہ مسیحی رہنما جوشوافضل الدین نے اخباری بیان میں کہاکہ :

"مسلم لیگ کوبڑی اہمیت حاصل ہے انگریز سامراج کافرض ہے کہ وہ جتنی جلد ہوسکے اس حقیقت کو تسلیم کرے"۔[1]

پاکستان میں پنجاب کی شمولیت اور غیر مسلم سیاسی رہنما

جب 3 جون 1947ء کو متحدہ ہندستان کی تقسیم کے اعلان کے مطابق پنجاب کو تقسیم کیا جانا تھا تو اس وقت مسلمانوں کے ساتھ غیر مسلم سیاسی رہنماؤں نے بھی اس کی پرزور مخالفت کی۔ یہاں تک کہ ایک عیسائی لیڈر جوشوافضل الدین نے اخباری بیان میں کہاکہ :

پنجاب کی تقسیم کا تجربہ انسانی تاریخ کے خلاف ہے، بہتر یہی ہے کہ پورا پنجاب پاکستان میں شامل کیا جائے۔[2]

غیر مسلم سیاسی قیادت نے سب سے اہم کرداراس وقت ادا کیاکہ جب سپیکر متحدہ پنجاب اسمبلی دیوان بہادر ایس پی سنگھا، سی ای گبن اور چودھری فضل الٰہی نے پاکستان کے حق میں ووٹ دیا۔ اسی کی بدولت صوبہ پنجاب کو پاکستان میں شامل کیاگیا۔[3]

پاکستانی پارلیمنٹ اور غیر مسلم نمائندے

قیام پاکستان سے پہلے قائدِاعظم نے مختلف تقریبات میں پاکستان میں غیر مسلم شہریوں کے متعلق سوالات کے جوابات میں یقین دہانی کرواچکے تھے کہ غیر مسلم پاکستانی مساوی حقوق کے ساتھ برابر کے شہری ہوں گے۔

مسلم یونیورسٹی علی گڑھ کے ایک جلسے میں 2 نومبر 1941ء قائد نے کانگریسی سابقہ وزیر منشی کو جواب دیتے ہوئے کہا: مسلمانوں کے ہاں یہ بات نہیں، اسلام ان غیر مسلموں کے حق میں جو اس کی حفاظت میں رہتے ہوں علمبردار ہے انصاف، مساوات، راستبازی اور بے تعصبی کا بلکہ فیاضی کا بھی، یہ لوگ ہمارے بھائی ہوں گے اور ریاست کے شہری سمجھے جائیں گے۔[4]

جس طرح قیام پاکستان سے پہلے غیر مسلم رہنماؤں نے تحریک پاکستان کو کامیاب بنانے کے لیے مسلم قیادت کے شانہ بشانہ کھڑے تھے قیام پاکستان کے بعد بھی غیر مسلم پاکستانیوں نے نہ صرف سیاسی عمل میں حصہ لیا بلکہ مرکزی دستور ساز اسمبلی میں جاکر استحکام پاکستان کے لیے جدوجہد بھی کی۔

پہلی دستورساز اسمبلی میں اسمبلی ارکان کی کل تعداد 72 تھی ان میں سے 52 ارکان حاضر ہوئے[5]۔

---

1 یہ دیس ہمارا ہے، ص: 134

2 The Partation of the Punjab, 1947, vol, ii, 1983, p: 225

3 ibid

4 ارشادات جناح، مفتی غلام جعفر، شاہد بک ڈپو، چوبرجی سنٹر ملتان روڑ لاہور، پاکستان، ص: 180

5 Daily Pakistan Times, Lahore, dated 12th august 1947

پہلی دستور ساز اسمبلی میں 72 ارکان میں سے 52 ارکان مسلمان تھے اور باقی 20 ارکان میں سے 18 ارکان ہندو اور 2 ارکان سکھ تھے۔[1]

مشرقی پاکستان کی پہلی اسمبلی کے لیے نامزد غیر مسلم نمائندے

مسٹر جوگندر ناتھ منڈل، پریم ہری برمن، دھرندر ناتھ دتا، مسٹر کے۔ایس۔رائے، مسٹر راجکمار چکروتی، مسٹر سریش چندر چیٹرجی، مسٹر بھوپندر کمار دتا، جے۔سی۔موج مدار، مسٹر بیرٹ چندر منڈل، مسٹر دھنن جائے رائے، مسٹر سچندر نرائن سنیال، مسٹر سریندر کمار اور مسٹر بسنت کمار داس جیسی شخصیات نے مشرقی پاکستان کی اسمبلی کا حصہ بن کر اپنا کردار ادا کیا۔[2]

اسی طرح مشرقی پاکستان سندھ، سرحد اور پنجاب کی صوبائی اسمبلیوں میں بھی اقلیتی نمائندوں کی مناسب تعداد اپنا سیاسی اور عوامی کردار ادا کر رہی تھی۔مشرقی پاکستان میں پاکستان نیشنل کانگرس نے خاصی تعداد میں اپنے نمائندے صوبائی اسمبلی میں بھیجے تھے جن میں سے اکثر کا تعلق ہندو مذہب سے تھا۔اسی طرح سندھ کی صوبائی اسمبلی میں بھی بیشتر اقلیتی نمائندے ہندو تھے، پنجاب کی صوبائی اسمبلی میں چار غیر مسلم نمائندے، دیوان بہادر ایس پی سنگھا، سی ای گبن، چودھری فضل الٰہی اور بی ایل رلیارام مسیحی تھے۔[3]

پاکستان دستور ساز اسمبلی کے پہلے صدر جوگندر ناتھ منڈل منتخب ہوئے جو کے اچھوت تھے۔ دیگر ارکان میں کرن شنکر رائے، دھریندر ناتھ دتہ، پریم ہری برما، راج کمار چکروتی، سرس چٹوپادھیا، بھوپندر کمار دتہ، بیرت چندر منڈل، سری ڈی رائے، سچندر نارائن سانیال، ہرندر کمار سور، گنگا سرن، لال اوتار، نارائن گجرال اور بھین سین سچر شامل تھے۔[4]

سرحد اسمبلی میں غیر مسلم نمائندے

صوبہ سرحد خیبر پختونخوا میں قیام پاکستان کے وقت کانگرس کی حکومت تھی جسے 22 اگست 1947ء کو معزول کر دیا گیا۔اس میں جہاں مسلم اکثریت اپنا کردار ادا کر رہی تھی وہاں غیر مسلم بھی اپنا سیاسی اثر رکھتے تھے۔

بنوں سے کانگرسی رکن لالہ کوٹو رام، ہندوؤں کے دیگر نمائندے اور تین سکھ ارکان جن کا تعلق اکالی دل سے تھا، شامل اسمبلی تھے۔[5]

---

1 دساتیر پاکستان کی اسلامی دفعات، ڈاکٹر شہزاد اقبال شام، ناشر، شریعہ اکیڈمی، بین الاقوامی اسلامی یونیورسٹی اسلام آباد، 2011ء، ص:33

2 تاریخ پاکستان 1947ء تا حال، زاہد حسین انجم، نیو بک پیلس، اردو بازار، لاہور، ص:33

3 پاکستان میں مخلوط اور جداگانہ انتخاب کی سیاست، ص:55

4 Constituent Assembly of Pakistan Debates, Vol.1,p:1-10

5 پاکستان میں مخلوط اور جداگانہ انتخاب کی سیاست، ص:63

جداگانہ طرز انتخاب اور غیر مسلم نمائندے

1951ء میں ہونے والے صوبائی انتخابات جداگانہ طرز کے تھے جس میں غیر مسلم نمائندوں نے نہ صرف حصہ لیا بلکہ نمایاں کامیابی حاصل کی اور صوبائی اسمبلیوں میں جا کر اپنا کردار ادا کیا۔

1951ء میں پنجاب اسمبلی کے ڈپٹی سپیکر چوہدری چندو لعل منتخب ہوئے جبکہ ارکان اسمبلی میں بی ایل رلیا رام، مسز ایس پی سنگھا، اور فضل الٰہی جیسی شخصیات تھی۔[1]

مشرقی پاکستان میں 1954ء کے صوبائی انتخابات میں بھی غیر مسلم نمائندوں نے نمایاں کامیابیاں حاصل کیں۔ احمد سلیم لکھتے ہیں کہ:

کل نشستیں 310 تھیں ان میں پاکستان نیشنل کانگرس نے 24 اچھوتوں نے 27 منارٹی یونائیٹڈ فرنٹ نے 10 گن تنتری دل نے 3 بدھ مت نے 2 مسیحیوں اور کیمونسٹوں نے 4 اور آزاد امیدوار کو ایک نشست حاصل ہوئی۔[2]

مخلوط طرز انتخاب اور غیر مسلم نمائندے

1962ء کے انتخابات مخلوط طرز کے تھے جس میں غیر مسلم نمائندوں نے بھرپور حصہ لیا۔ مشرقی پاکستان میں کثیر تعداد میں ہندو کمیونٹی کے لوگوں نے حصہ لیا۔ چالیس ہزار بی ڈی ہندو ممبران نے حصہ لیا اور 4965 ہندو منتخب ہوئے مشرقی پاکستان اسمبلی میں چار غیر مسلم ارکان بھی منتخب ہوئے جبکہ مغربی پاکستان میں بھی اکثریت والی جگہوں سے نشستیں حاصل کیں مگر قومی اسمبلی میں کوئی نشست حاصل نہ ہو سکی۔[3]

یحییٰ خان کی حکومت میں جب یکم جنوری 1970ء کو مخلوط انتخابات کروانے کا اعلان کیا تو مسیحی برادری دو حصوں میں تقسیم ہو گئی۔ ایک دھڑا عمانوایل ظفر کی قیادت میں مخلوط انتخابات بائیکاٹ مہم چلا رہا تھا جبکہ دوسرا دھڑا ایچ ایل حیات کی قیادت میں مخلوط انتخابات میں اپنے 33 امیدوار کھڑے کر کے احتجاجا حصہ لے رہا تھا۔ اس انتخاب میں یہ 33 مسیحی امیدوار ہار گئے۔[4]

پارلیمانی غیر مسلم شہریوں کے لیے دستوری و قانونی انتظامات

متحدہ ہندوستان میں مسلمان اقلیت میں تھے اس کے باوجود مسلمانوں نے ایک طویل جدوجہد کے بعد ایک جماعت مسلم لیگ کا قیام عمل میں لائے جبکہ دوسری جانب انڈین نیشنل کانگرس جو کہ اکثریت میں تھی۔ قیام پاکستان کے وقت صورت حال مختلف تھی یہاں مسلمان اکثریت اور ہندو اقلیت میں تھے۔ دونوں جانب کی سیاست مین بھی کوئی خاص فرق نہیں آیا۔ مسلم لیگ نے مسلسل جداگانہ انتخابات کا اصرار کیا اور کانگرس اس کے مخالف رہی۔

---

1 پنجاب اسمبلی سیکرٹریٹ کی طرف سے ممبران اسمبلی پر مشتمل کتابچہ، 1987ء، لاہور، ص: 27-28

2 پاکستان میں مخلوط اور جداگانہ انتخاب کی سیاست، ص: 177

3 پاکستان اور اقلیتیں، ص: 220

4 یہ دیس ہمارا ہے، ص: 70-71

1947ء کے بعد نشستوں کی تقسیم کا وہی اصول برقرار رکھا گیا اور اس اصول کو نئے آئین کی تشکیل تک چلانے کا فیصلہ کیا گیا۔ درجہ بندی بھی وہی رکھی گئی البتہ گورنمنٹ انڈیا ایکٹ میں ایک ترمیم یہ کی گئی کہ ہندوؤں کو اعلی اور اچھوت کا درجہ دیا گیا۔[1]

ابتدائی دو دہائیوں میں بنیادی طور پر تین نظام سامنے آئے۔ پہلی دستور ساز اسمبلی 1947ء۔ 1954ء میں ہر مذہبی کیمونٹی کے لئے جداگانہ انتخابات کی حمایت کی گئی۔ دوسری دستور ساز اسمبلی 1955ء۔ 1956ء ن انتخابی مسئلہ قومی اسمبلی 1956ء۔ 1958ء کے لیے چھوڑ دیا۔ لیکن اس میں بھی اس مسئلہ سے پہلو تہی بھرتی گئی حتی کہ ایوب خان نے آئین کمیشن کی جداگانہ انتخابات کو دباتے ہوئے علاقہ وارانہ حلقہ بندیوں کا جمہوری نظام متعارف کروایا۔

مملکت خدا داد پاکستان میں غیر مسلم شہریوں کے انتخاب کی بحث اس وقت شروع ہوئی جب فروری 1952ء کو مشرقی پاکستان کے اچھوتوں کو اونچی ذات کے ہندوؤں سے الگ کر کے انہیں جداگانہ انتخابات کا حق دینے کے لیے 1935ء کے گورنمنٹ آف انڈیا ایکٹ میں ترمیم کی گئی۔

سریش چٹوپادھیا نے کہا:

"ہمیں تقسیم مت کریں۔۔۔۔ ہمیں تقسیم کرنے سے چھوت چھات یا ذات پات کا نظام ختم نہیں ہو سکتا"۔[2]

چنانچہ آئین کی دفعہ 145 کے مطابق اس معاملے کو صوبائی اسمبلیوں کی نظر کر دیا جس میں شیخ مجیب الرحمان اور گن تنتری دل کے محمود علی نے اس دفعہ دو ترامیم تجویز کیں۔[3]

اکتوبر 1953ء میں جب آئین کے مسودہ پر بحث ہو رہی تھی تو اس وقت بھی انتخابی مسئلہ زیر بحث آیا اور یہ کوئی نئی بات نہیں ہے بلکہ سیاسی نظام اور امور مملکت سے متعلق بہت سی دستاویزات مختلف قوانین کا حصہ رہیں ہیں ہیں مثلا 1525ء کے میگنا کارٹا، 1679ء کے ہیبس کارپس ایکٹ، 1689ء کے قانونی حقوق، 1776ء کے امریکی اعلان آزادی اور فرانس کے 1789ء کے شہری حقوق کے اعلانات اور سب سے بڑھ کر اقوام متحدہ کے انسانی حقوق کا چارٹر جس کو 10 دسمبر 1948ء کو جنرل اسمبلی نے منظور کیا، تو اس میں بھی ان حقوق کے تحفظ کا ذکر کیا گیا ہے۔[4]

1956ء کے آئین کے نفاذ کے بعد انتخابی مسئلے کے فیصلے کو صوبائی اسمبلیوں کے سپرد کیا گیا۔ مشرقی پاکستان میں چونکہ ہندو برادری کی پوزیشن اس قدر مضبوط تھی کہ ان کے بغیر کوئی بھی پارٹی صوبائی وزارت تشکیل نہیں دے سکتی تھی اس لیے انہوں نے اس کا بھرپور فائدہ اٹھایا اور مشرقی پاکستان اسمبلی نے مخلوط انتخابات کے حق میں فیصلہ دے دیا۔[5]

---

1 A Political Study, collard Keith, Oxford, Karachi, Pakistan, 1968, p: 241

2 Constituent Assembly of Pakistan, vol. 11, 18 April,1952, p: 168

3 CAP, Vol. 1, 1 February, 1956, p: 3434-3435

4 مارشل لاء سے سول حکومت تک، جی ڈبلیو چوہدری، ماہنامہ قومی ڈائجسٹ، اگست 1990ء، ص: 210

5 Electoral Problems in Pakistan, Huq.M. Mahfuzul, Dhaka, 1966, P:115

دوسری جانب مغربی پاکستان میں بھی مسلم لیگ کے اندر چپقلش کی وجہ سے ایک نئی پارٹی ری پبلکن پارٹی وجود میں آئی جس وجہ سے مغربی پاکستان میں اقتدار کی جنگ شروع ہو گئی۔ ری پبلکن پارٹی کے رہنما سابق کانگرسی ڈاکٹر خان صاحب تھے جو کبھی مخلوط انتخابات اور کبھی جداگانہ انتخابات کا اعلان کرتے۔ انہوں نے یکم اگست ۱۹۵۶ء کو قومی اسمبلی میں پیش کی جانے والی قرارداد کے لیے مندرجہ ذیل ترمیم پیش کی:

اسمبلی بحث کا آغاز کرتی اور پارلیمنٹ کو سفارش کرتی ہے کہ مغربی پاکستان کی اقلیتوں کے مطالبے کی روشنی میں قومی اور صوبائی اسمبلیوں کے انتخابات جداگانہ انتخابی اصول کی بنیاد پر ہونے چاہئیں۔[1]

جب مغربی پاکستان کے لئے جداگانہ اور مشرقی پاکستان میں مخلوط انتخابات کے بل پر رائے شماری ہوئی تو قرارداد کے حق میں اڑتالیس اور مخالفت میں صرف نو ووٹ پڑے۔ عوامی لیگ اور ری پبلکن پارٹی نے قرارداد کی حمایت کی جبکہ مسلم لیگ اور متحدہ محاذ نے مخالفت میں ووٹ دیئے۔ ہندو ارکان نے بھی مخلوط حکمران پارٹی کی حمایت کی۔ صرف ایک اقلیتی رکن مغربی پاکستان کے سی ای گبن نے قرارداد کی مخالفت میں ووٹ دیا۔[2]

1956ء کا آئین دوسری دستور ساز اسمبلی نے منظور کیا جس کی تعداد ۸۰ تھی ان میں مشرقی و مغربی پاکستان سے ارکان کی تعداد چالیس چالیس تھی جن میں غیر مسلموں کی مشرقی پاکستان میں ۹ نشستیں سندھ اور پنجاب میں ایک ایک تھی۔

جب ۱۹۵۷ء میں انتخابات کے لئے ترمیمی بل جس میں سارے ملک کے لئے مخلوط انتخابات کی سفارش کی گئی تھی، قومی اسمبلی میں بحث کے لئے پیش ہوا تو مغربی پاکستان سے دو اقلیتی ارکان بل کی مخالفت میں مسلم لیگ سے بھی زیادہ سرگرم عمل نظر آئے۔ سی ای گبن نے جداگانہ انتخابات کے حق میں دلائل دیئے جو کے مغربی پاکستان میں جو شوا فضل الدین دے چکے تھے۔[3]

جنرل ایوب خان نے مارشل لاء کے بعد فروری 1960ء میں ایک آئینی کمیشن مقرر کیا جس کی ذمہ داری یہ تھی کہ وہ ملک میں پارلیمانی جمہوریت کی ناکامی کے اسباب تلاش کرکے تنازعات کے حوالے سے سفارشات مرتب کرے۔ اس کمیشن کی سربراہی چیف جسٹس محمد شہاب الدین نے کی۔ جس میں مشترک اور جداگانہ انتخابات پر سوال ناموں کے ذریعے رائے لی گئی جو اپریل 1961ء میں شائع ہوئی جس کی رپورٹ حسب ذیل ہے:

اس میں 6269 جوابات موصول ہوئے جس میں 55.1 فیصد نے اقلیتوں کے لئے مخلوط نظام انتخاب کی حمایت کی جبکہ 2.9٪ فیصد مخلوط طریقہ انتخاب اور کچھ نشستیں اقلیتوں کے لئے مختص کرنے کے حق میں تھے، 0.2٪ مشرقی پاکستان میں مشترک رائے دہندگان اور مغربی پاکستان میں جداگانہ رائے دہندگان کے حق میں تھے۔

---

1 Dawn, August 2, 1956

2 Electoral Problems in Pakistan, P: 133

3 National Assembly Proceeding, Debates, Vol.ii, April 22, 1957, P:854

40.2٪ عوام پورے ملک میں جداگانہ انتخاب کے حق میں تھی جبکہ 0.9٪ اقلیتوں کے لئے مختص نشستیں اور جداگانہ طریقہ انتخاب کا مطالبہ کر رہے تھے۔ جبکہ 0.7٪ اقلیتوں کو کوئی بھی حق دینے کی حمایت میں نہیں تھے۔[1]

پاکستانی تاریخ میں 1973ء کے آئین کو 156ء اور 1962ء کے پاکستانی آئین کے مقابل غیر مسلموں کے حوالے سے بہتر خیال کیا جاتا ہے اور قومی اسمبلی سے متفقہ پاس ہونے کا اعزاز بھی اسی آئین کو حاصل ہے۔ اسی آئین میں غیر مسلم شہریوں کے لیے اسمبلیوں میں نشستیں مخصوص کرنے کے علاوہ عوامی لوکل کونسلوں میں بھی ان کو مناسب نمائندگی دی جانے کا ذکر ہے۔[2]

یہاں پر ترتیب زمانی کے اعتبار سے قومی اور صوبائی اسمبلیوں میں غیر مسلم شہریوں کی نمائندگی کو درج ذیل چارٹ کے ذریعے واضح کیا گیا ہے۔

1973ء کے آئین کے آرٹیکل 51 اور 106 کے مطابق قومی اور صوبائی اسمبلیوں میں غیر مسلم شہریوں کی نشستیں

اسمبلی	مسیحی	ہندو اور شڈولڈ کاسٹ	سکھ، بدھ مت پارسی اور دیگر	قادیانی	کل
قومی	4	4	1	1	10
بلوچستان	1	1	1	----	3
سرحد	1	----	1	1	3
پنجاب	5	1	1	1	8
سندھ	2	5	1	1	9

[3]

7 مارچ 1976ء آئین کی چوتھی ترمیم کے تحت غیر مسلموں کے لیے 6 نشستوں کا اعلان کیا گیا جس کے پیش نظر پی پی پی جماعت نے 6 لوگوں کے کاغذات نامزدگی جمع کروائے جو کے بلا مقابلہ کامیاب قرار دیئے گئے۔

1 کنسٹیوشنل فاونڈیشن آف پاکستان، ڈاکٹر صفدر محمود، جنگ پبلشر، ص: 464
2 پاکستان اور اقلیتیں، ص: 240
3 Electoral Reform in Paksitan, Mohmmad Waseem, Published by the Pakistan , Office of the German Friedrich Ebert- Stifftung, Islamabad, 2002, P: 147

کامیاب لوگوں کے نام یہ ہیں[1]:

مسیحی	ہندو اور شڈ ولڈ کاسٹ	سکھ، بدھ مت، پارسی اور دیگر	قادیانی
آر ایم اینڈریو	پریم کول رام شاہنی		بشیر طاہر
ڈاکٹر جولین سی دین		--------	------
بشیر مسیح		------	-----
ہبرٹ سیموئل بیدی		------	-----

جداگانہ طریق انتخاب کے تحت غیر جماعتی انتخابات میں غیر مسلم شہریوں کی نشستیں

جنرل ضیاء نے لیگل فریم آرڈر کے تحت 1985ء میں غیر جماعتی بنیادوں اور جداگانہ طریق انتخاب کے تحت عام انتخابات کا اعلان کیا۔ صدارتی فرمان 16 مجریہ 1985ء کے تحت:

قومی و صوبائی اسمبلوں میں غیر مسلم شہریوں کی نشستیں[2]

اسمبلی	مسیحی	ہندو اور شڈ ولڈ کاسٹ	سکھ، بدھ مت پارسی اور دیگر	قادیانی	کل
قومی	4	4	1	1	10
بلوچستان	1	1	1	1	4
سرحد	1	1	---	1	3
پنجاب	5	1	1	1	8
سندھ	2	5	1	1	9

---

1 The National Assambly From 1972-10th January 1977 List Of Six Members & Address, p:26

2 یہ دیس ہمارا ہے، ص:78

1985ء کی منتخب اسمبلی نے آٹھویں ترمیم منظور کی جس میں آرٹیکل 50 کی شق الف مخلوط انتخابات کو جداگانہ انتخابات میں تبدیل کر دیا گیا۔

1988ء میں قومی اسمبلی کے لئے منتخب اقلیتی نمائندے[1]

مسیحی	ہندو اور شڈولڈ کاسٹ	سکھ، بدھ مت، پارسی اور دیگر	قادیانی
روفن جولیس	رانا چندر سنگھ	بہرام ڈی آواری	------
جارج کلیمنٹ	کشن چاند پاروانی	--------	------
کیپٹن رشناء اللہ	آسر داس	------	-----
پیٹر جان سہوترا	بھگوان داس	------	-----

1988ء میں صوبائی اسمبلیوں کے لئے منتخب غیر مسلم نمائندے[2]

اسمبلی	مسیحی	ہندو اور شڈولڈ کاسٹ	سکھ، بدھ مت، پارسی اور دیگر	قادیانی
بلوچستان	بشیر مسیحی	ارجن داس	اباداں فریدون	----
سرحد	فقیر الدین	----	بہاری لال	
پنجاب	بیگم راج حمید گل	ڈوگر داس	داریوس پیسٹن جی	چودھری پیر بخش
	شمعون کیسر			
	عادل شریف			
	ڈاکٹر شیلابی چارلس			
	قیصر افراہیم سرویا			

1 پاکستان کے انتخابات میں مذہبی اقلیتیں، چرچ ورلڈ سروس، پاکستان/افغانستان، ص: 657

2 Provincial Assembly Of The Punjab 1988, November 30, 1988 to August 06,1990

سندھ	مسز مونیکا کامران دوست	دیوان کمار	ہوشنگ باروچا	-----
	مائیکل جاوید	ڈاکٹر کھٹو مل		
		جگ دیش		
		مہرومل		
		ہری رام		[1]

1990ء میں قومی اسمبلی کے لئے منتخب غیر مسلم نمائندے[2]

مسیحی	ہندو اور شڈولڈ کاسٹ	سکھ، بدھ مت، پارسی اور دیگر	قادیانی
جولیس سالک	کشن چند پاروانی	بہرام ڈنشا آواری	ملک بشیر الدین خالد
طارق سی قیصر	رانا چندر سنگھ	ایم پی بھنڈارہ	
روفن جولیس	ڈاکٹر کھٹاو مل		
پیٹر جان سہوترا	بھگوان داس		

1990ء میں صوبائی اسمبلیوں کے لئے منتخب غیر مسلم نمائندے[3]

اسمبلی	مسیحی	ہندو اور شڈولڈ کاسٹ	سکھ، بدھ مت، پارسی اور دیگر	قادیانی
بلوچستان	جانس اشرف	ارجن داس	سنت سنگھ	----
سرحد	فقیر الدین	----	ڈاکٹر سنگھر سنگھ	ملک قاسم الدین خالد

1 MEMBERS OF THE PROVINCIAL ASSEMBLY OF SINDH 19 th November 1988 TO 6th Aug 1990

2 9TH NATIONAL ASSEMBLY FROM 1990 TO 1993 LIST OF MEMBERS & ADDRESSES N.W.F.P-26

3 Provincial Assembly Of The Punjab 1990 (November 5, 1990 to June 28, 1993

پنجاب	عادل شریف گل	سرتارام	داریوس پیسٹن جی	ملک نعیم الدین خالد
	پیٹر گل			
	راج حمید گل			
	جانس مائیکل			
	قیصر افراہیم سرویا			
سندھ	سلیم خورشید کھوکھر	سروانند	ہوشنگ بار وچا	شاہ جہان
	مائیکل جاوید	لچھمن داس		
		مہرومل جگ وانی		
		ہمیر سنگھ		
		ہری رام		[1]

1993ء کے انتخابات سے پہلے ایک غیر مسلم امیدوار نعیم شاکر کے حق میں سپریم کوٹ نے فیصلہ دیا کہ:
عیسائی اور دیگر اقلیتیں مسلمانوں کو اور مسلمان عیسائیوں اور دیگر اقلیتوں کو ووٹ دے سکتے ہیں اگرچہ ۱۴ اکتوبر کو سپریم کورٹ نے اپنے فیصلے پر نظر ثانی کی اور نعیم شاکر کے لیے حکم صادر کیا کہ وہ مسلم حلقے سے انتخاب نہیں لڑ سکتے۔[2]

1993ء میں قومی اسمبلی کے لئے منتخب غیر مسلم نمائندے

مسیحی	ہندو اور شڈولڈ کاسٹ	سکھ، بدھ مت پارسی اور دیگر	قادیانی
جولیس سالک	کشن چند پاروانی	یزدیار کیقباد	ملک بشیر الدین خالد
طارق سی قیصر	رانا چندر سنگھ		
روفن جولیس	ڈاکٹر کھٹاو مل		

1 MEMBERS OF THE PROVINCIAL ASSEMBLY OF SINDH 4th November 1990 TO 19 July 1993

2 The News, Lahore, October 5, 1993 روزنامہ جنگ، لاہور، پاکستان، 5 اکتوبر 1993ء

جارج کلیمنٹ			

1993ء میں صوبائی اسمبلیوں کے لئے منتخب غیر مسلم نمائندے[1]

اسمبلی	مسیحی	ہندو اور شڈولڈ کاسٹ	سکھ، بدھ مت پارسی اور دیگر	قادیانی
بلوچستان	بشیر مسیحی	ارجن داس	سترام سنگھ	----
سرحد	پرویز کے جی	----	بہاری لال	ملک قاسم الدین خالد
پنجاب	عادل شریف گل	لالہ مہر لال بھیل	داریوس پیسٹن جی	-------
	پیٹر گل			
	راج حمید گل			
	ڈاکٹر شیلا بی چارلس			2
سندھ	سلیم خورشید کھوکھر	انجنئیر گیان چند	ڈنشا ایچ انکل سریا	عطاء محمد
	مائیکل جاوید	لچھمن داس		
		مہرومل جگ وانی		
		ہمیر سنگھ		

1997ء میں قومی اسمبلی کے لئے منتخب غیر مسلم نمائندے[3]

مسیحی	ہندو اور شڈولڈ کاسٹ	سکھ، بدھ مت، پارسی اور دیگر	قادیانی

1 MEMBERS OF THE PROVINCIAL ASSEMBLY OF SINDH FROM 18TH OCTOBER, 1993 TO 7TH NOVEMBER, 1996, Some Important Material and Data Relevant for issues Dealing with the Minorities in Pakistan , Dr Charles AAmjad Ali , Christian Study Centre, Rawalpindi, 1995.

2 Provincial Assembly Of The Punjab 1990 (November 5, 1990 to June 28, 1993

3 TH NATIONAL ASSEMBLY FROM 1997 TO 1999 LIST OF MEMBERS &ADDRESSES N.W.F,P:26

پیٹر جان سہوترا	کشن چند پاروانی	یزدیار کیقباد	بشیر الدین خالد
طارق سی قیصر	رانا چندر سنگھ		
روفن جولیس	کشن بھیل		
سائمن جیکب گل	آسر داس		

1997ء میں صوبائی اسمبلیوں کے لئے منتخب غیر مسلم نمائندے

اسمبلی	مسیحی	ہندو اور شیڈولڈ کاسٹ	سکھ، بدھ مت، پارسی اور دیگر	قادیانی
بلوچستان	شوکت بشیر مسیحی	ارجن داس	بست رام سنگھ	----
سرحد	والٹر سراج	----	انجنیئر گیان چند	------
پنجاب	رستم سی قیصر			
	جانس مائیکل			
	عادل شریف گل	لالہ مہر لال بھیل	داریوس پیسٹن جی	-------
	پیٹر گل			
	راج حمید گل			[1]
سندھ	سلیم خورشید کھوکھر	دیوان کمار	ڈنشا ایچ انکل سریا	
	مائیکل جاوید	بھیرو لال		
		مہرو مل جگ وانی		
		ہمیر سنگھ		

1 Provincial Assembly Of The Punjab (February 18, 1997 to October 12, 1999)

		ہری رام		1

2002ء میں مخلوط طریقہ انتخاب کو بحال کر دیا گیا اور دس مخصوص نشستیں غیر مسلموں کو دی گئیں جو کہ جماعتوں کو ان کی جنرل نشستوں کے تناسب سے جماعتی فہرست کے نظام کے تحت پر کی گئیں۔

منتخب امیدوار یہ تھے:

کامیاب امیدوار	جماعت
اکرم مسیح گل	پی ایم ایل ق
چوہدری ہارون قیصر	پی ایم ایل ق
انجنئیر گیان چند سنگھ	پی ایم ایل ق
ایم پی بھنڈارہ	پی ایم ایل ق
پروفیسر مشتاق وکٹر	پی ایم ایل ق
رمیش لال	پی پی پی
پرویز مسیح	پی پی پی
آسیہ نثار	ایم ایم اے
کرشن بھیل ایڈووکیٹ	ایم ایم اے
دیوداس	پی ایم ایل ن [2]

2008ء میں کامیاب غیر مسلم امیدوار

کامیاب امیدوار	جماعت
ڈاکٹر کھٹو مل	پی پی پی
رمیش لال	پی پی پی
لال چند	پی پی پی
مہیش کمار ملانی	پی پی پی
درشن	پی ایم ایل ن

1 MEMBERS OF THE PROVINCIAL ASSEMBLY OF SINDH 20th February1997 TO 12 October1999.

2 TH NATIONAL ASSEMBLY FROM 2002 TO 2007 LIST OF MEMBERS & ADDRESSES N.W.F,P: 26

نیلس عظیم	پی ایم ایل ن
اریش کمار	پی ایم ایل ن
اکرم مسیح گل	پی ایم ایل
کیشن چند پروانی	ای ایم ایل
منور لال	ایم کیو ایم[1]

2013ء میں کامیاب ہونے والے غیر مسلم امیدوار

کامیاب امیدوار	**جماعت**
ڈاکٹر درشن	پی این ایل ن
ڈاکٹر رمیش کمار	پی این ایل ن
بھون داس	پی این ایل ن
اسفنیار بھنڈارہ	پی این ایل ن
طارق سی قیصر	پی این ایل ن
خلیل جارج	پی این ایل ن
رمیش لال	پی پی پی
لال چند ملہی	پی ٹی آئی
سنجے پروانی	ایم کیو ایم
آسیہ ناصر	جے یو ایف[2]

1 THE NATIONAL ASSEMBLY FROM 2008 TO 2013 LIST OF MEMBERS & ADDRESSES N.W.F, P: 28

2 http://na.gov.pk/en/mna_list.php?list=minority

بابِ دوم

پاکستانی آئین و قانون میں غیر مسلم شہریوں کے فرائض

فصلِ اوّل: وفاداری کا حلف بلا رعایت مذہب

فصلِ دوم: ملکی عدلیہ میں غیر مسلموں کی خدمات

فصلِ سوم: دفاع پاکستان اور غیر مسلموں کی شرکت و خدمات

فصلِ چہارم: مذہبی ہم آہنگی کے لیے وزارتِ بین المذاہب ہم آہنگی اور دیگر اداروں کا کردار

فصلِ اوّل

وفاداری کا حلف بلا رعایت مذہب

وفاداری و وفاشعاری انسان سے مطلوب ہے کیونکہ انسان ذی عقل و صاحب شعور ہے اور اس بنیاد پر شرعی احکام کا مخاطب اور پابند ہے۔ دیگر مخلوقات سے اس لیے ممتاز بھی ہے۔ قرآن مجید کی رو سے بعض جانوروں کی وفاشعاری قابل تقلید اور قابل غور ہے جیسا کہ کتے کا شکار انسان کے لیے وفاداری اور ضرب و حرب میں گھوڑے کی تابعداری فکرو تدبر کے لیے نہایت سبق آموز ہے۔

وفادار انسان ہو یا غیر انسان کوئی دیگر مخلوقات میں سے اس کا رنگ اور اثر نمایاں نظر آتا ہے "وفاء الکلب" کو ہی دیکھ لیں مثال کی حیثیت سے لب بام ہے۔ یہ بات واضح ہے کہ انسان مثالوں سے سیکھتا ہے اور واقعات سے آگاہی حاصل کرتا ہے۔اس کا نتیجہ یہ نکلتا ہے کہ کسی شے کے جاننے کا ایک طریقہ اس کے متضاد کا علم بھی ہے جیسے عربی کا مقولہ ہے

" تُعرف الأشيا بأضدادها "کے تحت دیکھا جائے تو وفا کا متضاد دغا اور وفاداری کے مخالف غداری جیسے الفاظ سننے اور پڑھنے کو ملتے ہیں۔

وفاداری کی تعریف :

عام استعمال میں وفاداری سے مراد کسی قوم، مقصد، فلسفہ، ملک، گروہ، یا فرد سے عقیدت واحترام ہے [1]

قانون اور سیاسیات میں وفاداری کی تعریف یہ ہے کہ " کسی فرد کی وفاداری کسی قوم کے لئے، یا تو اس کی پیدائش اس میں ہوئی ہو یا اس نے اس میں رہتے ہوئے کوئی حلف لیا ہو"۔

پندرویں صدی میں وفاداری کا لفظ خدمت، پیار یا حلف کے لیے ہی مستعمل تھا۔ جبکہ برٹینیکا کے مطابق ، سولویں صدی میں یہ فرانسیسی لوئیلیٹ سے لاطینی لیکس بنا:

"The Origin of the word is in the Old French"loialte",that is in turn rooted in the Latin lex",meaning"law"[2]

"اس لفظ کی ابتداء فرانسیسی زبان کے لفظ "لوئیلیٹ"loialt" سے ہے جو بعد میں، لاطینی "لیکس lex بنا ہے، جس کا مطلب ہے" قانون"۔

1 Collins English Dictionary, Retrieved 15 October 2018

2 Encyclopædia Britannica. 17 (11th ed.). Cambridge University Press, p: 80

برٹانیکا کے مطابق بیسویں صدی کی ابتدا میں میں یہ بادشاہ وملک سے وفادری ووفاشعاری کے لیے استعمال ہونا شروع ہوا۔

primary meaning of loyalty to a monarch.[1]

وفاداری کے بنیادی معنی بادشاہ وملک سے عہد وفا ہیں۔

وفاداری یہ اسم مونث، راستبازی، دیانتداری، مروت، نمک حلالی اور صداقت [2]

مختصر اور عام فہم الفاظ میں یہ کہا جاسکتا ہے کہ دل وجان سے ہم آہنگی بھی وفاداری ہی کہلاتی ہے۔

وفاداری کی تعریف جاننے کے بعد حلف کا جاننا بھی ضروری ہے۔

پاکستان کی تاریخ کے ابتدا سے اب تک غیر مسلم اقلیتیں ہماری زندگی کا ایک اہم حصہ رہی ہیں شعبہ تعلیم سے لے کر دفاع وطن تک اپنی عددی کم تری کے باوجود اکثریت سے کم نہیں ہیں۔ مگر افسوس کہ ہر گزرتے دن اور روزمرہ کے واقعات سننے کے بعد غیر مسلم اقلیتوں کے تشخص کا مسئلہ پاکستانیوں میں من حیث القوم سنجیدگی اختیار کیے جارہا ہے کہ اس مٹی کی کوکھ سے جنم لینے والا اور وطن سے محبت کا دم بھرنے والا ایک عیسائی، ہندو، پارسی اور سکھ وغیرہ بھی اتنا ہی پاکستانی ہے جتنا کہ ایک مسلم ہے۔ بلاشک وشبہ وطن کی محبت ایک اٹل حقیقت ہے یہ ایک فطرتی امر ہے جہاں انساں پیدا ہوتا ہے اس مٹی سے وفا اور محبت اس کی رگ رگ میں رچ جاتی ہے۔

بادی النظر حلف یا اقرار ناموں کی ترتیب و تشکیل کچھ بھی ہو سکتی ہے مگر حقیقت یہ ہے کہ انسان اپنے مادر وطن سے غداری کا تصور بھی محال جانتا ہے۔ ملک پاکستان اور اس کے دستور سے وفاداری میں غیر مسلم شہریوں کے کردار کو پس پشت نہیں ڈالا جاسکتا ہے۔

دستورِ پاکستان کے آرٹیکل نمبر 5 کے تحت ہر پاکستانی بلاامتیاز رنگ ونسل، فرقہ ومذہب اور قومیت کے ملک پاکستان سے وفاداری کا رشتہ استوار رکھنا لازم ہے یہ ایک آئینی ودستوری فرض ہے جس کا ہر شہری پابند ہے۔

Article: 5

Loyalty to State and obedience to Constitution and law

1. Loyalty to the State is the basic duty of every citizen.

---

1 Corporate social responsibility series. Ashgate Publishing, Ltd. pp. 127 et seq. ISBN 978-0-7546-4750-8

2 فرہنگ آصفیہ، 652/4

2- Obedience to the Constitution and law is the 1[inviolable] obligation of every citizen wherever he may be and of every other person for the time being within Pakistan.[1]

آرٹیکل : 5

وطن سے وفاداری اور آئین و قانون سے محبت و اطاعت

1-وطن سے وفاداری و وفاشعاری ہر ایک شہری کا بنیادی فریضہ ہے

2- آئین و قانون سے محبت و اطاعت ہر شہری خواہ وہ کہیں بھی ہو پاکستان میں ہو یا پاکستان سے باہر ہو ضروری ہے۔

حلف نامہ کی تعریف:

اسم مذکر، قسم اٹھانا، ایفائے عہد حلف کہلاتا ہے[2]

آسان لفظون میں اپنے منصب کی ذمہ داریوں کے ساتھ انصاف کرنے کی یقین دہانی کرانا وغیرہ حلف کہلاتا ہے۔

بعض اوقات حلف ،اقرار ، تصدیق اور تسلیم جیسے الفاظ ایک دوسرے کے مترادف استعمال ہوتے ہیں جبکہ حقیقتاً یہ قانونی نگاہ سے ایک دوسرے سے جہاں مماثلت رکھتے ہیں وہیں مختلف قانونی اثر بھی رکھتے ہیں۔ جس کی مثال اوتھ ایکٹ 1883ء میں ہے کہ:

Oath by a Muslim or by a non-Muslim who has no objection:

Where the witness or interpreter is a Muslim, he shall make an oath .

Where the witness or interpreter is not a Muslim, he shall make an oath or, if he has an objection to making an oath, an affirmation-[3]

دی اوتھ ایکٹ 1873ء میں لکھا ہے کہ حلف پہ اعتراض ہونے کی صورت غیر مسلم اقرار کرے گا کیونکہ حلف کو اقرار سے بدلنے کے قانونی مضمرات موجود ہیں مثال کے طور پہ جھوٹے حلف پہ سزا ہے جبکہ جھوٹے اقرار پہ قانوناً کوئی سزا نہیں ہے۔

---

1 The constitution of the Islamic republic of Pakistan as Modified up to the 30 March, 2017, National Assembly of Pakistan, Art. 5, P:4

2 فرہنگ آصفیہ، 168/2

3 The Oath Act, 1873, p: 4

ریاستِ پاکستان کی مقتدر شخصیات کا حلف نامہ

President

In the name of Allah, the most Beneficent, the most Merciful.

I, ___________, do solemnly swear that I am a Muslim and believe in the Unity and Oneness of Almighty Allah, the Books of Allah, the Holy Quran being the last of them, the Prophethood of Muhammad peace be upon him as the last of the Prophets and that there can be no Prophet after him, the Day of Judgment, and all the requirements and teachings of the Holy Quran and Sunnah:...............May Allah Almighty help and guide me A'meen.[1]

Prime Minister

In the name of Allah, the most Beneficent, the most Merciful.

I, ___________, do swear solemnly that I am a Muslim and believe in the Unity and Oneness of Almighty Allah, the Books of Allah, the Holy Quran being the last of them, the Prophethood of Muhammad peace be upon him as the last of the Prophets and that there can be no Prophet after him,:............. shall become known to me as Prime Minister except as may be required for the due discharge of my duties as Prime Minister.

May Allah Almighty help and guide me A'meen.[2]

وزیر اعظم پاکستان ان الفاظ میں حلف اٹھائیں گے :

"میں خلوص نیت کے ساتھ پاکستان کا وفادار و وفا شعار اس طرح رہوں گا: کہ بحیثیت وزیر اعظم پاکستان، میں اپنے فرائض وکارہائے منصبی ایمانداری، اپنی انتہائی صلاحیت اور وفاداری کے ساتھ، اسلامی جمہوریہ پاکستان کے دستور اور قانون کے مطابق اور ہمیشہ پاکستان کی خود مختاری، سالمیت، استحکام، فلاح و بہبود کے لیے، اس طرح انجام دوں گا: کہ میں ہمیشہ اسلامی نظریہ کو برقرار رکھنے کے لیے کوشش کرتا رہوں گا، جو کہ حقیقت میں پاکستان کے قیام کی بنیاد ہے۔ میں یہ بھی عہد کرتا ہوں کہ میں اپنے ذاتی مفاد کو اپنے سرکاری کام یا اپنے سرکاری فیصلوں پر اثر انداز نہیں ہونے دوں گا یہ کہ میں اسلامی جمہوریہ پاکستان کے آئین و قانون کو ہمیشہ برقرار رکھوں گا اور اس کا تحفظ و دفاع کروں گا یہ کہ میں ہمہ وقت تمام طرح کے لوگوں کے ساتھ، بلاخوف و رعایت اور بلا رغبت و عناد، قانون کے مطابق انصاف کروں گا: اور یہ کہ میں کسی شخص کو بلاواسطہ یا بالواسطہ کسی ایسے معاملے کی نہ اطلاع دوں گا اور نہ اسے ظاہر کروں گا جو

---

1 The constitution of the Islamic republic of Pakistan, Third Schedule,p: 185

2 Ibid: P :186

بحیثیت وزیر اعظم پاکستان میرے سامنے غور کیلئے پیش کیا جائے گا یا میرے علم میں آئے گا سوائے اس کے کہ بحیثیت وزیر اعظم اپنے فرائض کی کما حقہ انجام دہی کے لیے ایسا کرنا ضروری ہو۔ اللہ تعالیٰ میری مدد و رہنمائی فرمائے۔ آمین"

Federal Minister or Minister Of State

In the name of Allah, the most Beneficent, the most Merciful.

I, __________, do solemnly swear that I will bear true faith and allegiance to Pakistan: .... except as may be required for the due discharge of my duties as Federal Minister or Minister of State, or as may be specially permitted by the Prime Minister. May Allah Almighty help and guide me A'meen.[1]

Member of National Assembly or Member of Senate

In the name of Allah, the most Beneficent, the most Merciful.

I, __________, do solemnly swear that I will bear true faith and allegiance to Pakistan:

That as a member of the National Assembly or Senate, I will perform my functions honestly, ...And that I will preserve, protect and defend the Constitution of the Islamic Republic of Pakistan. May Allah Almighty help and guide me A'meen.[2]

Chief Justice of Pakistan or of a High Court or Judge of The Supreme Court or a High Court

In the name of Allah, the most Beneficent, the most Merciful.

I, __________, do solemnly swear that I will bear true faith and allegiance to Pakistan:

That, as Chief Justice of Pakistan or a Judge of the Supreme Court of Pakistan or Chief Justice or a Judge of the High Court for the Province or Provinces ....And that, in all circumstances, I will do right to all manner of people, according to law, without fear or favor, affection or ill-will .May Allah Almighty help and guide me A'meen.[3]

---

1 The constitution of the Islamic republic of Pakistan, p: 187

2 Ibid: p: 190

3 Ibid: p: 197

Members Of The Armed Forces

In the name of Allah, the most Beneficent, the most Merciful.

I, ___________, do solemnly swear that I will bear true faith and allegiance to Pakistan and uphold the Constitution of the Islamic Republic of Pakistan which embodies the will of the people, ... and under the law. May Allah Almighty help and guide me A'meen.[1]

وطن عزیز پاکستان میں ریاست اور سیاستِ مُدن سب بڑے بڑے اداروں کے اراکین جن میں صدرِ پاکستان، وزیراعظم، قومی اسمبلی کے تمام ممبرز، اراکین سینٹ، تمام گورنرز، ججز، الیکشن کمیشنر اور مسلح افواج کے تمام سربراہان الغرض جملہ بڑی بڑی ریاستی شخصیات اللہ اور عوام الناس کے سامنے، اللہ کی عطا کردہ"امانت"یعنی "اسلامی جمہوریہ پاکستان" کی خود مختاری، استحکام، فلاح و بہبود، اور اس کے لیے نظریہ اسلامی کو قائم رکھنے کاحلف اٹھاتے ہیں اور اللہ جل مجدہ، کے ساتھ اس حلف کی پابندی کاعہد کرتے ہیں۔

صدر مملکت، وزیراعظم، وزراء اور ریاستی اداروں کے سربراہان اور اراکین کے حلف ناموں کے الفاظ معمولی ردّوبدل کے ساتھ کم و بیش آپس میں مماثلت رکھتے ہیں۔ اس حلف نامہ میں وہ کیا کیااقرار وعہد کرتے ہیں۔ بطور نمونہ چند حلف ناموں کو ذکر کر دیا ہے۔

دستورِ پاکستان میں وزارتِ عظمیٰ کاحلف

دستور میں وزارتِ عظمیٰ کے لیے حلف اٹھانے کے لئے مندرجہ ذیل متن پیش کیا گیا ہے۔

"میں نام۔۔۔۔۔۔۔ سچے دل سے حلف اٹھاتاہوں کہ میں مسلمان ہوں اور وحدت وتوحید قادر مطلق اللہ، تمام الہامی کتب جن میں قرآنِ پاک خاتم الکتب ہے، نبوت محمد صلی اللہ علیہ وسلم بحیثیت خاتم النبیین جن کے بعد کوئی بھی نبی نہیں آسکتا روز قیامت اور قرآن پاک اور سنت کی جملہ مقتضیات وتعلیمات پر ایمان رکھتا ہوں"

حلف نامہ ہو یااقرار نامہ اس کی ترکیب و تشکیل سے کسی کے حقوق ضبط نہیں ہونے چاہیے وگرنہ غیروں کے یہ اعتراض سچ ثابت ہوں گے کہ پاکستان کی سرزمین غیر مسلم اقلیتوں پر تنگ کی جارہی ہے حالانکہ اسلام کے نام پر قائم ہونے والی ایک سلطنت کیسے حقوق کی پامالیوں کادرس دے سکتی ہے۔

جبکہ اسلام نے تو اس وقت حقوق سے آشنائی دی جب کوئی حقوق کے لفظ تک سے بھی متعارف نہ تھا۔ عدلیہ، انتظامیہ اور مقنّنہ سے لے کر یونین کونسل تک ہر جگہ غیر مسلم اقلیتوں کا کردار نمایاں نظر آئے گا جس میں وفاداری جھلکتی نظرآتی ہے اکثر اوقات حکومت وقت کے خلاف احتجاج یا نعرہ لگانے کو بھی ملک اور آئین سے متضاد

1 The constitution of the Islamic republic of Pakistan, p: 200

گردان لیا جاتا ہے جبکہ خلاف حکومت اور خلاف دستور دو بلکل مختلف جہتیں ہیں حکومت کے خلاف نعرہ لگانے یا احتجاج کرنے سے کسی کی وفاداری پر شک کرنا خلاف قانون اور عقل سے بالاتر ہے آئین و دستور یا ملک سے غداری میں اگر کوئی ملوث پایا جائے تو اس پر آئین کے آرٹیکل 6 کے تحت سنگین جرم کا اطلاق ہوتا ہے چاہے وہ مسلم ہو یا غیر مسلم۔

وزیر اعظم اور صدر کے حلف نامے کا متن ملک سے وفاداری کے عہد سے زیادہ اسلامی عقائد پر کاربند رہنے پر زور دیتا ہے ایسا ہونا بھی چاہیے کہ مسلم اکثریت اور پھر نظریہ اسلام پر قیام پذیر ریاست اس کی متقاضی ہے اور یہ عالمی اور جمہوری روایات کے بھی عین مطابق ہے اس آڑ میں غیر مسلم اقلیتوں پر اعلی عہدوں پہ فائز ہونے کے ممکنہ راستے مسدود نہیں ہوئے۔

مذکورہ بالا حلف ناموں سے اس بات کا اندازہ لگانا آسان ہو جاتا ہے کہ غیر مسلم شہریوں کی پاکستان سے وفاداری و وفاشعاری کی حیثیت کیا ہے؟ اور پاکستانی غیر مسلم آئین و قانون کے تناظر میں کس انداز سے وفاداری کے فرائض سر انجام باآسانی دے سکتے ہیں۔اس سے یہ بات بھی طے کرنا آسان ہو جاتی ہے کہ پاکستانی غیر مسلموں کے مناسب و فرائض کیا ہونے چاہیے جس سے آپس میں ہم آہنگی کی فضا قائم ہو جاتی ہے۔

غیر مسلم شہریوں کی پاکستان کے ساتھ وفاداری

آج کے اس پر فتن دور میں غیر مسلم اقلیت شہریوں کی قربانیوں کو نظر انداز نہیں کیا جاسکتا بد قسمتی سے ہماری نصابی کتب میں ان کی قربانیوں کا ذکر تک نہیں جس سے ہماری نئی نسل بلکل ناآشنا ہے اور پھر ان کی وفاداری کو مشکوک نظروں سے دیکھا جاتا ہے حالانکہ غیر مسلم اقلیت شہری اپنے وطن کی مٹی سے اتنی ہی وفادار ہے جتنا کہ ایک مسلم شہری ہے یہ پاکستانی غیر مسلم شہری مریخ سے آکر یہاں آباد نہیں ہوئے بلکہ یہیں پیدا ہوئے پروان چڑھے اور یہیں مریں گے بہت سے ایسے میدان عمل ہیں جہاں انہوں نے درجنوں قربانی کی مثالیں قائم کیں۔

پاکستانی غیر مسلم شہریوں کو موثر انداز میں قومی دھارے میں لایا گیا ہے ان کی وفاداری کو تسلیم کیا گیا ہے اور ان کے متعلقہ بنائے گئے قوانین میں اصلاح کی گئی ہے تاکہ وہ بھی سیاسی اور اقتصادی میدان میں اپنے وطن پاکستان کی خدمت کر سکیں۔

یہاں پر چند ایک مثالیں ذکر کی جارہی ہیں جس سے یہ عیاں ہوتا ہے کہ پاکستانی غیر مسلم بھی پاکستانی دستور کے مطابق وفاداری و وفاشعاری کے فرائض سر انجام دے رہے ہیں۔

ہندو سماجی تنظیموں اور اداروں کی وفاداری

ہندوؤں کی اکثریت مشرقی پاکستان میں آباد تھی جبکہ مغربی پاکستان میں سندھ اور بلوچستان میں ابھی بھی ان کی تعداد کافی ہے۔ جو کہ وقتاً فوقتاً پاکستان کی ترقی اور وفاداری میں اپنا کردار ادا کرتے ہیں۔ جیسا کہ مشرقی پاکستان میں ہندو شہری بہت سی ٹیکسٹائل ملوں کے مالک تھے اور صوبے میں درآمد و برآمد کے بڑے حصے پر چھائے ہوئے تھے

اور ان شہریوں کا سندھ اور بلوچستان کے ترقی میں بڑا اہم کردار ہے یہ یہاں پر کافی مستحکم ہیں صوبہ سندھ میں تو ہندو شہری کافی زمینوں کے مالک بھی ہیں۔[1]

پارسی سماجی تنظیموں اور اداروں کی وفاداری

پارسی شہری چونکہ پاکستان میں شروع دن سے ہی ایک صاحب ثروت طبقہ رہا ہے۔اس لیے پاکستان کی تعمیر و ترقی میں وفادارانہ کردار پیش کیا ہے ۔

پاکستان میں پارسی شہری تعداد کے لحاظ سے اگرچہ کم ہیں لیکن پاکستان کے یہ شہری تعلیم یافتہ ، محنتی ، ذہین، سرمایہ کار اور ترقی پسند واقع ہوئے ہیں اسی وجہ سے یہ شہری عام طور پر معاشی و سماجی لحاظ سے اچھے معیار زندگی کے حامل ہیں۔ان کی سب سے بڑی خوبی یہ ہے کہ یہ سو فیصد اعلی تعلیم یافتہ ہیں۔[2]

ان کی اہم شخصیات نے پاکستان کی ترقی کے لیے اہم نوعیت کے کام کیے۔ مثلا جمشید نوشیروان مہتا تیرہ سال تک سندھ میونسپلٹی کے میئر رہے۔ جمشید اے مار کر اقوام متحدہ کے نمائندے رہے۔ بلکہ انھوں نے اقوام متحدہ میں سلامتی کونسل کے صدر کی حثیت سے خدمات بھی سر انجام دیں۔ان کے والد بھی امریکہ میں پاکستان کے سفیر رہے ہیں۔[3]
اتنی بڑی ذمہ داریاں ایسے لوگوں کو ہی تفویض کی جاتی ہیں جن کی وفاداری ہر طرح سے مسلم ہو۔

پاکستان کے پارسی شہری ملکی سطح پر سماجی تعلیمی اور تجارتی میدانوں میں سر گرم عمل نظر آتے ہیں ان میں ڈاکٹر، ماہرین تعلیم ، سماجی کارکن اور سرکاری افسر پائے جاتے ہیں ۔ پارسی خواتین بھی پاکستان کے تعمیر و ترقی میں مردوں سے کم نہیں ہیں۔ مثلا: بیگم گول منوالا ایک سر گرم اور انتھک سماجی کارکن تھیں جنھوں نے کئی سماجی اور بہبودی کانفرنسوں میں بیرون ملک پاکستان کی نمائندگی کی ہے اور ملک کے اندر بھی بہت خدمات سر انجام دی ہیں۔ قیام پاکستان کے وقت پارسی شہریوں نے مہاجرین کی آباد کاری کے لئے مالی و دیگر کوششوں میں خوب حصہ لیا اور جناح میموریل فنڈ کو کم نہ ہونے دیا۔[4]

عیسائی سماجی تنظیموں اور اداروں کی وفاداری

پاکستان میں غیر مسلم شہریوں میں سب سے زیادہ تعداد عیسائی شہریوں کی ہے۔ یہ پاکستان میں کئی نسلوں سے آباد ہیں اور تقسیم پاکستان کے بعد پاکستان میں ہی رہنے کو ترجیح دی۔

---

1 Hindus in Pakistan, S.K.Guptan, Karachi Pakistan, Publication , 1964, P: 4

2 Pakistan an Introduction, Horbert Feldman, Oxford university Karachi , press ,1968, P:30

3 Parsis Ancient and Modern and their Religion, Dada Chanji, Pakistan publication , Karachi, 1964, P: 83

4 ibid, P:85

سب سے اہم بات یہ ہے کہ آزادی کے بعد بھی کچھ عیسائی پاکستان آئے تھے جن میں مسٹر سی ای گبن کا نام اہمیت کا حامل ہے۔وہ پاکستان ہجرت کرکے آئے تھے اور پاکستانی شہریوں نے ان کی اتنی حوصلہ افزائی کی تھی کہ انہیں قومی اسمبلی کاڈپٹی سپیکر بنایا گیا تھا۔[1]

عیسائی شہریوں کے مذہبی اور دیگر تنظیموں نے ملک میں بہت سے سکول، کالج ، ہسپتال، ڈسپینسریاں، سماجی مراکز اور بہبود کے پروگرام چلارہے ہیں۔ہر بڑے شہر میں عیسائی شہریوں کے کئی اہم ہسپتال اور تعلیمی ادارے قائم ہیں جن سے نہ صرف عیسائی بلکہ پاکستان کا ہر شہری مستفید ہو رہا ہے۔ صرف کیتھولک کلیسا کے تحت ملک پاکستان میں تقریبا552 تعلیمی ادارے کام کر رہے ہیں۔[2]

یہ عیسائی شہریوں کی وفاداری و وفاشعاری کامنہ بولتا ثبوت ہے۔ایسے ادارے ملکی تعمیر وترقی کے ساتھ ساتھ ملکی وفاداری و وفاشعاری کا حسین گلدستہ ثابت ہوتے ہیں۔

بہائی جامعہ

امر بہائی کا بنیادی مقصد اقوام و مذاہب میں ہم آہنگی پیدا کرکے امن و سلامتی کو فروغ دینا ہے ۔ یہ ادارہ پاکستان میں امن وآشتی کے فروغ کے لیے دن رات مصروف عمل دیکھائی دیتاہے جو کہ ملکی وفا کی ایک اہم کڑی ہے۔

احمد سلیم لکھتے ہیں کہ :

"بہائی جامعہ مختلف شہروں میں بین المذاہب کانفرنسوں کااہتمام کرتا ہے۔بڑے بڑے شہروں میں نہ صرف امن مشاعرے کرواتا ہے بلکہ امن کے موضوع پر پیش کیے گئے ان مقالات کو کتابی صورت میں شائع بھی کرواتا ہے۔ بعض اوقات پاکستان میں بسنے والے بہائی مناجاتوں کا سلسلہ اس طرح بناتے ہیں کہ پاکستان کے امن وسلامتی کے لیے "دعائے زنجیری" کااہتمام کرتے ہیں"[3]

کاتھولک چرچ

پاکستان میں یہ چرچ آبادکاری تعلیم اور زرعت کے حوالے سے عوام کی خدمات سرانجام دے رہا ہے۔ملتان میں بلخصوص ڈایوسس نے دیہی علاقوں میں زراعت اور تعلیم کے فروغ پر زور دیا اسی طرح کراچی کے آرچ ڈایوسس میں بھی روحانی خدمات کے ساتھ ساتھ عوامی فلاح و بہبود کے کئی شعبوں کی طرف توجہ دی گئی ہے۔[4]

---

1 پاکستان اور اقلیتیں، ص: 370

2 یہ دیس ہمارا ہے، ص: 15

3 پاکستان اور اقلیتیں، ص: 447

4 ایضا، ص: 435

جائنٹ کرسچیئن بورڈ

1947ء میں پنجاب کی چار مسیحی تنظیموں نے مل کر ایک بورڈ قائم کیا جس کا نام جائنٹ کرسچیئن رکھا گیا۔ جس نے سب سے اہم کام یہ کیا کہ باؤنڈری کمیشن پنجاب کے سامنے پاکستان کا مقدمہ بہت احسن انداز میں پیش کیا۔[1]

دی سالویشن آرمی

یہ تنظیم بنیادی طور پر انگلستان کی تنظیم تھی جس نے اپنا ابتدائی کام 1883ء میں لاہور میں شروع کیا تھا۔ 1947ء میں جب پورا پنجاب قتل وگارت گری کی لپیٹ میں تھا تو اس وقت اس تنظیم نے انسانی بحالی اور آبادکاری کے کام میں بڑھ چڑھ کر حصہ لیا۔ 1947ء کے بعد اس تنظیم نے کئی قومی بحرانوں کے دوران انسانوں کی آبادکاری اور بحالی کا فریضہ سرانجام دیا۔[2]

انجمن تحفظ اقلیتاں

تقسیم ہند کے وقت جب ہندو، سکھ اور مسلمانوں کے درمیان فرقہ فسادات کی آگ بھڑکی تو اس وقت چوہدری چندولعل نے 1947ء میں ہی اس نفرت کی آگ کو کم کرنے کے لیے اس تنظیم کی بنیاد ڈالی۔ یہ تنظیم ہندوستان کی اقلیتوں کے درمیان نفرتوں کو کم کرنے میں کوشاں رہی اور قیام پاکستان تک فرقہ وارانہ فسادات کو روکنے کے لئے تنظیم نے اپنی کوششیں جاری رکھیں۔[3]

یہ تمام ادارے مختلف مراحل پر پاکستانی آئین و قانون پر عمل پیرا ہوتے ہوئے اپنی وفاشعاری کے سرٹیفکیٹ بھی جمع کرواتے ہیں جو اس بات کا بین ثبوت ہے کہ یہ ملکی ترقی میں وفاشعاری کے ساتھ بھرپور کردار ادا کر رہے ہیں۔

---

1 پاکستان اور اقلیتیں ص: 433

2 ایضاً

3 پاکستانی اقلیتیں، انجم صحرائی، ادارہ تعارف ملتان، جی پی او بکس نمبر 493، ص: 14

فصلِ دوم

ملکی عدلیہ میں غیر مسلموں کی خدمات

پاکستان میں عدالتی نظام

پاکستان جب سے معرض وجود میں آیا ہے اس وقت سے ہی اس میں آئین و قانون کی بالادستی رہی ہے اور اس میں عدالتی نظام بھی شروع ہی سے قائم ہے اس میں سب سے نچلی سطح پر مجسٹریٹ اور سول ججوں کی عدالتیں ہیں جب کہ اور کی سطح پر ہر صوبہ میں ایک ہائی کورٹ اور ان سب پر ایک سپریم کورٹ قائم ہے ہائی کورٹ نہ صرف صوبائی حکومت کے دائرہ میں آنے والے مقدمات کی سماعت کرتی ہے بلکہ دستوری مقدمات کی بھی سماعت کرتی ہے۔ اگر 1973ء کے آئین کو دیکھا جائے تو واضح ہوتا ہے کہ ہر صوبے کے لیے علیحدہ ہائی کورٹ ہونے کے باوجود سپریم کورٹ کا دائرہ اختیار تمام ملک میں ہوگا۔

عدلیہ اور انتظامیہ میں علیحدگی

انگریز کے دور ہی سے پاکستان میں نچلی سطح پر عدلیہ اور انتظامیہ کے درمیان علیحدگی مفقود رہی ہے اسی لیے ضلعی اور مقامی سطح پر مختلف درجات کے مجسٹریٹ حضرات کو عدالتی کاموں کے ساتھ انتظامی فرائض بھی ادا کرنے ہوتے ہیں اور یہ بات آئین کی روشنی میں واضح ہے کہ تین (3) سال کے اندر عدلیہ ،انتظامیہ سے الگ ہو جائے گی۔[1]

عدلیہ The Judicature

عدالتیں The Courts

دستورِ پاکستان کے آرٹیکل 175 میں پاکستانی عدالتوں کے متعلق مذکور ہے:

1۔ پاکستان کی ایک عدالت عظمی اور ہر صوبے کے لئے ایک عدالت اور ایسی دوسری عدالتیں ہوں گی جو قانون کے ذریعے قائم کی جائیں گی۔

2۔ کسی عدالت کو یہ اختیارِ سماعت نہیں ہوگا، ماسوائے جو دستور کے مطابق یا کسی قانون کی رو سے یا اس کے تحت ،اسے تفویض کیا گیا یا کیا جائے۔

---

1 جدید حکومتیں، سرور محمد، علمی کتب خانہ اردو بازار، لاہور، 1987ء، ص: 454

3۔ عدلیہ کو یوم آغاز سے چودہ سال کے اندر انتظامیہ سے بتدریج علیحدہ کیا جائے گا۔[1]

پاکستان کی عدالت عظمی

176 آرٹیکل کے تحت عدالت عظمی ایک چیف جسٹس پر جسے چیف جسٹس آف پاکستان کہا جائے گا اور اتنے دیگر ججوں پر مشتمل ہو گی جن کی تعداد مجلس شوریٰ کے ایکٹ کے ذریعے متعین کی جائے یا اس طرح تعین ہونے تک جو صدر مقرر کرے۔[2]

ججوں کا تقرر

ججز کے تقرر تک میں غیر مسلم و مسلم کی کو تفریق نہیں کی گئی بلکہ پاکستانی عدالتوں میں تقرری کا معیار صرف اور صرف وطن پاکستان کا شہری ہونا قرار دیا گیا ہے جیسا کہ پاکستانی آئین میں مذکور ہے۔

آئین پاکستان کے آرٹیکل 177 کے مطابق صدر پاکستان سپریم کورٹ کے چیف جسٹس کا تقرر کرے گا اور دیگر ججوں کو اس کے مشورے سے مقرر کرے گا۔ چیف جسٹس صدر اور باقی جسٹس چیف جسٹس کے روبرو حلف اٹھائیں گے۔[3]

اسی طرح آرٹیکل نمبر 175 ہی میں ہے کہ:

" کوئی شخص اس وقت تک عدالت عظمی کا جج مقرر نہیں ہو گا جب تک کہ وہ پاکستان کا شہری نہ ہو

الف) کم سے کم پانچ (5) سال تک یا مختلف اوقات میں اتنی مدت تک جو مجموعی طور پر پانچ (5) سال سے کم نہ ہو، کسی عدالت عالیہ کا جج نہ رہا ہو

ب) کم از کم پندرہ سال تک یا مختلف اوقات میں اتنی مدت تک جو مجموعی طور پر پندرہ سال سے کم نہ ہو کسی عدالت عالیہ کا ایڈووکیٹ نہ رہا ہو"۔[4]

عدالت عظمی کا صدر مقام

آرٹیکل 183 کی ذیلی شق نمبر 3 کے مطابق عدالت عظمی کا صدر مقام اسلام آباد ہو گا۔[5]

---

1 The Constitution of the Islamic Republic of Pakistan 1973, Makhdoom Ali Khan, Pakistan lawbook House, Karachi, P: 86

2 Ibid: P: 86

3 مدنیات پاکستان، عبدالحمید مجاہد، رشید اینڈ سنز اردو بازار، کراچی، ص: 286

4 آئین اسلامی جمہوریہ پاکستان 1973، زاہد حسین انجم، منصور بک ہاوس، لاہور، 2000ء، ص: 200

5 آئین اسلامی جمہوریہ پاکستان 1973، صفدر حیات صفدر، نیو بک پیلس اردو بازار، لاہور، ص: 100-101

پاکستان کی عدالت عالیہ

آئین پاکستان کے مطابق ہر صوبے میں ایک ہائی کورٹ قائم کی گئی ہے۔ جس کے اختیارات ہر صوبے میں یکساں ہیں۔ ہر ہائی کورٹ ایک چیف جسٹس اور اتنے دوسرے ججوں پر مشتمل ہے جن کی تعداد کا تعین قانون کے مطابق ہوتا ہے۔

آرٹیکل 192 کے تحت ہر عدالت عالیہ ایک چیف جسٹس اور اتنے دوسرے ججوں پر مشتمل ہے جن کی تعداد کا تعین قانون کے مطابق ہوگا۔[1]

عدالت عالیہ کے ججوں کا تقرر

آرٹیکل 193 کے پارٹ 1 کے تحت کسی بھی عدالت عالیہ کے جج کا تقرر صدر کی طرف سے حسب ذیل مشورے کے بعد کیا جائے گا۔

الف: چیف جسٹس آف پاکستان سے۔

ب: متعلقہ گورنر سے اور

ج: اس عدالت عالیہ کے چیف جسٹس سے بجز اس کے کہ تقرر چیف جسٹس کا ہو۔

2: عدالت عالیہ کے جج کے لیے پاکستان کا شہری ہونا اور کم از کم چالیس سال کا ہونا اور کم از کم دس سال تک یا مختلف اوقات میں اتنی مدت تک مجموعی طور پر دس سال سے کم نہ ہو۔[2]

حلف نامہ

آرٹیکل 194 کے تحت عدالت عالیہ کا چیف جسٹس گورنر کے سامنے اور عدالت کا کوئی اور جج چیف جسٹس کے سامنے حلف اٹھائے گا۔[3]

عدالت عالیہ کا صدر مقام

آرٹیکل 198 میں صدر مقام کے حوالے سے مذکور ہے کہ:

1۔ یوم آغاز سے عین قبل موجود ہر عدالت عالیہ کا صدر مقام اس مقام پر رہے گا جہاں اس کا مذکورہ مقام اس دن سے قبل موجود تھا۔[4]

---

1 آئین اسلامی جمہوریہ پاکستان 1973، صفدر حیات صفدر، ص: 103

2 ایضاً: ص: 103-104

3 جدید حکومتیں، سرور محمد، ص: 628

4 آئین اسلامی جمہوریہ پاکستان 1973، زاہد حسین انجم، ص: 217

ماتحت یا قانونی عدالتیں

1973ء کے آئین میں اعلی عدالتون کی تنظیم اور دائرہ سماعت کے متعلق اصقل وضع کئے گئے ہیں جب کہ ماتحت عدالتوں کی تنظیم اور دائرہ کار کو عام قوانین کے ذریعے منضبط کیا گیا ہے۔ ہر صوبہ کیں ضلعی اور مقامی سطح پر مختلف قسم کی عدالتوں کا نظام جاری ہے جو سب ہائی کورٹ کی زیر نگرانی کام کرتی ہیں پاکستان میں دوانی اور فوجداری مقدمات کی سماعت کے لئے الگ الگ عدالتیں قائم ہیں۔

انتظامی عدالتیں اور ٹربیونلز

آئین پاکستان میں انتظامی عدالتوں اور ٹربیونلز کے قیام کی گنجائش ہے جن کا نفاذ محدود پیمانے پر ہے۔آئین کی دفعہ 212 کی رو سے انتظامی عدالتوں اور ٹربیونلز کے قیام کی گنجائش ہے۔ پاکستان کے عدالتی نظام میں قانون کی حکمرانی کا اصول روئج ہے۔ اس لئے سرکاری ملازمین اور عام شہریوں کے لئے ایک ہی طرح کی عدالتیں قائم ہیں لہٰذا انتظامی عدالتوں اور ظ ٹربیونلز کا نفاذ محدود پیمانے پر ہے۔[1]

فوجداری عدالتیں

فوجداری مقدمات میں قتل، ڈاکہ، چوری وغیرہ شامل ہیں۔ ان جرائم کی سماعت کے لئے ضلع کی سطح پر حسب ذیل عدالتیں ہیں:

1۔ سیشن کورٹ
2۔ڈسٹرکٹ مجسٹریٹ
3۔ مجسٹریٹ درجہ اول
4۔ مجسٹریٹ درجہ دوم
5۔ مجسٹریٹ درجہ سوئم

دیوانی عدالتیں

دیوانی مقدمات میں شہریوں کے باہمی لین دین اور معاہدات کی خلاف ورزی کے معاملات شامل ہیں۔ ان عدالتوں میں فریقین کو سزائیں دینے کے بجائے ان کے حقوق کا تعین کیا جاتا ہے تاکہ تنازعات کا پر امن تصفیہ ہو سکے۔ان کے تحت درج ذیل عدالتیں شامل ہیں:

1۔ ضلع عدالت
2۔ سینئر سول جج
3۔سول جج درجہ اول

---

1 جدید حکومتیں، ص:643

4۔ سول جج درجہ دوم

5۔ سول جج درجہ سوئم

6۔ عدالت خفیفہ

مال گزاری کی عدالتیں

ضلعی سطح پر مالیہ لگان اور آبیانہ سے متعلقہ مقدمات کے تصفیے کے لئے مال گزاری کی عدالتیں بھی قائم کی جاتی ہیں جو کہ حسب ذیل ہیں :

کلکٹر کی عدالت اس کے تحت درج ذیل عدالتیں ہیں :

ڈپٹی کلکٹر کی عدالت

اسسٹنٹ کلکٹر کی عدالت

سب ڈویژن آفیسر کی عدالت

تحصیلدار کی عدالت

نائب تحصیلدار کی عدالت

پاکستانی عدلیہ اور انتظامیہ میں غیر مسلم شہریوں کے فرائض منصبی

برطانوی ہندوستان میں برطانوی عدالتی نظام کے نفاذ کے بعد ہندوستان میں ضلعی اور تحصیل کی سطح پر عدالتیں قائم ہوئیں۔ ہر صوبہ میں الگ الگ ہائی کورٹ قائم کئے گئے چیف جسٹس اور ججوں کی اکثریت انگریز ججوں پر مشتمل تھی۔

برصغیر پاک و ہند کی سپریم عدالت کے بھی زیادہ تر جج انگریز ہی تھے جو کے غیر مسلم ہی تھے۔ قیام پاکستان کے بعد بھی عدالتی نظام کی بھاگ ڈور انہی لوگوں کے ہاتھوں میں تھی جنھوں نے بڑے احسن انداز میں اس فریضہ کو نہ صرف سرانجام دیا بلکہ آنے والی نسل کے لیے مشعل راہ بھی ثابت ہو۔ ذیل میں پاکستان کی عدلیہ میں اپنا کردار ادا کرنے والی غیر مسلم شخصیات کا ذکر کیا جاتا ہے جن کی شب و روز کی محنت کا ثمر ہے کہ پاکستانی عدلیہ اقوام عالم میں ایک منفرد حیثیت کی حامل دکھائی دیتی ہے۔

یہ بحث زبان زد عام ہے کہ غیر مسلم سربراہ ادارہ کے طور پر فرائض انجام دے سکتے ہیں کے نہیں اس کی وضاحت میں یہ کافی ہے کہ آئین و قوانین میں ایسی کوئی پابندی عائد نہیں ہے۔ جیسا کہ شاھد اورکزئی کیس میں اس کی صراحت ملتی ہے۔

In the Shahid Orakzai case, the Supreme Court in interpreting Articles **2** and **2A** ruled that the said articles do not per se prohibit non-Muslim from being appointed as chief justice of Pakistan. The court held: "...The petitioner has not been able to show us

any bar in any of the Articles of Constitution, including Articles 2 and 2A of the Haq Nawaz and Others v. Province of Punjab through Chief Secretary, Lahore, **1997 MLD 299**.

Shahid Orakzi and Another v. Federation of Pakistan, **PLD 2008 SC 77**، that a non-Muslim cannot be appointed as Chief Justice or Acting Chief Justice of Pakistan or a Judge of the Supreme Court...The legislature may in its domain subject to the Constitution and the principle of equality before law and equal treatment before law can make a law that a non-Muslim citizen cannot be appointed against a particular post but there is no prohibition in the Constitution or any law that a non-Muslim cannot be appointed as a Judge or Chief Justice in the superior courts."

عدالت عظمیٰ نے تشریح کرتے ہوئے لکھا کہ محض رنگ و نسل، مذہب و ذات کی بنیاد پر ملازمت سے محروم نہیں رکھا جاسکتا کیونکہ صرف شہریت ودیگر (تعلیم و تجرباتی) مطلوبہ معیار پورا ہونے مساوات اور میرٹ کا اطلاق ہوگا۔

Article **27** of the 1973 Constitution: Safeguard against discrimination in services- (1) No citizen otherwise qualified for appointment in the service of Pakistan shall be discriminated against in respect of any such appointment on the ground only of race, religion, caste, sex, residence or place of birth. In the New Jubilee Insurance Company case, 49 the Supreme Court observed that: "It is manifest that the Holy Qur'an inter alia enjoins that there is no difference between the individuals of mankind on the basis of race, color and territory and that all human beings are equal in the eyes of Allah. The fittest person who is strong and trustworthy is to be employed. It is evident that the concept of zone or quota system runs counter not only to the above clause (1) of Article **27** read with Article **2A** and Article **25** of the Constitution, but also to the Commandment of Allah as ordained in the Holy Qur'an. We may observe that the quota system has not served Pakistan interest but on the contrary, it has generated parochial and class feelings resulting into disunity."

Article **36** of the 1973 Constitution: Protection of minorities The State shall safeguard the legitimate rights and interests of minorities, including their due representation in the Federal and Provincial services.

ماسوائے فیڈرل شریعت کورٹ کے ججز کے (کیونکہ یہ ادارہ محض مسلم شہریوں کے امور سے متعلقہ ہے) باقی تمام اسپیکر، ممبران پارلیمنٹ، ججز، الیکشن کمشنرز، سفیر، مندوب کے عہدہ کیلئے مسلم ہونے کی کوئی خاص پابندی عائد نہیں کی گئی۔

All judges of the Federal Shariat Court as provided in Article **203C** are to be Muslims. There exists no constitutional impediment for all other appointments including of the speakers of the parliament, judges, election commissioners, ambassadors and diplomats to foreign countries to be Muslims. Strictly speaking even an appointment of a non-Muslim as a member of the Islamic Council under Article **228** is not prohibited by the constitution if otherwise he/she fulfills the requirements and qualifications enumerated therein.

پاکستانی عدلیہ میں مسیحی شہریوں کا فرضِ منصبی

مسیحی شہریوں نے جس طرح تحریک پاکستان کے دوران مسلم لیگ کے شانہ بشانہ موثر کردار ادا کیا اور پھر قیام پاکستان کے بعد ملک پاکستان کی تعمیر و ترقی کے ہر موڑ پر اپنی بساط کے مطابق مثبت کردار ادا کیا جہاں پاکستان کے دیگر اداروں میں مسیحی شہریوں نے اپنا کردار ادا کیا ہے وہاں عدلیہ جیسے عظیم ادارے کی بہتری اور اس کو اوج ثریا تک پہچانے کی کوششوں کا بھی حصہ بنتے رہے انہی درخشدے ستاروں میں سے چند ایک کا ذکر ذیل کے اورق کی زینت بننے جا رہا ہے۔

جسٹس اے آر کارنیلیئس

1950-51ء میں وہ حکومت پاکستان کی وزارت قانون سے وابستہ ہوئے۔

نومبر 1951ء میں انہیں فیڈرل کورٹ کا جسٹس مقرر کر دیا گیا۔[1]

1960ء سے 1968ء تک وہ سپریم کورٹ آف پاکستان کے چیف جسٹس کے منصب پر فائز رہے۔[2]

جسٹس آر چی سن

قیام پاکستان کے فورا بعد ان برطانوی نزاد نے بدستور ہائی کورٹ لاہور کے جج کی حیثیت سے اپنے فرائض سر انجام دیئے ان کے متعلق مشہور تھا کہ وہ مقدمات کے حالات و واقعات کی چھانٹ پھٹک کے بعد قانون کے مسلمہ اصولوں کی بنیاد پر فیصلے دیتے تھے۔[3]

1 تحریک پاکستان کے گمنام کردار، ص: 102

2 روزنامہ جنگ، لاہور، گولڈن جوبلی سپیشل، 26 جولائی، 1997ء

3 یہ دیس ہمارا ہے، ص: 171

جسٹس چارلس لوبو

سندھ چیف کورٹ کے جج تھے یہی وہ فرد تھے جنہون نے پاکستان کی نمائندگی اقوام متحدہ کی جنرل اسمبلی میں کی۔[1] ان کے علاوہ چوہدری چندو لعل ایڈووکیٹ [2]، چندر بالا گور [3]، آر اے جرمی [4]، آر اے گومز [5]، بینود بہاری چوہدری [6]، اور سی ای گبن [7] جیسی مقتدر شخصیات نے پاکستانی عدلیہ میں اپنے فرائض منصبی نہ صرف بخوبی سرانجام دئے بلکہ پاکستان کے ساتھ وفا کا جو رشتہ مسلم شہریوں کا ہے ویسا ہی نبھا کر اپنے فرائض سے مسلم لوگوں کے دلوں میں جگہ بنائی۔

پاکستانی عدلیہ میں پارسی شہریوں کا فرضِ منصبی

مسلمانوں، ہندوؤں اور مسیحیوں کی طرح پاکستان کی تعمیر و ترقی میں پارسی شہریوں نے بھی اپنا لوہا منوایا ہے۔ ان کا اصل وطن پارس یعنی فارس ہے۔

---

1 یہ دیس ہمارا ہے، ص: 171

2 شیخوپورہ کے نواحی گاؤں میں 16 اپریل 1907ء کو پیدا ہوئے۔ 1921ء میں مرے کالج سے گریجویشن کی اور 1933ء میں پنجاب یونیورسٹی سے ایل ایل بی کرکے علاقے کے پہلے مسیحی ایڈووکیٹ ہونے کا اعزاز حاصل کیا۔ ملاحظہ ہو: روزنامہ جنگ، لاہور، گولڈن جوبلی سپیشل، 26 جولائی، 1997ء

3 1927ء میں فرید پور کے اولا بادی گاؤں میں پیدا ہوئے۔ 1954ء میں مشرقی بنگال قانون ساز اسمبلی کے رکن منتخب ہوئے اور 1955ء میں نور الامین وزارت کے رکن وزیر ڈی بروری کو آئین ساز اسمبلی کے رکن منتخب ہوئے۔ ملاحظہ ہو: پاکستان اور اقلیتیں، ص: 479

4 انہوں نے سٹیفن کالج دہلی، فارمن کرسچئین کالج لاہور اور لاء کالج لاہور جیسے نامور اداروں سے تعلیم حاصل کی۔ 1923ء میں انہوں نے قانون کی ڈگری حاصل کرکے مردان بار میں وکالت شروع کی۔ اور آخری ایام تک لاہو ہائیکورٹ سے منسلک ہو کر وکالت کرتے رہے۔ ملاحظہ ہو: پاکستان اور اقلیتیں، ص: 460

5 1940ء میں پیدا ہونے والے اس ماہر قانون نے 1926ء میں گراجویشن اور 1928ء میں ایم اے انگلش کا امتحان پاس کیا۔ وہ دو مرتبہ کلکتہ کارپوریشن کے کونسلر اور دو بار متحدہ بنگال قانون ساز اسمبلی کے رکن بنے۔ سب سے اہم کارنامہ انہوں اس وقت سرانجام دیا جب تقسیم ہند کے موقع پر انہوں نے پاکستان کے حق میں ووٹ دیا۔ ملاحظہ ہو: پاکستان اور اقلیتیں، ص: 461

6 2 اپریل 1904ء میں چٹاگانگ میں پیدا ہوئے۔ 1931ء میں انہوں نے کلکتہ یونیورسٹی سے لاء کی ڈگری حاصل کی۔ ملاحظہ ہو: پاکستان اور اقلیتیں، ص: 463

7 تحریک پاکستان کے ان رہنماؤں میں سے ایک ہیں جنہوں نے جرات و مجاہدانہ انداز سے مسلم لیگ کے شانہ بشانہ کام کرکے وطن عزیز کی تکمیل و تشکیل کے لیے اقلیتون کو بیدار کیا۔ سی ای گبن ہی وہ فرد تھا جس نے باؤنڈری کمیشن کے سامنے مسیحی نمائندے کی حیثیت سے پاکستان کی حمائت میں دلائل دئے۔ 1951ء میں وہ پنجاب کی قانون ساز اسمبلی کے رکن منتخب ہوئے۔ اور وہ مجلس قانون ساز پاکستان کے ڈپٹی سپیکر بھی منتخب رہے۔ ملاحظہ ہو: پاکستان اور اقلیتیں، ص: 493

1843ء میں ہندوستان کے مغربی ساحل پر واقع بندرگاہوں والے شہروں میں آکر آباد ہوئے۔ [1]

پارسی برادری نے صنعت ، تجارت ، مالیات ، سیاست ، تعلیم ، ادب و فن ، صحافت اور تدریس وغیرہ میں انیسویں صدی ہی میں اپنا لوہا منوا لیا تھا جبکہ عدلیہ کے حوالے سے بھی ان کی خدمات کو فراموش نہیں کیا جا سکتا۔ پاکستان کی عدلیہ میں پارسی شہریوں نے اپنا اہم کردار ادا کیا۔

ان میں سے چند شخصیات کا ذکر ذیل میں مذکور ہے:

پی۔ڈی۔ بھنڈارا

لاہور میں 1900ء میں پارسی خاندان میں پیدا ہونے والی اس شخصیت نے 1950ء میں سیاست میں حصہ لینا شروع کیا۔ 1951ء میں وہ اقلیتوں کی نشست پر پنجاب آئین ساز اسمبلی کے رکن منتخب ہوئے۔ [2]

جمشید نسروانجی مہتا

7جنوری 1886ء میں کراچی میں ایک پارسی گھرانے میں پیدا ہونے والی شخصیت کو1933ء میں کراچی میونسپلٹی ایکٹ کی درستگی کے لیے بمبئی قانون ساز کونسل کا منبر نامزد کیا گیا۔ [3]

جسٹس دراب پٹیل

جسٹس دراب پٹیل کا پورا نام دوراب فرام روز پٹیل تھا اور ان کا تعلق ایک کاروباری پارسی خاندان سے تھا۔ وہ 13 ستمبر 1924ء کو کوئٹہ میں پیدا ہوئے تھے۔ 1966ء میں وہ مغربی پاکستان ہائی کورٹ کے اور 1976ء میں سپریم کورٹ آف پاکستان کے جج مقرر ہوئے۔ درمیان میں انہیں بلوچستان یونیورسٹی کے پہلے وائس چانسلر کے طور پر خدمات انجام دینے کا موقع بھی ملا۔

جسٹس دراب پٹیل سپریم کورٹ کی اس بنچ کے رکن تھے جس نے ذوالفقار علی بھٹو کی اپیل کی سماعت کی تھی۔ اس مقدمے میں جسٹس ردراب پٹیل نے اپنا اختلافی نوٹ تحریر کیا تھا اور بھٹو کو رہا کرنے کی سفارش کی تھی۔ [4]

پاکستان میں پارسی برادری کے وکلاء ایف ای ڈیشا، سر فیروز مہتا، کے ایف نرمان، سر این پی انجنیئر اور ہومی سپروائی نے قانون کے شعبہ میں گراں قدر خدمات سر انجام دیں۔ سر این پی انجنیئر اور ہومی سپروائی ایڈووکیٹ جنرل کے عہدوں پر تعینات رہے۔ [5]

---

1 اردشیر کاوس جی، "میرا پرانا سکول" روزنامہ خبریں، اسلام آباد، 22دسمبر 1998ء

2 پاکستان اور اقلیتیں، ص: 465

3 ایضا: ص: 473

4 http://urdu.abbtakk.tv/43440-stories-aaj-ka-din-justice-durab-patel-barsi150315/

5 An Ancient and Modern, Dadachan Ji, F.K. Parsis, Karachi, 1997

پاکستانی عدلیہ میں ہندوؑ شہریوں کا فرضِ منصبی

پاکستان میں بسنے والا ہر شہری پاکستان کی سالمیت اور اس پر جان نشاور کرنے کو اپنی سعادت سمجھتا ہے اور وہ ہمہ وقت پاکستان کی تعمیر و ترقی کے لیے کوشاں نظر آتا ہے انہیں میں سے پاکستانی ہندو شہری بھی ہیں جنہوں نے پاکستانی عدلیہ میں اپنا کردار ادا کیا۔ چند ایک کا ذکر ذیل میں کیا جاتا ہے۔

جوگندر ناتھ منڈل

جوگندر ناتھ منڈل بنگال کے دلت خاندان سے تعلق رکھتے تھے۔ یہ 1906ء میں کلکتہ کے ایک اچھوت گھرانے میں پیدا ہوئے۔[1]

محمد علی جناح نے جوگندر ناتھ منڈل کو پاکستانی کابینہ کا رکن نامزد کیا۔ دس (10) اگست 1947ء کو جب کراچی میں پاکستان کی پہلی اسمبلی کا اجلاس ہوا تو قائدِاعظم محمد علی جناح نے جوگندر ناتھ منڈل کو اس اسمبلی کا صدر نامزد کیا، جب پاکستان کی پہلی کابینہ بنی تو قائدِاعظم نے جوگندر ناتھ منڈل کو ملک کے پہلے وزیر قانون کا قلم دان سونپ دیا۔[2]

اسلامی جمہوریہ پاکستان کا پہلا قانون ایک ہندو وزیر نے بنایا تھا اور قوانین میں ترامیم کا پہلا ڈرافٹ بھی اسی ہندو دلت کے دستخطوں سے جاری ہوا تھا' منڈل 1968ء میں انتقال کر گئے۔[3]

دھریندر ناتھ دتہ

2 نومبر 1886 میں ضلع برھمن باڑیہ میں پیدا ہوئے[4] وہ ایک وکیل اور سیاستدان تھے۔ 1938ء میں کانگریس کے پلیٹ فارم سے وہ بنگال کی قانون ساز اسمبلی کے رکن منتخب ہوئے۔[5]

ان کے علاوہ حب الوطنی سے سرشار ہندو مذہب سے تعلق رکھنے والے پاکستانی شہری جنہوں نے اپنی زندگیاں اپنے وطن عزیز کے اس ادارے جو پاکستان کی ریڑھ کی ہڈی کی حیثیت رکھتا ہے کے لیے وقف کیں۔

---

1 تحریکِ پاکستان کے گمنام کردار، ص: 85

2 قائدِاعظم بحثیت سربراہ مملکت، ص: 58-59

3 پاکستان اور اقلیتیں، ص: 467

4 [A Tribute to this Country]. Prothom Alo (in Bengali). 3 November 2007

5 پاکستان اور اقلیتیں، ص: 481

چند نام حسب ذیل ہیں:

کامنی کمار دتہ[1]، کرپال داس سریومال[2]، کمار داس بسنت[3]، کمار دت بھوپندرا[4]، لالہ کوٹورام[5] ورندر اناتھ دتہ[6]

رانا بھگوان داس

رانا بھگوان داس پہلے ہندو اور دوسرے غیر مسلم جج تھے جو سپریم کورٹ کے جج کے عہدے پر فائز رہے۔

رانا بھگوان داس صوبہ سندھ کے ضلع لاڑکانہ کے شہر نصیر آباد میں 20 دسمبر 1942 کو پیدا ہوئے۔[7] انہوں نے ابتدائی تعلیم سندھ کے مختلف تعلیمی اداروں میں حاصل کی جس کے بعد ایم اے اسلامیات، ایل ایل بی اور ایل ایل ایم کی ڈگریاں حاصل کیں۔

رانا بھگوان دس نے 1965 میں وکالت کا آغاز کیا اور پریکٹس کے صرف دو سال بعد عدلیہ کا حصہ بن گئے۔ انھیں سول جج تعینات کیا گیا۔ ماتحت عدالتوں میں فائز رہنے کے ستائیس سال بعد انھیں سندھ ہائی کورٹ میں بطور جج ترقی دی گئی۔

---

1 1878ء میں ٹپرا گاؤں سری کیل میں پیدا ہوئے۔ 1907ء میں کومیلا میں بحیثیت وکیل پریکٹس شروع کر دی 1912ء میں کلکتہ ہائی کورٹ میں وکالت کا لائسنس حاصل کیا۔ پاکستان کے ابتدائی دس برسوں میں پاکستان نیشنل کانگریس کے پلیٹ فارم سے انہوں نے دستور ساز اسمبلی میں اہم کردار ادا کیا۔ ملاحظہ ہو: پاکستان اور اقلیتیں، ص: 496

2 1905ء میں برانی گاؤں نواب شاہ میں پیدا ہوئے۔ وہ 1946 میں سندھ قانون ساز اسمبلی کے ممبر منتخب ہوئے اور 1956ء تک اس کے ممبر رہے۔ ملاحظہ ہو: پاکستان اور اقلیتیں، ص: 496

3 1883ء میں سلہٹ میں پیدا ہوئے۔ انہون نے قانون کی تعلیم حاصل کی اور 1910ء میں سلہٹ میں باقاعدہ پریکٹس شروع کر دی۔ 1955ء میں وہ پاکستان کی آئین ساز اسمبلی کے رکن منتخب ہوئے۔ ملاحظہ ہو: پاکستان اور اقلیتیں ص: 498

4 کمار دت بھوپندرا 1894ء میں ٹھاکر پور جے پور میں پیدا ہوئے۔ 1947ء میں جب پاکستان معرض وجود میں آیا تو پاکستانی دستور ساز اسمبلی کے بھی رکن منتخب ہو کر 1954ء تک اسمبلی کا حصہ رہے۔ جبکہ 1955ء میں دوبارہ آئین ساز اسمبلی کے رکن بن گئے۔ ملاحظہ ہو: پاکستان اور اقلیتیں ص: 498

5 لکی مروت ضلع بنوں میں مچن خیل میں 9 ستمبر 1896ء میں پیدا ہوئے۔ 1925ء میں ایل ایل بی کی ڈگری پنجاب یونیورسٹی سے حاصل کر کے صوبہ سرحد میں واپس آ کر وکالت شروع کی۔ ملاحظہ ہو: تحریک پاکستان کے گمنام کردار، ص: 96

6 1886ء میں ضلع ٹپرا کے رام ریل گاؤں میں پیدا ہوئے۔ 1910ء میں قانون کی ڈگری حاصل کی۔ 1947ء میں پاکستان کی پہلی آئین ساز اسمبلی کے رکن منتخب ہوئے۔ ملاحظہ ہو: پاکستان اور اقلیتیں، ص: 506

7 "آہ رانا بھگوان داس"۔ نوائے وقت۔ February 24, 2015۔

4 فروری 2004 کو انھیں سپریم کورٹ کا جج تعینات کیا گیا۔ انھیں اعلیٰ عدالت کے پہلے ہندو جج ہونے کا اعزاز حاصل رہا۔ ان کی تعیناتی کو چیلنج کرکے موقف اختیار کیا گیا کہ ایک ہندو جج نہیں ہو سکتا جس درخواست کو سندھ ہائی کورٹ نے مسترد کر دیا۔

رانا بھگوان داس متعدد بار قائم مقام چیف جسٹس کے عہدے پر بھی تعینات رہے۔

2007 میں جب اس وقت کے فوجی صدر جنرل پرویز مشرف نے چیف جسٹس افتخار محمد چوہدری کو معزول کر دیا تو رانا بھگوان داس نے قائم مقام چیف جسٹس کی ذمہ داریاں سنبھالیں۔

سپریم کورٹ سے ریٹائرمنٹ کے بعد رانا بھگوانداس کو نومبر 2009 میں فیڈرل پبلک سروس کمیشن کا چیئرمین مقرر کیا گیا۔[1] رانا بھگوان داس کا انتقال 23 فروری 2015 ہوا تھا۔[2]

1 نوائے وقت، 24 فروری, 2015 کالم نگار محمد یاسین وٹو، گردش افلاک

2 "آہ رانا بھگوان داس"۔ نوائے وقت۔ February 24, 2015

فصلِ سوم

دفاعِ پاکستان اور غیر مسلموں کی شرکت وخدمات

دفاعِ پاکستان اور غیر مسلم شہری

دفاعِ پاکستان اصل میں تب ہی ممکن ہوتا ہے جب وطن سے محبت ہو اور وطن سے محبت ایک فطری چیز ہے، ہر انسان کو اپنے ملک، اپنے صوبے، ضلع، پھر شہر یا گاوں، پھر گلی، پھر اپنے گھر اور پھر اپنے کمرے سے فطرتا محبت ہوتی ہے۔ اسلام میں اس کی کوئی ممانعت نہیں، بلکہ اپنے وطن سے محبت کا اظہار کرنا مشروع قرار دیا ہے۔

سیدنا انس بن مالک رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں:

"أَنَّ النَّبِيَّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، كَانَ إِذَا قَدِمَ مِنْ سَفَرٍ، فَنَظَرَ إِلَى جُدُرَاتِ المَدِينَةِ، أَوْضَعَ رَاحِلَتَهُ وَإِنْ كَانَ عَلَى دَابَّةٍ حَرَّكَهَا مِنْ حُبِّهَا"[1]

" بلاشبہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم جب کسی سفر سے واپس آتے اور مدینہ کی دیواروں پر نظر پڑتی، تو مدینہ کی محبت کی وجہ سے سواری (اونٹنی) کو تیز کرتے اور اگر کسی چوپائے (گدھے یا خچر) پر سوار ہوتے، تو اسے بھی دوڑاتے۔"

اسی حب الوطنی نے وطن کے تمام افراد کو اس بات پر مجبور کر دیا ہے کہ وہ ملکی دفاع کے لیے جان کا نذرانہ دینے سے بھی نہیں گھبراتا۔ اسی بات کو پاکستانی آئین اس انداز میں لیتا ہے، آرٹیکل 244 کے تحت مسلح افواج کا ہر فرد جدول سوم میں دی گئی عبارت کے مطابق حلف اٹھائے گا۔[2]

اور اس سے اگلے آرٹیکل میں دفاع پاکستان کا ذکر اس طرح ملتا ہے:

آرٹیکل 245 کے تحت " مسلح افوج، وفاقی حکومت کی ہدایات کے مطابق، بیرونی جارحیت یا جنگی خطرے کے خلاف پاکستانی سرحدوں کا دفاع کرے گی اور قانون کے تحت، شہری افراد کی امداد میں، جب بھی طلب کیا جائے، وہ کام کرے گی"۔[3]

اس آرٹیکل کی رو سے دفاع پاکستان میں مسلم و غیر مسلم کی کوئی قید نہیں رکھی گئی، افواج پاکستان کے اداروں میں سپاہی سے آفیسر تک اہلیت صرف شہریت رکھی گئی ہے اور آئین پاکستان کے جدول سوم میں دیئے گئے حلف نامہ میں مملکت پاکستان سے وفاداری کی شرط مذکور ہے جو عین جمہوری ہے اور کسی قسم کی مذہبی و مسلکی قید یا عہد نہیں لیا

---

1 صحیح البخاری حدیث نمبر 1886، 23/3

2 آئین اسلامی جمہوریہ پاکستان، آرٹیکل 244

3 ایضا، آرٹیکل 245

گیا جس سے یہ عیاں ہوتا ہے کہ دفاعی اداروں میں بھی عدلیہ اور مقنّنہ کی طرح کسی قسم کی کوئی رکاوٹ نہیں رکھی گئی بلکہ جمہوری اصولوں کے مطابق حقوق اور وفاداری کی ذمہ داری عائد کی گئی ہے۔

افواج پاکستانی میں شمولیت کے لیے بھی صرف پاکستانی ہونا ضروری ہے اس میں کوئی رنگ و نسل، مذہب و ملت کی کوئی قید نہیں ہے۔آرٹیکل 39 میں ہے کہ:

"مملکت" "تمام پاکستانی علاقے کے لوگوں کو پاکستان کی مسلح افواج میں شرکت کے قابل بنائے گی"۔[1]

لیکن یہاں پر اس مغالطے کا ازالہ بھی ضروری معلوم ہوتا ہے کہ پاکستانی آرمی کے چیف کا عہدہ مسلم کے پاس کیوں ہوتا ہے؟ یہ اس لیے کہ پاکستان ایک نظریاتی ملک ہے اور اس کی سرحدوں کی حفاظت پر مامور اشخاص و افراد کی کمانڈ کرنے والا شخص بھی وہی ہونا چاہیے جو اس نظریے سے واقف بھی ہو اور اس پر کاربند بھی ہو۔ تاریخ اسلام کی ورق گردانی کرنے سے بھی یہی بات سامنے آتی ہے کہ اس عہدہ پر فائز شخص مسلم ہی رہا ہے خواہ وہ نیابت کے فرائض ہی کیوں نہ سرانجام دیتا ہو جیسا کہ مدینہ منورہ میں یہ ذمہ داری غیر مسلموں کے ہوتے ہوئے عہدے نبوی میں حضرت ام مکتوم کے پاس آتی ہے جو ایک بین ثبوت ہے کہ اس عہدے پر فائز مسلم ہی ہوگا۔

پاکستانی تاریخ کے اولین دنوں سے اب تک غیر مسلم شہری ہماری قومی زندگی کا ایک اہم حصہ رہے ہیں۔ تعلیم، علوم و فنون اور سماجی خدمات سے لے کر دفاعِ وطن تک کے فریضے میں غیر مسلم پاکستانی اپنی عددی کم تری کے باوجود کارکردگی میں کسی طور مسلمان اکثریت سے کم نہیں۔اس لیے ضروری ہے کہ رواداری کا ثبوت دیتے ہوئے وطن عزیز کی مذہبی اقلیتوں کے احساسِ اجنبیت اور محرومی کو ختم کرکے پاکستان کے خوش نما رُخ پر اِن بُھلائے ہوئے حسین رنگوں کی پچکاری بھی کریں جو عالمی اُفق پر آزادی، روشن خیالی اور امن پسندی کی قوسِ قزح بن کر ابھرنے کے لئے ضروری ہے۔

افواج پاکستان کو ان کے ابتدائی سالوں میں ایک نیم تربیت یافتہ، ناپختہ کار، نامکمل طور پر مسلح اور معمولی فوجی گروہوں سے اٹھا کر خطے کی اہم فوجی تنظیموں میں شمار کرنے کے پیچھے جہاں اُس وقت کے ہر اولین Pioneer پاکستانی فوجی افسر کی انتہائی مخلص اور بے لوث محنت کا عمل دخل ہے وہاں اس میں کئی غیر مسلم افسران کی پیشہ ورانہ لیاقت اور جذبہ حب الوطنی کا بھی ایک ناقابلِ فراموش حصہ شامل ہے۔ قیام پاکستان کے وقت سے ہی پاک بھارت اختلافات نے سر اٹھایا۔ کمزور اقتصادی صورت حال، بھارت کے مقابلے میں طاقت کے عدم توازن ،تربیت یافتہ افواج اور اسلحہ کی کمی کے باعث پاکستان کو سخت ترین چیلنج درپیش تھے۔ ان حالات میں پاکستان کی اقلیتوں خصوصا مسیحی برادری نے ملکی دفاع کو مضبوط کرنے کے لئے شاندار خدمات سرانجام دیں۔

---

1 آئین پاکستان، آرٹیکل 39

قیامِ پاکستان کے فوری بعد پاک فوج میں رضاکارانہ طور پر شامل ہونے والے انگریز افسران کے علاوہ کئی اینگلو انڈین، کرسچن، پارسی اور ہندو افسران نے پاک فوج میں شمولیت اختیار کرنے کا فیصلہ کیا۔ بری فوج چونکہ تعداد میں ایک بڑی سپاہ تھی جس کا ایک بڑا حصہ پہلے ہی راولپنڈی، جہلم، چکوال اور اٹک کے پنجابی مسلمانوں پر مشتمل تھا، اس لئے بری فوج میں مسلم افسران کی تعداد بھی بحریہ اور فضائیہ سے زیادہ تھی۔ تاہم بحریہ اور فضائیہ میں انگریز، اینگلو انڈین اور غیر مسلم افسران کی تعداد کافی زیادہ تھی۔ 1965 اور 1971 کی پاک بھارت جنگوں میں نمایاں کارکردگی کا مظاہرہ کرنے والے پیشہ ور اور بہادر غیر مسلم افسران وجوان اہم مقام رکھتے ہیں۔

دفاع پاکستان میں جن غیر مسلم شہریوں نے اپنی حب الوطنی کا ثبوت دیا ان میں سے چند شخصیات کا تذکرہ فضائی، بحری و بری فوج کی تقسیم کے اعتبار سے مذکور ہے۔

فضائی دفاع میں غیر مسلم شہریوں کا کردار

پاک فضائیہ Pakistan Air Force جو کہ نہ صرف پاکستانی فضائی حدود کی محافظ ہے بلکہ یہ بری افواج کو بھی مدد فراہم کرتی ہے۔ جو ایک اندازے کے مطابق 1530 ہوائی جہاز رکھتی ہے جس میں آئے روز اضافہ ہوتا جارہاہے۔ ان میں میراج، ایف 7، ایف 16 اور کئی دوسرے شامل ہیں۔ جبکہ 2015 میں اسکے اپنے بنائے گئے 200 جے ایف 17 تھنڈر ہیں۔ پاک فضائیہ کے پائیلٹس کا شمار دنیاکے بہترین پائلٹس میں ہوتا ہے۔[1]

یہ دفاعی فوج پاکستان کے معرض وجود کے ساتھ ہی عمل میں آگئی۔ اس کے پاس اس وقت 2332 کا عملہ 24 ہاکر ٹیمپسٹ لڑاکا جہاز، 16 ہاکر ٹائیفون لڑاکا جہاز، 2 ہیلیفیکس بمبار جہاز، 2 اسٹر جہاز، 12 ہارورڈ مشقی جہاز اور 10 ٹائگر موتھ عام جہاز تھے۔ اس کے ساتھ ساتھ 8 ڈکوٹا جہاز بھی تھے جو کہ بھارت کے خلاف 1948 کی جنگ میں فوجیوں کو میدان جنگ لے جانے کے لیے بھی استعمال ہوئے۔ اس وقت اس کے 7 ہوائی اڈے بھی تھے جو کہ پاکستان کے تمام صوبوں میں موجود تھے۔ اس کا نام شاہی پاک فضائیہ سے پاک فضائیہ 23 مارچ 1956 کو رکھا گیا۔[2]

پاکستان کی تاریخ میں 6 ستمبر ایک اہم سنگ میل ہے، اس دن قوم کے ہر فرد نے مسلح افواج کے شانہ بشانہ اپنا تن من دھن وطن عزیز پر قربانی کے لیے پیش کر دیا۔ اور اس حسن کو پاک فضائیہ کے سرفروشوں نے اس وقت دوبالا کر دیا جب فضائی جنگ لڑی جو کہ رہتی دنیاتک کے لیے ایک مثال کے طور پر یاد کیا جاتا رہے گا۔ اور اس حسن کی مہک کو مزید بڑھانے میں اس دن ہمارے غیر مسلم ہم وطن بھی مادر وطن کے دفاع کے لیے سر بکف نکل آئے اور دفاعِ وطن میں کوئی دقیقہ فرو گذاشت نہیں کیا اُن کی عظیم قربانی اور خدمات کے باعث آج وطن عزیز کے باسیوں کے سر فخر سے

---

1 http://www.paf.gov.pk/history.html

2 ibid

بلند ہیں۔ ان روشن مثالوں میں گروپ کیپٹن ایرک گورڈن ہال، ونگ کمانڈر مروِن لیزلی مڈل کوٹ، سکواڈرن لیڈر پیٹر کرسٹی، فلائیٹ لیفٹننٹ سیسل چودھری اور فلائیٹ لیفٹننٹ ولیم ڈی ہارلے شامل ہیں

پاکستانی دفاع میں غیر مسلم ہم وطنوں کی وطن عزیز کے لیے ایسی بے شمار مثالیں ہیں جن کی بدولت آج ہم اپنے ملک پاکستان میں عزت و آبرو سے آزاد زندگی گزار رہے ہیں۔ پاکستانی قوم اپنے ان ہم وطنوں کی قربانیوں کو کبھی بھی فراموش نہیں کرے گی۔

بحری دفاع میں غیر مسلم شہریوں کا کردار

پاک بحریہ 1947ء میں پاکستان کی آزادی کے بعد وجود میں آئی۔ پاک بحریہ پاکستان کی بحری حدود اور سمندری اور ساحلی مفادات کی نہ صرف محافظ ہے بلکہ یہ پاکستان کی دفاعی افواج کا حصہ ہے۔ پاک بحریہ پاکستان کی دفاعی افواج کے بحری جنگ وجدل کی شاخ ہے۔ یہ پاکستان کی 1,046 کلومیٹر 650 میل لمبی ساحلی پٹی کے ساتھ ساتھ بحیرہ عرب اور اہم شہری بندرگاہوں اور فوجی اڈوں کے دفاع کی ذمہ دار بھی ہے۔ آج کل ایڈمرل محمد ذکو اللہ اس کے سربراہ ہیں۔ بحری دن جو کہ 8 ستمبر 1965ء کو پاک بھارت جنگ کی یاد میں منایا جاتا ہے۔

اکیسویں صدی میں پاک بحریہ نے بیرون ملک آپریشنز کیے اور پاکستان انٹرکٹک پروگرام کے قیام میں ایک اہم کردار ادا کیا ہے۔ یہ دفاعی فوج جدت و توسیع کے مراحل سے گزر رہی ہے اور دہشت گردی کے خلاف جنگ میں بھی اس کا اہم کردار رہا ہے۔ 2001ء سے پاک بحریہ نے اپنی آپریشنل گنجائش کو اتنی وسعت دی کہ عالمی دہشت گردی، منشیات، سمگلنگ اور قزاقی کے خطرے کا مقابلہ کرنے کی قومی اور بین الاقوامی ذمہ داری میں بھی تیزی دکھائی۔ اسی کی بدولت پاکستان 2004 میں نیٹو مشترکہ ٹاسک فورس CTF-150 کا رکن بن گیا۔ چیف آف نیول اسٹاف CNS جو کے چار ستارے والا ایڈمرل ہوتا ہے پاک بحریہ کا سربراہ ہوتا ہے جسے وزیر اعظم پاکستان صدر پاکستان سے مشاورت کے بعد مقرر کرتا ہے۔ جو کہ سویلین وزیر دفاع اور سیکرٹری دفاع کے ماتحت ہوتا ہے۔[1]

پاک بحریہ کی ابتدا

پاک بحریہ نے 1947 کی پاک بھارت جنگ میں حصہ نہیں لیا کیونکہ تمام جنگ زمین تک محدود تھی۔ تاہم ریئر ایڈمرل جیمز ولفریڈ جیفورد، چیف آف دی نیول سٹاف نے ایک" ہنگامی منصوبہ "فری گٹیس اور بحری دفاع کو کام کرنے کے لئے مرحلہ بنالیا تھا۔ 1948ء میں بحریہ میں بحری جاسوسی کے معاملات کے لیے ڈائریکٹوریٹ جنرل نیول

1 http://mod.gov.pk/mod/userfiles1/file/Organization%20of%20Defence%20Division.pdf

انٹیلجنس DGNI کا محکمہ قائم کیا گیا تھا اور کمانڈر سید محمد احسن نے اسکے پہلے ڈائریکٹر جنرل کے طور پر خدمات سرانجام دیں۔[1]

1956ء میں جب پاکستان کی پارلیمنٹ نے متفقہ طور پر 1956 کا آئین منظور کیا تو بحریہ کے نام سے "شاہی" کا لاحقہ ختم کر دیا گیا اور پاک بحریہ یا "PN" نامزد کیا گیا اور نیول جیک میں ملکہ کے رنگ کی جگہ پاکستان کے پرچم کے سبز اور سفید رنگ نے لے لی۔ تینوں مسلح افواج کی سنیارٹی کی ترتیب بحریہ، فوج اور فضائیہ سے تبدیل کر کے فوج، بحریہ اور فضائیہ کر دی گئی۔

جہاں فضائی دفاع میں غیر مسلم شہریوں نے اپنا کردار ادا کیا وہاں پاک بحریہ کے غیر مسلم جوانوں نے بھی اپنے جوہر دکھائے۔

فادر فرانس ندیم لکھتے ہیں : "بحری فوج میں ماوئنٹ گیون ایڈمرل، وائس چیف ایڈمرل جیکسن، فرینک پیٹر اور ڈیوڈ سمتھ نے وطن عزیز کے سمندروں کی حدود کی حفاظت کی"۔[2]

65ء پینسٹھ اور 71ء اکہتر کی جنگ میں غیر مسلم شہریوں کا کردار

ان دو بڑے معرکوں میں ملک پاکستان کے باقی شہریوں کی طرح غیر مسلم شہریوں نے بھی اپنی خدمات پیش کرنے میں ذرہ بھی ہچکچاہٹ سے کام نہیں لیا بلکہ غیر مسلم شہریوں کا اتنا ہی کردار ہے جتنا کسی مسلمان سپاہی کا ہے۔

غیر مسلم شہری بھی اس ملک کے اتنے ہی وفادار ہیں جتنا کہ ایک مسلمان شہری ہے۔ یہاں مختصراً دونوں جنگوں میں غیر مسلم شہریوں کے کردار کا ذکر کیا جاتا ہے۔

مسیحی شہریوں کا کردار

مارشل ایرک گورڈن ہال

ایرک گورڈن ہال برمی کرسچین والدین کے ہاں پیدا ہوئے جو کہ پاکستان اٹامک انرجی کمیشن کے بانی چیئرمین اور 65 کی جنگ میں پاک فضائیہ کے ڈرامائی ایڈونچر "ہرکولیس بمبار" کے منصوبہ ساز تھے۔ پاک فضائیہ میں شمولیت کے بعد پاکستانی شہری کی حیثیت سے زندگی گزاری۔ انہوں نے 1965ء کی جنگ میں وہ گروپ کیپٹن تھے۔ پی اے ایف بیس

---

1 https://d1fmezig7cekam.cloudfront.net/VPP/Global/Flight/Airline%20Business/AB%20home/Edit/WorldAirForces2015.pdf

2 یہ دیس ہمارا ہے، ص:158

چکلالہ کے بیس کمانڈر کی حیثیت سے خدمات سرانجام دینے والے گروپ کیپٹن ایرک گورڈن ہال نے پاک بھارت جنگ کے موقعہ اپنے جوہر سے قوم کے سر فخر سے بلند کیے۔[1]

اُنھوں نے بمبار طیاروں کی کمی اور کچھ تکنیکی مسائل کے پیشِ نظر رن کچھ کے محاذ پر بمباری کے لئے پہلی بار C- 130 مال بردار طیارے کو بطور بمبار استعمال کرنے کا خیال پیش کیا۔[2]

فادر فرانس ندیم لکھتے ہیں کہ :

1965ء کی جنگ میں فضائی ایچ ایس درانی سکوارڈن کی کمانڈ ایرک گورڈن ہال کرتے تھے۔ جن کی شاندار جنگی کاروائیوں کے پیش نظر حکومت پاکستان نے اُنہیں ستارہ جرات کے اعزاز سے نوازا۔ جس کے بعد وہ پاک فضائیہ میں وائس ائر مارشل کے عظیم عہدے پر بھی فائز ہوئے۔[3]

C- 130 طیارہ اڑاتے ہوئے اُنھوں نے دُنیا بھر کے ہوابازوں کو حیران کر دیا۔ اسی وجہ سے انہیں ستارہ جرات کا اعزاز ملا۔ ریٹائر منٹ کے بعد پاکستان اٹامک انرجی کمیشن کے سربراہ کے طور پر کام کیا۔[4]

فلائٹ لیفٹننٹ سیسل چوہدری

پینسٹھ کی جنگ میں فلائٹ لیفٹننٹ سیسل چوہدری کو بھارتی فضائیہ کو ناکوں چنے چبوانے کے اعتراف میں ستارۂ جرات ملا تھا۔

فلائیٹ لیفٹننٹ سیسل چودھری ایک ایسے ہواباز تھے جنہوں نے جرات و بہادی کی ایک قابل ستائیس مثال قائم کی۔ 1965 کی جنگ میں پاکستان ائر فورس کے نمبر 5 سکواڈرن میں شامل تھے۔

فادر فرانس ندیم لکھتے ہیں کہ :

"6 ستمبر کی شام کو سکواڈرن لیڈر سرفراز رفیقی کے ساتھ مل کر دشمن کے ہوئی اڈوں پر حملے کے بعد واپسی میں دشمن کے دس ہنٹر طیاروں کی مزاحمت کا سامنا کرنا پڑا جس میں انہوں نے دو ہنٹر طیارے مار گرائے"۔[5]

اسی طرح ۱۱ ستمبر کو ونگ کمانڈر انور شمیم فضائیہ کے سابق سربراہ کے ہمراہ دشمن پر زبردست حملہ کیا۔ اس حملے کے بارے میں بھی فادر فرانس لکھتے ہیں کہ :

---

1 یہ دیس ہمارا ہے، ص: 152

2 www.defenceinfo.com.pk

3 یہ دیس ہمارا ہے، ص: 163

4 The News International. Jang Group of Newspapers. Retrieved 2010

5 یہ دیس ہمارا ہے، ص: 153

"ستمبر 15 کو زمینی راڈار سے ناکافی اطلاع کے باوجود اپنے بیس سے ڈیڑھ سو میل تک دشمن کا تعاقب کیا اور ایک کینبرا طیارہ زمین بوس کیا"۔[1]

1965ء اور 1971ء کی پاک بھارت میں جنگ میں کم ترین وقت میں دشمن کے متعدد طیارے گرا کر عالمی ریکارڈ قائم کرنے والے قومی ہیرو بھی یہ پاکستانی تھے۔

سیسل چودھری نے 65 کی جنگ میں امرتسر کا ریڈار سٹیشن بھی تباہ کیا تھا جس پر انھیں ستارہ جرات سے نوازا گیا جبکہ 1971ء میں انھیں تمغہ جرات ملا۔ سویلین زندگی میں اُنہوں نے انسانی حقوق اور فروغِ تعلیم میں جو سرگرم اور عملی خدمات پیش کیں وہ انتہائی قابلِ قدر ہیں۔ وہ تاحیات ایک سماجی رہنما اور ماہرِ تعلیم رہے اور 2012 میں وفات پا گئے۔[2]

سکوارڈن لیڈر پیٹر کرسٹی

ملتان کے ایک کرسچین فائر فائٹر مولا بخش کرسٹی کے بیٹے تھے۔ سکوارڈن لیڈر پیٹر کرسٹی 20 جون 1937 کو کراچی میں پیدا ہوئے 28 جنوری 1961 میں پاک فضائیہ میں ہوا باز کمیشن حاصل کیا جبکہ بعد میں نیوی گیشن برانچ مل گئی انہوں نے دونوں پاک بھارت جنگوں میں حصہ لیا۔[3]

جنگی پروازوں میں دل چسپی کے بوجہ سے روز و شب ہر لحہ مستعد اور فرض کی ادئیگی کے لیے تیار رہنے والے انتہائی مشکل حالات میں بھی آپ کی رگِ ظرافت پھڑکتی رہتی اور انتہائی خوشگوار ماحول میں اپنی ذمہ داریاں ادا کرتے، اور نہایت ہر دلعزیز شخصیت تھے۔

فادر فرانس لکھتے ہیں کہ:

جام نگر پر بمباری کے ایک مشن میں بطور نیوی گیٹر شریک ہوئے جو ان کی زندگی کا آخری مشن ثابت ہوا اور حکومت نے اُنہیں لاپتہ قرار دے دیا آپ کی بے مثال اور بے لوث خدمات کے اعتراف میں حکومت پاکستان نے انہیں ستارہ جرات سے نوازا۔[4]

وہ پاک فضائیہ کے نمبر 7 بمبار سکواڈرن کے ایک دلیر نیوی گیٹر Navigator تھے۔

---

1 یہ دیس ہمارا ہے، ص:153

2 ایضا

3 UCANews November 20, 1996

4 یہ دیس ہمارا ہے، ص:157

1965 کی جنگ میں B-57 طیاروں کے بہادرانہ مشن اُڑانے پر اُنہوں نے تمغہ جرات کا اعزاز حاصل کیا۔ وہ 1971 کی جنگ میں شہید ہوئے۔ بعد از شہادت انہیں ستارہ جرات کا اعزاز دیا گیا۔[1]

ائیر کموڈور نذیر لطیف

غازی نذیر لطیف کا تعلق راولپنڈی کے کرسچین گھرانے سے تھا۔ وہ 10 جولائی 1927 کو راولپنڈی میں پیدا ہوئے اُنہیں بہادری کا تیسرا اعلیٰ ترین اعزاز دو بار ملا، اُنہیں ستارہ جرات کا بھی اعزاز دیا گیا۔ 30 جون 2011 کو اسلام آباد میں فوت ہوئے۔[2]

ونگ کمانڈر میروِن لیزلی مڈل کوٹ

لاہور کی ایک کرسچین فیملی کے چشم وچراغ جنہیں پاک فضائیہ میں پیار سے کمانڈر لیزلی کے نام سے یاد کیا جاتا تھا۔ ونگ کمانڈر میروِن لیزلی مڈل کوٹ نے 1965 کی پاک بھارت جنگ میں دُشمن کے حملہ آور لڑاکا طیاروں کو شکار کرنے کے پر ستارہ جرات کا اعزاز حاصل کیا۔[3]

ائر وائس مارشل مائیکل جان اوبرائن

لاہور کے کرسچین خاندان سے تعلق رکھنے والے اوبرائن پاک فضائیہ کے اولین افسران میں سے تھے اُنہیں پاک فضائیہ میں جنگی اور انتظامی خدمات کی وجہ سے تمغہ جرات، ستارہ بسالت اور نشان امتیاز ملا۔[4]

میجر جنرل نوئیل اسرائیل کھوکھر

لاہور سے تعلق رکھنے والے کرسچین افسر نوئیل اسرائیل کھوکھر توپ خانے میں اپنی خدمات پیش کرنے والے ہیں ۔ وہ منگلا چھاونی میں ایک لڑاکا ڈویژن کی قیادت کی اور پی-ایم-اے کاکول ، کمانڈ اینڈ سٹاف کالج کوئٹہ اور نیشنل ڈیفنس یونیورسٹی اسلام آباد میں تدریسی عہدوں پر فائز رہے۔ 2011 میں انہیں ہلالِ امتیاز ملٹری سے نوازا گیا۔ 2012 میں وہ پاکستان آرمی سے ریٹائر ہوئے۔[5]

پارسی شہریوں کا کردار

لیفٹننٹ کرنل میک پسٹن جی سپاری والا

لیفٹننٹ کرنل میک پسٹن جی سپاری والا نے 1965 میں بلوچ رجمنٹ کی ایک بٹالین کی کمان کی۔

---

1 UCANews November 20, 1996

2 http://www.historyofpia.com/forums/viewtopic.php?f=5&t=15896

3 http://www.paf.gov.pk/paf_shaheeds.html

4 http://military.wikia.com/wiki/Michael-john-o%27Brian

5 http://www.ndu.edu.pk/issra/issra_pub/NDU_Journal_2011.pdf

جس میں اعلی کارکردگی پر صدر ایوب خان سے تعریفی سند وصول کی۔[1]

میجر جنرل کیزاد مانک سپاری والا

پہلے پارسی جرنیل کیزاد مانک سپاری والا ہی کے والد لیفٹیننٹ کرنل میک پسٹن جی سپاری والا تھے۔انہوں نے 1986 میں امریکہ سے کمانڈ اینڈ اسٹاف کالج کورس کیا جس پر انہیں 2002 میں جنرل مشرف سے نشانِ امتیاز ملٹری عطا کیا گیا۔[2]

ان کے علاوہ پارسی شہریوں میں ائر کموڈور پرسی ویر جی، کمانڈر ایف۔ڈی ہریکر نیوی، اور کیپٹن نوشیر جہانگیر کوپر نیوی جیسے نام افواج پاکستان کی شان میں اضافے کا باعث بنتے رہے۔

احمدی شہریوں کا کردار

میجر جنرل عبدالعلی ملک

پیسنٹھ کی جنگ میں فاتح چونڈہ کے نام سے جانے جانے والے میجر جنرل عبدالعلی ملک راولپنڈی سے تعلق رکھنے والے تھے جن کا تعلق جماعتِ احمدیہ سے تھا۔ وہ بنیادی طور پر انجنئیر تھے اور ترقی کرتے کرتے لیفٹننٹ جنرل کے عہدے تک پہنچے۔[3]

میجر جنرل افتخار جنجوعہ

فاتح رن کچھ کا لقب پانے والے میجر جنرل افتخار جنجوعہ کا تعلق راولپنڈی سے تھا جو مذہبا احمدی تھے۔

1965 میں اُنھوں نے رن کچھ میں بھارتی فوج کے خلاف لڑتے ہوئے قوم سے فاتح رن کچھ کا لقب حاصل کیا۔اُنہیں پاکستانی فوج کی تاریخ کا پہلا آرمرڈ حملہ بطورِ بریگیڈ کمانڈر کا اعزاز حاصل ہے۔انہیں ان کی انہیں خدمات کی وجہ سے بہادری کا دوسرا اعلیٰ ترین اعزاز ہلالِ جرات ملا۔وہ 71 میں کشمیر کے محاذ پر ایک پرواز کے دوران بھارتی فوج کے حملے میں شہید ہوئے۔[4]

لیفٹیننٹ جنرل اختر حسین ملک

کشمیر میں چھمب کی فتح کا کارنامہ سر انجام دینے والے لیفٹیننٹ جنرل اختر حسین ملک کا تعلق احمدی جماعت سے تھا۔ یہ ایک بڑی فتح تھی جس کے اعتراف میں آپ کو سب سے پہلے دوسرا بڑا جنگی اعزاز ہلالِ جرات دیا گیا۔ان کے اس عظیم کارنامے کا ذکر مشہور دانشور شاعر اور ادیب احمد ندیم قاسمی نے یوں کیا۔ لیفٹیننٹ جنرل اختر حسین ملک قوم کے ایک ایسے ہیرو تھے جن کا نام پاکستانی بچوں کو بھی یاد ہے۔

---

1 THE EXPRESS TRIBUNE , PAKISTAN, August 13, 2015

2 ibid

3 https://web.archive.org/web/20110609124230/

4 Pakistan Review, Volumes 1-4 by S. Ahmad, 1985, pg: 20-21

وہ بہادری اور استقامت اور اولوالعزمی کی ایک مجسم تصویر بن کر ابھرے اور اہل پاکستان کے ذہنوں پر ہمیشہ کے لیے چھاگئے۔[1]

ائر مارشل چوہدری ظفر احمد

پاک فضائیہ کمانڈر انچیف ظفر احمد چوہدری کا تعلق بھی احمدی جماعت سے تھا۔ 1971 کی شکست کے بعد فضائیہ کی کمان ملنا ظفر چوہدری کے لئے ایک چیلنج سے کم نہ تھا جسے انہوں نے نہ صرف قبول کیا بلکہ اپنے فرائض اچھے انداز مین سر انجام دیئے۔ بھٹو حکومت سے ان کے تعلقات کشیدہ ہوئے تو انہوں نے فضائیہ کو خیر باد کہہ دیا۔ اس کے بعد اُنھوں نے پاکستان میں انسانی حقوق کے ادارے ہیومن رائٹس کمیشن آف پاکستان Human Rights Commission of Pakistan کی داغ بیل ڈالنے میں اہم کردار ادا کیا۔[2]

ہندو وسکھ شہریوں کا کردار

بلونت کمار داس

فضائیہ کے واحد سینئر ہندو افسر کا سہرا بی-کے داسکے سر پر تھا جو کہ تقسیم ہند کے وقت پاک فضائیہ میں شامل ہوئے اور بعد میں پاکستان ائر فورس میں مختلف عہدوں پر خدمات سر انجام دیتے رہے۔ ان کے علاوہ فلائنگ آفیسر ولیم ستیش چندر وسواس کا نام بھی پاک فضائیہ کے اولین افسران میں شامل ہے لیکن اِن کا تفصیلی ریکارڈ دستیاب نہیں ہو سکا۔[3]

ہرچرن سنگھ

ہرچرن سنگھ کا تعلق ننکانہ صاحب سے ہے وہ 1986 میں وہاں کے ایک غریب سکھ آیا سنگھ کے ہاں پیدا ہوئے۔ 2007 میں پاک فوج میں کمیشن ملا، تو کیپٹن سنگھ کے والد فوت ہو گئے۔ ان کی تقلید میں کیپٹن پرکاش اور کیپٹن دنیش نے پاکستان آرمی میڈیکل کور میں شمولیت اختیار کی جو کہ بلاشبہ ایک تاریخی واقعہ تھا۔ اس کے بعد پاک بحریہ میں بھی چند ہندو نوجوانوں نے رینکس میں شمولیت اختیار کی۔ کیپٹن ہرچرن سنگھ کو آرڈیننس کور میں کمیشن ملا۔[4]

دفاع پاکستان میں اقلیتوں کی وطن عزیز کے لیے ایسی بے شمار مثالیں ہیں جن کے باعث آج ہم اپنے ملک پاکستان میں عزت و آبرو سے آزادانہ زندگی گزار رہے ہیں۔

---

1 روزنامہ جنگ، کراچی، 9 ستمبر 1969ء ص:4

2 http://paffalcons.com/cas/zafar-chaudhry.php

3 دفاع پاکستان اور مذہبی اقلیتیں، زکی نقوی، 6 ستمبر 2013، "لالٹین"، http://www.laaltain.com/author/zaki-naqvi/

4 http://www.bbc.com/urdu/pakistan/story/2005/12/printable/051220_sikh_army_an.shtml.https://en.wikipedia.org/wiki/Hercharn_Singh#cite_note-1

فصلِ چہارم

مذہبی ہم آہنگی کے لیے وزارت بین المذاہب ہم آہنگی اور دیگر اداروں کا کردار

معاشرہ انسانی ایک گلدستے کی طرح ہے جس طرح گلدستے میں مختلف رنگ کے پھول اس کی خوبصورتی کا باعث ہوتے ہیں اسی طرح انسانی معاشرہ بھی مختلف الخیال مختلف المذاہب اور مختلف النسل افراد کے مجموعے کا نام ہے اور یہی بات اس کی خوبصورتی کا باعث بنتی ہے جبکہ میانہ روی، رواداری، تحمل مزاجی، ایک دوسرے کو برداشت کرنا اور معاف کرنا وغیرہ جیسی خوبیاں معاشروں کو نہ صرف خوبصورت بناتی ہیں بلکہ معاشرے ان خوبیوں کی بنا پر ترقی کے زینے طے کرتے نظر آتے ہیں اور جو معاشرے ان خوبیوں سے خالی ہیں وہ بے سکونی، بے چینی، شدت پسندی، غصہ، تشدد، لا قانونیت جیسی بہت ساری بیماریوں میں مبتلا ہو کر تباہی کا شکار ہو جاتے ہیں۔

بد قسمتی سے وطن عزیز پاکستان بھی اس بیماری کا شکار ہوتا ہوا نظر آنے لگا ہے وطن عزیز کے باشندوں کو مذہبی ہم آہنگی اور رواداری کا مظاہرہ کرتے ہوئے اس کی خوبصورتی میں اضافہ کرنا چاہیے۔

مذہبی ہم آہنگی معنی و مفہوم

لغوی تعریف

''ہم آہنگی'' کا کلمہ موزونیت، ہم وزن، ہم پلہ، اور ہم رتبہ وغیرہ کے معنی میں مستعمل ہوتا ہے۔

عربی میں ہم آہنگی کے لیے اتحاد، السواء، اتفاق، اور القرب والتقریب کے الفاظ مستعمل ہیں

اتحاد: اگر ہم آہنگی کے لیے لفظ ''اتحاد'' استعمال ہو تو معنی یہ ہونگے:

"اتحدالشئ بالشئ،اتحاد القوم اتحدالشیئان اوالاشیاء:ای صار شیئاً واحداً"[1]

ایک شے دوسری شے سے متحد ہو گئی، قوم متحد ہو گئی، دو اشیاء یا زیادہ اشیاء متحد ہو گئیں یعنی گھل مل کر ایک ہو گئیں۔ اس معنی کے لحاظ سے مطلب یہ ہوا کہ ان میں سے ہر چیز کی علیحدہ حیثیت ختم ہو گئی۔

التسویۃ والسواء:

اگر ہم آہنگی کے لئے یہ لفظ استعمال ہوں تو معنی برابری اور عدل کے ہوں گے۔

التسویته والسواء: ای العدلل والنصفه [2]یعنی عدل اور نصف کسی چیز کو دو برابر حصوں میں تقسیم کرنا اس معنی و مفہوم میں اللہ کا یہ قول مستعمل ہے۔

---

1 معجم الوسیط،1027/2

2 لسان العرب،14/ 412

ارشاد الٰہی ہے:

﴿تَعَالَوْا اِلٰی کَلِمَةٍ سَوَاءٍۢ بَیْنَنَا وَبَیْنَکُمْ تَعَالَوِ﴾ [1]

ترجمہ: ایک کلمے کی طرف آؤجو ہمارے اور تمہارے درمیان برابر ہے یعنی عدل پر مبنی ہے اور ہمارے لیے باہم برابر ہے۔

معجم الوسیط میں ہے کہ:

"السو اء: ای المثل والنظیر"۔ [2]

یعنی برابر وہم مثل جو Equal، Assimilate اور Alike کے معنی دیں گے [3] کہتے ہیں:

"ساوی الرجل قرنه،وتساوی فی کذا" [4]

فلان اپنے دوست کے برابر ہوا یعنی ہم مثل ہے۔

"وھٰذان سیان وھماسواء"۔ [5]

یعنی یہ دونوں برابر اور وہ ملتے جلتے ہیں اور ہم آہنگ Accordance ہیں۔ [6]

اتفاق:

اگر ہم آہنگی کے لیے لفظ ''اتفاق'' استعمال ہو تو یہ معنی ہو نگے:

"اتفق الاثنان،ای تقاربا واتحداوتوافقوا فی الامر: ای تقاربوا"۔ [7]

اتفق الاثنان کا معنی ہے دونوں ایک دوسرے کے قریب ہوئے اور متحد ہو گئے۔ اور کسی کام میں متحد ہونے کا معنی یہ ہے کہ وہ قریب ہو گئے۔

القرب والتقریب والتقارب:

ہم آہنگی کے لیے یہ الفاظ مستعمل ہوں تو ابن منظور افریقی کے نزدیک معنی یہ ہو گا:

---

1 آل عمران: 3/ 64
2 معجم الوسیط: 468/1
3 فرہنگ جامع، ڈاکٹر سید علی رضا نقوی، نیشنل بک فاونڈیشن، اسلام آباد، پاکستان، 1994ء، ص: 235
4 ایضا: ص: 409
5 لسان العرب، 14/ 411
6 فرہنگ جامع، ص: 1869
7 معجم الوسیط، 1059/2

"القرب نقیض البعد والتقریب ای التدنی الی الشئی"۔[1]

قریب بعید کی ضد ہے اور تقریب کسی چیز کی قربت کے معنی میں ہے اور تقارب تبعد کی ضد ہے۔

سید احمد دہلوی "ہم آہنگی" کا معنی لکھتے ہیں:

"ہم آہنگ۔صفت۔ہم قول، شریک الرائے، سر یا راگ میں شریک، ہم سفر ساتھی وغیرہ"۔[2]

ڈاکٹر سید علی رضا نقوی لکھتے ہیں:

"ہم آہنگ سے مراد دو یا دو سے زیادہ اشیاء یا افراد کو مربوط، متحد، موافق اور باہم ملانا اور یکجا کرنا"۔[3]

ہم آہنگی دو لفظ ہم اور آہنگی سے مرکب ہے "ہم" سے مراد میرے ساتھی کے ہیں۔ یہ حرف عطف ہے اور بطور سابقہ مستعمل ہے جس کا مطلب شریک، ساتھی، شامل، ہم پلہ، رتبے میں ایک دوسرے کے برابر وغیرہ ہے۔[4]

خلاصہ کلام یہ ہوا کہ ہم آہنگی دو یا دو سے زیادہ اشیاء کو ہم مشرب، ہم رکاب، ہم سفر بنانا، اعتدال و برابری کی سطح پر لانا، قریب لانا، توافق پیدا کرنا اور میانہ روی کی روش پر ڈالنا اور انصاف پر قائم رکھنے کا نام ہے۔

مذہب سے مراد تمام مذاہب، ادیان سماوی ہیں جس کی اساس اور بنیاد وحی الہی ہے یعنی تمام ادیان سماویہ اپنے مبدا و اصل کے اعتبار سے متحد و یکجا ہیں۔

جیسا کہ ارشاد الہی ہے:

﴿لَقَدْ اَرْسَلْنَا رُسُلَنَا بِالْبَيِّنٰتِ ۔۔۔﴾[5]

ترجمہ: ہم نے اپنے رسولوں کو واضح نشانیوں اور ہدایات کے ساتھ بھیجا اور ان کے ساتھ کتاب و حکمت بھی نازل کیا تا کہ لوگ انصاف پر قائم ہوں

اس سے اگلی آیت سے صاف واضح ہے کہ حضرت نوح، ابراہیم، اور باقی انبیا علیہم السلام کی بعثت اور ان پر نازل ہونے والی کتب سب کا مقصد ایک ہی ہے جو کہ وحی الہی ہے۔اور ان کا نازل کرنے والا بھی واحد و یکتا ہے۔

پس بین المذاہب ہم آہنگی کا مطلب الہامی مذاہب اپنے مصدر و منبع کے اعتبار سے ایک، ہم آہنگ و ہم مثل ہیں ان میں توافق و برابری عادلانہ اور منصفانہ قوانین میں مماثلت پائی جاتی ہے۔ مذاہب کے اصول و ضوابط یکساں اور

---

1 لسان العرب، 1 / 666

2 فرہنگ آصفیہ، سید احمد دہلوی، مکتبہ حسن سہیل لمیٹیڈ، اردو بازار، لاہور، 1974ء، 726/4

3 فرہنگ (جامع)، ص: 1181

4 علمی اردو لغت، وارث سرہندی، علمی کتب خانہ، لاہور، پاکستان، 1983ء، ص: 1591

5 الحدید: 57/ 25

مساوی حیثیت کے حامل ہیں۔ جس کی مثال ہمیں حضرت جعفر طیار رضی اللہ عنہ کے اس بیان سے ملتی ہے جب انہوں نے نجاشی کے دربار میں سورت مریم کی تلاوت کی تو نجاشی کے بولنے سے پہلے اس کے درباریوں کی زبان پر یہ کلمات تھے:

بخدا مسیح کا کلام اور ان کلمات کا مصدر ایک ہی ہے اور نجاشی نے کہا:

"بیشک موسی اور آپ کے صاحب صلی اللہ علیہ وسلم ہر دو کی وحی ایک ہی مشکواۃ نور سے روشن ہوتی ہے"۔[1]

اس میں کوئی شک نہیں کہ تمام مذاہب کی تعلیمات ایک ہی ہیں لیکن موجودہ دور میں ادیان سماویہ کو یکجا تو کرنا مشکل ہے کیونکہ باقی مذاہب اپنے بنیادی اصولوں سے منحرف ہو چکے ہیں تاہم ان کو قریب ضرور کیا جاسکتا ہے اور آپس میں رواداری، احترام مذاہب اور قرب کا ماحول ضرور بنایا جاسکتا ہے۔ اسی کے پیش نظر بین المذاہب ہم آہنگی سے مراد تقارب و تفاہم اور تعیش سلمی بین المذاہب ہے۔

بین المذاہب ہم آہنگی قرآن و حدیث کی روشنی میں

اسلام جو مکمل ہدایت کا سرچشمہ ہے جس کی تعلیمات کا مرکز و محور قرآن ہے جس کے نظریات کی بنیاد اخلاقیات، محبت ویگانگت، رحم و کرم، عاجزی وانکساری، ایثار و قربانی اور امن و سلامتی ہے۔ اسی لیے ایک مسلمان جو اپنی زندگی کے شب و روز اسلامی تعلیمات کے مطابق گزارتا ہے وہ عفو و درگزر، نرم دل، باحیا، منکسر المزاج، قابل بھروسہ، محبت و یگانگت، دوستی اور خوشیاں بانٹنے والا ہوتا ہے۔ وہ غلو و شدت پسندی سے خود بھی دور رہتا ہے اور اسلامی تعلیمات کے مطابق دوسروں کو بھی اس سے دور رہنے کی دعوت دیتا ہے۔

ارشاد الٰہی ہے:

﴿يٰٓاَهْلَ الْكِتٰبِ لَا تَغْلُوْا فِي دِيْنِكُمْ﴾[2]

ترجمہ: اے اہل کتاب دین کے معاملے میں غلو و شدت پسندی اختیار نہ کرو۔

قرآن مجید میں ارشاد الٰہی ہے:

﴿ قُلْ يٰٓاَهلَ الْكِتٰبِ تَعَالَوا اِلٰى كَلِمَةٍ سَوَاۗءٍ بَيْنَنَا وَبَيْنَكُم اَلَّا نَعْبُدَ اِلَّااللهَ﴾[3]

ترجمہ: کہہ دیں اے کتاب والو ایک کلمہ کی طرف آؤ جو ہمارے اور تمہارے درمیان ایک ہے اور وہ یہ ہے ہم سب ایک ہی خدا کی بات مانیں۔

---

1 حیات محمد صلی اللہ علیہ وسلم، محمد حسین ہیکل، علم و عرفان پبلیشرز لاہور، 1999ء، مترجم: ابو یحیی، امام خان، ص: 200

2 المائدہ: 5/ 77

3 آل عمران: 64/3

کوئی شک کی گنجائش نہیں ہے کہ تمام الہامی مذاہب والے توحید کے قائل ہیں ہر ایک کا خدا ایک خدا ہے وہی مالک خالق اور رازق ہے اسی لیے تو قرآن کہتا ہے کہ تمام انبیا کی پکار یہ تھی کہ:

﴿يٰقَوْمِ اعْبُدُوا اللّٰهَ مَا لَكُمْ مِّنْ اِلٰهٍ غَيْرُهٗ﴾ [1]

ترجمہ: اے میرے برادران قوم اللہ کی بندگی کرو اللہ کے سواء کوئی معبود نہیں ہے۔

یہ دعوت ہر نبی نے دی موسی علیہ السلام کے متعلق قرآن کہتا ہے:

﴿قَالَ مُوْسٰي لِقَوْمِهِ اسْتَعِيْنُوْا بِاللّٰهِ وَاصْبِرُوْا﴾ [2]

ترجمہ: موسی نے اپنی قوم سے کہا کہ اللہ سے مدد مانگو اور صبر کرو۔

حضرت عیسی علیہ السلام کے متعلق قرآن کہتا ہے:

﴿ وَمَآ اُمِرُوْٓا اِلَّا لِيَعْبُدُوْٓا اِلٰـهًا وَّاحِدًا﴾ [3]

ترجمہ: ان کو ایک خدا کے سوا کسی کی بندگی کرنے کا حکم نہیں دیا گیا تھا۔

جبکہ قرآن نے خطاب کیا تو اس انداز سے کیا ارشاد الہی ہے:

﴿يٰٓاَيُّهَا النَّاسُ اعْبُدُوْا رَبَّكُمُ الَّذِىْ خَلَقَكُمْ وَالَّذِيْنَ مِنْ قَبْلِكُمْ لَعَلَّكُمْ تَتَّقُوْنَ﴾ [4]

ترجمہ: لوگو بندگی اختیار کرو اس رب کی جو تمہارا اور تم سے پہلے لوگ جو گزر چکے ان سب کا خالق ہے تاکہ تم متقی بن جاؤ۔

احترام انسانیت کا درس قرآن میں اس طرح ہے

ارشاد الہی ہے:

﴿ يٰٓاَيُّهَا النَّاسُ اتَّقُوا رَبَّكُمُ الَّذِي خَلَقَكُم مِّن نَّفسٍ وَّاحِدَةٍ وَّخَلَقَ مِنهَا زَوْجَهَا وَبَثَّ مِنهُمَا رِجَالًا كَثِيْرًا وَّنِسَاءً﴾ [5]

ترجمہ: اے لوگو اپنے اس رب سے ڈرو جس نے تم کو ایک جان سے پیدا کیا اور اسی جان سے اس کا جوڑا بنایا اور ان دونوں سے بہت مرد و عورت دنیا میں پھیلائے۔

---

1 الاعراف: 7/ 59

2 ایضا: 7/ 128

3 التوبۃ: 9/31

4 البقرۃ: 2/21

5 النساء: 4/ 1

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا:

«يَا أَيُّهَا النَّاسُ، أَلَا إِنَّ رَبَّكُم وَاحِدٌ، أَلَا لَا فَضلَ لِعَرَبِيٍّ عَلَى عَجَمِيٍّ، وَلَا لِعَجَمِيٍّ عَلَى عَرَبِيٍّ، وَلاَ لأَبيَضَ عَلَى أَسْوَدَ، وَلَالَا أَسوَدَ عَلَى أَبْيَض، إِلَّا بِالتَّقْوَى» [1]

"اے لوگو خبردار بے شک تمہارا خدا ایک ہی خدا ہے اور البتہ تمہارا باپ بھی ایک ہے خبردار کسی عربی کو عجمی پر اور کسی عجمی کو عربی پر کسی گورے کو کالے پر اور کسی کالے کو گورے پر کوئی فضیلت نہیں سوائے تقویٰ کے"

آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے تو ہم آہنگی کا درس اس انداز سے دیا کہ تمام انسانوں کو اللہ کا کنبہ قرار دیا۔
رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا:

« الْخَلْقُ كُلُّهُمْ عِيَالُ اللهِ، فَأَحَبُّ الْخَلْقِ إِلَى اللهِ أَنْفَعُهُمْ لِعِيَالِهِ » [2]

" تمام مخلوق اللہ کا کنبہ ہے اور اللہ سب سے زیادہ اس سے محبت کرتا ہے جو اللہ کی مخلوق سے سب سے زیادہ بھلائی کرتا ہے"

بین المذاہب ہم آہنگی میں وزارت بین المذاہب ہم آہنگی کا کردار

1998ء کی پاکستانی مردم شماری کے مطابق پاکستان کی آبادی ٪96 سے زائد افراد مسلمان ہیں جبکہ غیر مسلم افراد آبادی کا ٪3.727 ہیں۔ اور پاکستان کا آئینی ڈھانچہ ملک میں موجود غیر مسلم شہریوں کو نہ صرف تسلیم کرتا ہے بلکہ ان کے حقوق کی حفاظت کی بھی ضمانت دیتا ہے۔ آئین کی اٹھارویں ترمیم کے ذریعے اقلیتوں کے حقوق کا تحفظ، ان کی فلاح و بہبود کی ترویج اور غیر مسلم شہریوں کے متعلقہ دیگر تمام امور صوبوں کو منتقل کر دیئے گئے ہیں۔

اسی ترمیم کے تحت 30 جون 2011ء کو وزارت اقلیتی امور کو تحلیل کر دیا گیا جسے بعد میں 29 جولائی 2011ء کو کابینہ ڈویژن کے نوٹیفیکیشن نمبرM-10/2011-4 کے تحت وزارت قومی ہم آہنگی کے نام سے قائم کیا گیا۔

---

1 مسند احمد، احمد بن حنبل ابو عبداللہ الشیبانی، مؤسسۃ قرطبہ –القاھرۃ، 144/5، حدیث نمبر: 23536: حکم حدیث: قال البانی صحیح، صَحِیحُ التَّرغِیب وَالتَّرہِیب، محمد ناصر الدین الالبانی، مکتبۃ المعارف لِلنشرِ والتوزیع، الریاض- المملکۃ العربیۃ السعودیۃ، الطبعۃ: الاولی، 1421ھ -- 2000م، 135/3

2 المعجم الکبیر، سلیمان بن احمد بن ایوب بن مطیر اللخمی الشامی، ابو القاسم الطبرانی (المتوفی: 360ھ-) المحقق: حمدی بن عبد المجید السّلفی، دار النشر: مکتبۃ ابن تیمیۃ –القاھرۃ، حدیث نمبر: 10033: حکم حدیث: قال البانی ضعیف، 1392/3

اسے بھی ایک مرتبہ پھر 7 جون 2013ء کو کابینہ ڈویژن کے نوٹیفیکیشن نمبر 1- -4-8/2013min کے تحت وزارت مذہبی امور میں ضم کر دیا اور اس کا نام تبدیل کر کے "وزارت مذہبی امور اور بین المذاہب ہم آہنگی" رکھا گیا۔[1]

Interfaith Harmony Wing

S. N0	Name	Designation	Tel. Office	E-mail
1	Mr. Ilyas Khan	Sr. Joint Secretary	9207634	**ilyaskhattak786@hotmail.com**
2	Imran Rashid	Deputy Secretary admn	9207466	**pso.minister@yahoo.com**
3	Ali Khan	Deputy Secretary EP	9202186	**alikhands1957@gmail.com**
4	Hammad Nazar	Section Officer Admn/Genl	9203537	**hammad_511@yahoo.com**
5	Raheela Farheen	Section Officer P-I	92-05457	**rfmangrio@gmail.com**
6	Zafar Iqbal	Section Officer P-II	92-08487	
7	Ihsan-ud-Din	Section Officer Minoritis	07466-92	**ihsanuddin2789@yahoo.com**
8	Arshad Kazmi	Section Officer Judicial	92 -06763	**arshadkazmi14@yahoo.com**
9	Muhammad Farhan Akram	S.O B&C	92- 06603	

[2]

موجودہ حکومت نے غیر مسلموں کے ساتھ مذہبی ہم آہنگی کی بدولت جو تہوار منعقد کیے ان میں سے چند درج ذیل ہیں:

1 کابینہ ڈویژن کا نوٹیفیکیشن نمبر 1-4-8/2013 -min، 7 جون 2013ء۔

2 MINISTRY OF RELIGIOUS AFFAIRS AND INTERFAITH HARMONY http://home.hajjinfo.org/hajj/uploads/tele_list 20170531.pdf, Retrieved on 1- 8-2017

1. پاکستانی ہندو شہریوں کے لیے 11 نومبر 2014ء کو PNCA پاکستان نیشنل کونسل آف آرٹ کے تحت دیوالی کا تہوار منایا گیا۔
2. پاکستانی مسیحی شہریوں کے لیے 22 دسمبر 2014ء کو ایوان صدر میں 2014ء کا کرسمس منایا گیا۔
3. 12 مارچ 2015ء کو ہندو شہریوں کے لیے ہولی کا تہوار PNCA پاکستان نیشنل کونسل آف آرٹ میں منایا گیا۔
4. پاکستانی بہائی شہریوں کے لئے 24 اپریل 2015ء کو PNCA پاکستان نیشنل کونسل آف آرٹ میں عیدِ رضوان کا تہوار منایا گیا۔

وزارت مذہبی امور کے زیر اہتمام قومی کانفرنسز برائے بین المذاہب ہم آہنگی

1۔ دور جدید میں بین المذاہب اتحاد و یگانگت و ہم آہنگی

وزارت مذہبی امور پاکستان کے زیر انتظام 2006ء میں اسلام آباد میں اس کانفرنس کا انعقاد کیا گیا۔

2۔ دوسری بین الاقوامی بین المذاہب و ثقافت کانفرنس

2010ء میں وزارت مذہبی امور پاکستان کے زیر انتظام اسلام آباد میں اس کانفرنس کا انعقاد کیا گیا۔[1]

قومی بین المذاہب کانفرنس میں عیسائی، سکھ اور ہندو برادری کے افراد نے بھی بڑی تعداد میں شرکت کی۔[2]

3۔ بین الاقوامی سیرت النبی صلی اللہ علیہ وسلم کانفرنس

وزارت مذہبی امور و بین المذاہب ہم آہنگی کے زیر اہتمام بین الاقوامی سیرت النبی صلی اللہ علیہ وسلم کانفرنس منعقد ہوئی۔کانفرنس میں 11 ممالک کے مندوبین شامل تھے۔جس میں مشترکہ اعلامیہ وزیر مملکت برائے مذہبی امور و بین المذاہب ہم آہنگی پیر امین الحسنات نے پیش کیا جس میں یہ کہا گیا کہ:

" ایک دوسرے کے مذہبی قائدین اور عبادت گاہوں کا احترام ملحوظ رکھا جائے ، مذہبی قائدین ایسے اشتعال انگیز بیانات و تحریروں سے احتراز کریں جن سے دوسروں کی دل آزاری ہو"۔[3]

---

1 www.The freelibrary.com/second+world+conference+on+inter-religios+and intercivilization.

2 https://www.tasnimnews.com/ur/news/2017/02/02

3 روز نامہ پاکستان ، 20 دسمبر 2016، http://dailypakistan.com.pk/national/12-Dec-2016/492400

پاکستان میں بین المذاہب ہم آہنگی کے لیے مکالمے

مکالمے کی کئی شکلیں ہیں مثلاً انفرادی اور برائے راست مکالمہ خط وکتابت کے ذریعے مکالمہ ،ملاقاتوں اور لوگوں کے روبرو، اجتماعات اور کانفرنسوں کی شکل میں بحث و مباحثہ وغیرہ۔اسلامی تاریخ کے مطابق اس کی بنیاد رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے زمانے سے ہے اور قرآن وسنت میں اس کے تذکرے ملتے ہیں۔مثلاً آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی نجران کے عیسائیوں سے بات چیت، یہود کے ساتھ ہجرت مدینہ کے بعد گفت وشنید اور تجارتی معاملات، سلاطین کو دعوتی خطوط بھی اسی کڑی کا حصہ اور مکالمہ بین المذاہب کی اشکال میں سے ہیں۔

ان مکالمات کا دائرہ کار عام افراد سے لے کر مخصصین ، علماء و محققین اور حکومتی سطح تک وسعت اختیار کرتا گیا ہے۔دورِرسالت سے انیسویں 19 صدی تک عموماً اسلامی سلطنت کے غلبے اور وسعت پذیری کے پیش نظر مکالمات کے موضوعات اکثر عقیدہ اور کلامی نوعیت کے تھے جس میں دونوں اطراف پر کوئی دباؤ نہیں ہوتا تھا۔تاہم بیسویں صدی میں اس میں خاصی تبدیلی دیکھنے کو مل رہی ہے اس کا دائرہ کار اب کانفرنسوں اور سیمینار ز کی شکل اختیار کرتا چلا جارہا ہے۔ان مکالمات کا انتظام بھی بدل چکا ہے اب حکومی یا مملکتی سطح پر ان کا اہتمام ہونا شروع ہو چکا۔یہ بات ذہن نشین رہے کہ اس قسم کے مکالمات عموماً مسیحیوں کے انتظام اور دعوت پر منعقد ہوتے رہے۔[1]

ذیل میں پاکستانی سطح پر ہونے والے مکالمات وکانفرسنز کا مختصر ذکر کیا جاتا ہے۔

1۔ مسلم مسیحی کانفرنس

یہ کانفرنس مسلم مسیحی رابطہ کمیشن کے زیر اہتمام 1998ء میں پاکستان کے شہر ملتان میں منعقد ہوئی

2۔اجلاس بنام : مسلم کرسچن ڈائیلاگ فورم

ڈاکٹر طاہر القادری کی زیر صدارت 1998ء میں پاکستان کے شہر لاہور میں منعقد ہوئی۔

3۔عالمی امن وہم آہنگی کے لئے مسلم مسیحی مکالمہ سیمینار

1999ء لاہور میں سابق صدر محمد رفیق تارڑ کی زیر صدارت یہ سیمینار منعقد ہوا۔

4۔انیسویں صدی اور بین المذاہب مکالمہ

یہ سیمینار 1999ء میں قومی مسلم مسیحی رابطہ کمیشن کے سیکرٹری فادر جیمز کی دعوت پر لاہور میں منعقد ہوا۔

5۔پہلی بین المذاہب کانفرنس

ستمبر 2004ء اسلام آباد میں ورلڈ کونسل آف ریلیجیز برائے امن وعدل اجتماعی کے زیر انتظام یہ کانفرنس منعقد ہوئی۔

6۔دور جدید میں بین المذاہب اتحاد و یگانگت وہم آہنگی

---

1 مدخل الی الحوار الاسلامی المسیحی، یوسف درۃ الحداد، اگست 2004ء، غیر مطبوع، ص: 239

وزارت مذہبی امور پاکستان کے زیر انتظام 2006ء میں اسلام آباد میں اس کانفرنس کا انعقاد کیا گیا۔

7۔ دوسری بین الاقوامی بین المذاہب و ثقافت کانفرنس

2010ء میں وزارت مذہبی امور پاکستان کے زیر انتظام اسلام آباد میں اس کانفرنس کا انعقاد کیا گیا۔[1]

8۔ بین المذاہب ہم آہنگی اور امن میں نوجوانوں کا کردار'' کے موضوع پر سیمینار

پنجاب یونیورسٹی انسٹی ٹیوٹ آف سوشل اینڈ کلچرل سٹڈیز کے زیر اہتمام ساؤتھ ایشیا پارٹنر شپ پاکستان سیپ کے اشتراک سے ''بین المذاہب ہم آہنگی اور امن میں نوجوانوں کا کردار'' پر سیمینار ہوا اس موقع پر ایگزیکٹیو ڈائریکٹر ساؤتھ ایشیا پارٹر شپ پاکستان مہمان خصوصی تھے۔[2]

9۔ بین المذاہب ہم آہنگی کے ذریعے امن و رواداری کے فروغ میں انسانی حقوق کی اہمیت پر ایک سیمینار

انسانی حقوق کے وفاقی وزیر سینیٹر کامران مائیکل نے کہا ہے کہ حکومت بین المذاہب ہم آہنگی اور معاشرے کے مختلف طبقات کے درمیان امن کے فروغ کیلئے پر عزم ہے۔

وہ لاہور میں بین المذاہب ہم آہنگی کے ذریعے امن و رواداری کے فروغ میں انسانی حقوق کی اہمیت کے موضوع پر ایک سیمینار سے خطاب کر رہے تھے۔انہوں نے کہا کہ لوگوں کے درمیان بھائی چارے، رواداری اور محبت کے فروغ کیلئے ہمیں اجتماعی کوششیں کرنا ہوں گی[3]

10۔ بین المذاہب رواداری کانفرنس گلاسگو

ڈاکٹر طاہر القادری نے دہشت گردی کی موجودہ لہر پر گلاسگو UK میں منعقدہ سیمینار میں اپنا تبصرہ ان الفاظ میں بیان کیا:

"دہشت گردی اور دہشت گردوں کا کوئی مذہب نہیں ہوتا، وہ نہ تو مسلمان ہیں اور نہ یہودی نہ عیسائی وہ کسی مذہب پر یقین نہیں رکھتے۔ دہشت گردی مذہب سے بیگانہ ہے بلکہ یہ خود ایک مذہب، کلچر اور طرز عمل کی صورت اختیار کر چکی ہے۔ یہ کسی آسمانی نازل شدہ مذاہب پر کوئی یقین نہیں رکھتی۔ قرآن مجید ان فتنہ پروازوں کو مسلمان تسلیم نہیں کرتا۔ وہ نسل انسانی کے دشمن ہیں۔ باوجود اپنے طریقے، مذہب معاشرے یا زبان کے اسے مسلمان تصور نہیں کیا جا سکتا"۔[4]

---

1 www.The freelibrary.com/second+world+conference+on+inter-religios+and intercivilization.

2 روزنامہ پاکستان 20 نومبر 2014

3، ریڈیو پاکستان 2017ء 10 جون http://urdu.radio.gov.pk/10-Jun-2017/51610

4 2005-07-27 کو گلاسکو، یو۔کے میں ڈاکٹر محمد طاہر القادری کے خطاب سے اقتباس

11۔کیتھولک چرچ بشپ ہاؤس فیصل آباد میں بین المذاہب ہم آہنگی کیلئے تقریب

اس میں مہمان خصوصی صوفی مسعود احمد صدیقی چیئرمین بین المذاہب امن اتحاد پاکستان ،امیر تنظیم مشائخ عظام پاکستان تھے۔اس تقریب کا مقصد بین المذاہب ہم آہنگی کیلئے جاری شاندار کاوشوں کو استحکام بخشنا ،مسلمانوں اور عیسائیوں کے درمیان پائی جانیوالی نفرتوں کو ختم کرنا ،عوام الناس کو یہ شعور دینا کہ اسلام اور عیسائیت کے درمیان بہت سی قدریں مشترک ہیں۔[1]

بین المذاہب ہم آہنگی میں دیگر اداروں کا کردار

قومی کمیشن برائے اقلیت National Commission for Minorities

پاکستان میں مقیم مسلم اور غیر مسلم شہریوں میں ہم آہنگی کو فروغ دینے کے لیے قومی کمیشن برائے اقلیت اہم کردار ادا کر رہا ہے۔ پاکستان میں مقیم غیر مسلم شہریوں کی بھلائی کے فروغ کے لیے ان کی مذہبی ، معاشی ، معاشرتی ، سیاسی اور ثقافتی حقوق کے تحفظ کی خاطر حکومت نے غیر مسلم شہریوں کے لیے ایک کمیشن قائم کیا جو کے اقلیتی معاملات کی وزارت کے زیر صدارت ہے۔ پاکستان میں مقیم غیر مسلم شہریوں کی نمائندگی کرتا ہے۔

یہ ادارہ 23 اگست 1993ء کے وفاقی کابینہ کے فیصلے کے نتیجے میں منظور شدہ قرارداد کے ذریعے قائم ہوا۔

یہ کمیشن وزارت کو پالیسی سے متعلقہ امور کے سلسلے میں مواد/ مشورے دیتا ہے۔ موجودہ قومی کمیشن برائے اقلیت کی منظوری اور نوٹیفیکیشن 16 جولائی 2014ء کو اور پھر 4 مئی 2015ء کو دوبارہ نوٹیفیکیشن جاری ہوا۔

یہ ادارہ درج ذیل طریقوں سے مذہبی ہم آہنگی کو فروغ دے رہا ہے:

1۔حکومتی و غیر حکومتی اداروں کے بنائے ہوئے احکام و قوانین پر غور و فکر کرنا جس کے متعلق یہ خیال کیا جاتا ہو کہ وہ غیر مسلم شہریوں کے بارے میں امتیازی برتاؤ کرتے ہیں۔

2۔ حکومت کو ایسے اقدامات کرنے کی شفارشات کرتا ہے جس سے اقلیتی معاشرے کے افراد کی زندگی کے تمام پہلوؤں میں مکمل اور موثر نمائندگی اور شرکت یقینی بنائی جاسکے۔

3۔ غیر مسلم افراد کے مذہبی و ثقافتی تہواروں اور مجالس میں ان کی مکمل اور موثر شرکت کو یقینی بنایا جاسکے۔

4۔ یہ ادارہ غیر مسلم شہریوں کی عبادت گاہوں قبرستان وغیرہ کے تحفظ کے لیے حکومتی توجہ مبذول کرواتا ہے۔[2]

---

1 مورخہ: 28 رمضان المبارک بمقام: بشپ ہاؤس ریلوے روڈ فیصل آباد زیر اہتمام: بین المذاہب امن اتحاد وڈائیویسیزن انٹرفیتھ ہارمنی http://www.irpap.com/ur/home/activities/ceremony-for-interfaith-harmony-peace-in-the-catholic-church-bishop-house-faisalabad/13.html

2 سہ ماہی رسالہ " عالم اسلام اور عیسائیت " انسٹی ٹیوٹ آف پالیسی سٹڈیز، اسلام آباد، ستمبر 1994ء، ص: 21

مشاورتی کونسل برائے اقلیتی امور Advisory Council for Minorities Affair

اقلیتی معاملات کی وزارت کے ذریعے ایک مشاورتی کونسل بنائی گئی جو 6 سرکاری اور 65 غیر سرکاری اراکین پر مشتمل ہے۔ جن میں ایم این اے اور ایم پی اے بھی شامل ہیں۔[1]

ضلعی اقلیتی کمیٹیاں District Minorities Committees

ڈسٹرکٹ سطح پر اقلیتوں کی کمیٹیاں قائم کی گئی ہیں تاکہ ان کو درپیش مسائل کے مقامی سطح پر حل کرنے کے لیے کوششیں کی جائیں ان کمیٹیوں کے اجلاس باقاعدگی سے ڈپٹی کمیشنرز کے زیر صدارت منعقد کیے جاتے ہیں۔[2]

ثقافتی بورڈ کا قیام Cultural Award for Minorities

اقلیتی معاملات کی ڈویزن نے ایک کلچرل ایوارڈ سکیم متعارف کرائی ہے۔ جو صرف پاکستانی غیر مسلم شہریوں کے لیے ہے۔ اس کا مقصد ان کے ثقافتی ورثے کی ترقی اور تحفظ ہے۔ اس سکیم کے تحت 50 ہزار کی مالیت کے ثقافتی ایوارڈ سالانہ ان افراد کو دیے جاتے ہیں جو لٹریچر، فنون لطیفہ اور فوک آرٹ میں جوہر دیکھائیں۔[3]

کیلاش [4] کے افراد کے ثقافت کے تحفظ کے لیے قومی کمیٹی

National Committee for Preservation of Culture of Kalash People

پاکستانی حکومت نے یہ فیصلہ کیا ہے کہ کیلاش کے لوگوں کی ثقافت کے تحفظ کے لیے ایک قومی کمیٹی بنائی جائے یہ کمیٹی کیلاش کے لوگوں کے نمائندہ ایم این اے متعلقہ وزارت کے نمائندگان، ڈپٹی کمشنر چترال، خیبر پختون خواہ کے نمائندگان اور کیلاش کے لوگوں کے ماہرین پر مشتمل ہو گی۔[5]

اقلیتی کمیشن کا قیام

حکومت پاکستان نے غیر مسلم شہریوں کے حقوق کے تحفظ میں مزید اضافہ کے لیے اقلیتی کمیشن کے قیام کی اجازت دی جس کا مقصد غیر مسلم شہریوں کے مسائل کا جائزہ لے کر ان کے حل کے لیے تجاویز و شفارشات پیش کرنا ہے۔ اس کمیشن میں 13 افراد شامل ہیں جن میں سات 7 کا تعلق غیر مسلم شہریوں سے ہے۔[6]

---

1 پاکستان میں غیر مسلم اقلیتوں کے حقوق، ص: 116

2 سہ ماہی رسالہ "عالم اسلام اور عیسائیت"، ص: 24

3 پاکستان میں غیر مسلم اقلیتوں کے حقوق، ص: 114

4 کیلاش قبیلے کا نام جو کے کوہ ہندو کش صوبہ خیبر پختونخوا کے ضلع چترال میں آباد ہے۔

5 Indigenous People and Ethnic Minorities Constitutional and Legal Perspective, Shaheen Sardar Ali and Javid Rahman P: 32-33.

6 پاکستان میں غیر مسلم اقلیتوں کے حقوق، ص: 166

بابِ سوم

غیر مسلموں کے ساتھ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے معاہدات

فصلِ اوّل: معاہداتِ نبویہ کا پس منظر اور اثرات

فصلِ دوم: معاہداتِ نبویہ کی روشنی میں احترامِ مذاہب

فصلِ سوم: معاہداتِ نبویہ میں غیر مسلموں کے معاشرتی و معاشی حقوق

فصلِ چہارم: معاہداتِ نبویہ کے فقہی آراء پر اثرات

فصلِ اول

معاہدات نبویہ کا پس منظر اور اثرات

معاہدہ کا معنی و مفہوم

معاہدہ کا لغوی معنی:

لغت میں "معاہدہ" باب مفاعلہ سے مصدر ہے۔اس کا مادہ "عہد" ہے اور جمع "عھود" ہے جو کہ وعدہ، وصیت، میثاق، زمانہ، ذمہ، امان، حفاظت، اور دوست داری کے معنوں میں استعمال ہوا ہے۔[1]

ارشاد الٰہی ہے:

﴿وَاَوْفُوْا بِالْعَهْدِ اِنَّ الْعَهْدَ كَانَ مَسْـُٔوْلًا﴾ [2]

ترجمہ: اور وعدے پورے کرو کیونکہ قول وقرار کی بازپرس ہونے والی ہے۔

حدیث میں ہے:

«أَلَا مَنْ ظَلَمَ مُعَاهَدًا --- فَأَنَا حَجِيجُهُ يَوْمَ الْقِيَامَةِ» [3]

"جو شخص کسی ذمی معاہد کے اوپر ظلم کرے گا یا اس کے حق میں کمی کرے گا یا طاقت سے زیادہ اسے تکلیف دے گا یا اس کی رضا کے بغیر اس سے کوئی چیز لے گا تو میں "محمد" صلی اللہ علیہ وسلم قیامت کے دن اس ظالم پر قصور ثابت کروں گا"

مترادفاتِ معاہدہ:

معاہدہ کے کئی مترادف ہیں جن میں معاہدہ کا کوئی نہ کوئی مفہوم پایا جاتا ہے۔ ان مترادفات میں المیثاق، العقد، المصالحة، المسالمة، الهدنة، الموادعة، الحلف اور الذمه مستعمل ہیں۔[4]

تفصیل حسب ذیل ہے۔

1- المیثاق: قسم کھا کر کسی معاملہ کو پختہ کرنا۔

---

1 لسان العرب، مادہ "عہد" ص: 313-311/3

2 الاسراء: 34/17

3 سنن ابی داوٗد، سلیمان بن اشعث السجستانی، السنن، کتاب الخراج والامارة، مافی تعشیر اہل الذمة، الناشر المکتبة العصریة، صیدا۔ بیروت، حدیث نمبر: 3052، 170/3: حکم حدیث: قال البانی "صحیح" فی حاشیة ابی داود، 170/3

4 نہایة المحتاج إلی شرح المنہاج ، شمس الدین محمد بن ابی العباس احمد بن حمزة شہاب الدین الرملی (المتوفی: 1004ھ-)، دارالفکر، بیروت، 1404ھ-/1984م، 106/8

جیسا کہ اللہ تعالی کا ارشاد ہے:

﴿وَاَخَذْنَا مِنْهُمْ مِّيْثَاقًا غَلِيْظًا﴾ [1]

ترجمہ: ہم نے ان سے سخت قول و قرار لیا۔

ایک اور جگہ پر اللہ تعالی نے فرمایا:

﴿اِلَّاالَّذِيْنَ يَصِلُوْنَ اِلٰى قَوْمٍۢ بَيْنَكُمْ وَبَيْنَهُمْ مِّيْثَاقٌ﴾ [2]

ترجمہ: ان کے علاوہ جس قوم سے تعلق رکھتے ہوں جن سے تمہارا معاہدہ ہو چکا ہے۔

-2 العقد:

کسی بھی چیز کے دو کناروں کو جوڑنا، گرہ لگانا عقد کہلاتا ہے۔اس کے علاوہ بھی یہ لفظ دوسرے معانی کے لیے استعمال ہوتا ہے جیسے عقد بیع وغیرہ۔اس سے مراد ہے پختہ عہد و پیمان کرنا۔

اللہ تعالی نے فرمایا:

﴿اَوْفُوْا بِالْعُقُوْدِ﴾ [3]

ترجمہ: عہد و پیمان پورا کرو۔

-3 الحلف:

"حلف" یہ قسم کے معنی میں مستعمل ہے۔اس میں بھی وعدے کی پختگی کا اشارہ ملتا ہے۔

قرآنِ مجید میں ارشاد الٰہی ہے:

﴿ذٰلِكَ كَفَّارَةُ اَيْمَانِكُمْ اِذَا حَلَفْتُمْ﴾ [4]

ترجمہ: یہ تمہاری قسموں ہی کا کفارہ ہے جب تم قسم کھاؤ۔

نیز ارشاد نبوی ہے:

« أَوْفُوا بِحِلْفِ الْجَاهِلِيَّةِ فَإِنَّهُ لَا يَزِيدُهُ يَعْنِي الْإِسْلَامَ الا شدة» [5]

---

1 النساء:154/4 نیز ملاحظہ ہو: مفردات القرآن ، لاصفہانی ، مادہ "وثق"

2 النساء:90/4

3 المائدۃ:1/5

4 المائدۃ:5/ 89، نیز ارشاد باری تعالی ہے(وَلا تُطِعْ كُلَّ حَلافٍ مَّهِيْنٍ) (القلم:10/68)

5 جامع الترمذی، محمد بن عیسی بن سَورۃ بن موسی بن الضحاک، الترمذی، ابو عیسی (المتوفی: 279ھ-) المحقق: بشار عواد معروف دار الغرب الاسلامی –بیروت، سنۃ النشر: 1998م، 198/3: حکم حدیث: قال محمد بن عیسی الترمذی "ھذا حدیث حسن صحیح"

جاہلیت کے حلف کو پورا کرو اس میں اضافہ نہیں کیا جائے گا

4- الذمہ:

اس سے عہد و وفا کرنا مراد ہے۔

ارشادِ الٰہی ہے:

﴿لَا يَرْقُبُوْا فِيْكُمْ اِلًّا وَّلَا ذِمَّةً﴾ [1]

ترجمہ: یہ نہ رشتہ داری کا خیال کریں اور نہ ہی عہد و وفا کا۔

فقہاء اسلام کے نزدیک معاہدہ:

فقہاء اسلام نے معاہدہ کی درج ذیل تعریفات ذکر کی ہیں۔

کاسانی لکھتے ہیں:

"الْمُوَادَعَةُ وَهِيَ: الْمُعَاهَدَةُ وَالصُّلْحُ عَلَى تَرْكِ الْقِتَالِ"[2]

"مواد عت، معاہدہ کا مترادف ہے اس سے مراد جنگ بندی پر صلح کرنا ہے"۔

اس میں معاہدہ کو امام کاسانی نے موادعت کے مترادف ذکر کیا ہے اور بتانا یہ مقصود ہے کہ جنگ بندی پر صلح کے لیے جو بات چیت ہوتی ہے اسے معاہدہ کہتے ہیں۔

جبکہ اِحمد الخطیب الشربینی، امام نوی اور ابن قدامہ نے ہدنہ کو معاہدے کے مترادف گردانہ ہے۔

اِحمد الخطیب الشربینی لکھتے ہیں:

"وَالْمُهَادَنَةَ، وَهِيَ لُغَةً الْمُصَالَحَةُ. وَشَرْعًا مُصَالَحَةُ أَهْلِ الْحَرْبِ عَلَى تَرْكِ الْقِتَالِ مُدَّةً مُعِينَةً بِعُوضٍ أَوْ غَيْرِهِ"[3]

"هدنة" اس سے مراد اہلِ کفر کے ساتھ مخصوص وقت کے اندر جنگ بند کرنے پر صلح کرنا، جو کچھ دے کر ہو یا بلا عوض"۔

ابن قدامہ کے مطابق:

---

1 التوبۃ: 8/9 اس آیت میں اِلا کا لفظ ہے یہ بھی اس حلیفی کیلئے مستعمل ہے جو کسی قرابت یا ذمہ کی بنیاد پر ہو۔

2 بدائع الصنائع فی ترتیب الشرائع، علاء الدین، ابو بکر بن مسعود بن احمد الکاسانی الحنفی (المتوفی: 587ھ-)، دار الکتب العلمیۃ، الطبعۃ: الثانیۃ، 1406ھ- 1986م، 108/7

3 مغنی المحتاج الی معرفۃ معانی الفاظ المنہاج، شمس الدین، محمد بن احمد الخطیب الشربینی الشافعی (المتوفی: 977ھ-)، دار الکتب العلمیۃ، الطبعۃ: الاولی، 1415ھ- 1994م، 86/6

"مَعْنَى الْهُدْنَةِ،أَنْ يَعْقِدَ لِأَهْلِ الْحَرْبِ عَقْدًاعَلَى تَرْكِ الْقِتَالِ مُدَّةً، بِعِوَضٍ وَبِغَيْرِ عِوَضٍ"[1]

"هدنة" اس سے مراد اہلِ حرب کے ساتھ مخصوص مدت تک کا جنگ بندی کا معاہدہ صلح کرنا ہے ۔خواہ کچھ دے کر ہو یا بلا عوض۔ ۔

غیر مسلم کے ساتھ مخصوص زمانہ و وقت کے معاہدے ہوتے ہیں ان کو امان اور ہدنہ کہا جاتا ہے۔

مذکورہ تعریفات اختلاف الفاظ کے باوجود درج ذیل عناصر پر مشتمل ہیں۔

* معاہدہ کا شرعی جواز ہے۔
* جنگ بندی اور امن و امان پر غیر مسلموں سے اتفاق ممکن ہے۔
* مخصوص مدت کا تعین ضروری ہے۔
* معاہدہ بامعاوضہ اور بلا معاوضہ دونوں طرح کیا جاسکتا ہے۔

معاہدہ... جدید بین الاقوامی قانون:

جدید قانون بین الممالک کے مطابق "معاہدہ" دو یا زیادہ ریاستوں کے مابین قرار پائے جانے والا وہ میثاق ہے جو ان کے درمیان تعلقات کو منظّم کرتا ہے۔[2]

جدید بین الاقوامی قانون میں معاہدہ کی چند اہم تعریفات یہ ہیں:

- معاہدہ ان اتفاقیات کا نام ہے جنہیں ریاستیں باہمی تعلقات کی قانونی تنظیم کے لیے کرتی ہیں اور جن کے تحت ان تعلقات کے قواعد مرتب کیے جاتے ہیں۔[3]
- وہ تحریری اتفاقیہ جو بین الاقوامی دستور کے مطابق دو یا دو سے زیادہ ملکوں کے درمیان باہمی حقوق و لوازمات کے طے پا جائے۔[4]
- "A treaty is a formal agreement between two or more independent governments[5]"

دو خود مختار حکومتوں کے مابین باقاعدہ طے ہونے والا ایگریمنٹ معاہدہ کہلاتا ہے۔

---

1 المغنی لابن قدامہ، ابو محمد موفق الدین عبد اللہ بن ابن محمد بن قدامۃ الجماعیلی المقدسی ثم الدمشقی الحنبلی، الشہیر بابن قدامۃ المقدسی (المتوفی: 620ھ-)، مکتبۃ القاہرۃ، تاریخ النشر: 1388ھ-1968م، 296/9

2 الاسلام والمعاہدات الدولیۃ، عفیفی، محمد الصادق، مکان النشر والناشر م القاہرۃ، المکتبۃ الانجلو المصریۃ، 1985، ص:36

3 القانون الدولی العام، ابوہیف، علی صادق، مؤسسۃ المعارف للطباعۃ والنشر، 2001، ص:97

4 المدخل إلی القانون الدولی العام وقت السلم، شکری، محمد عزیز، دار الفکر، دمشق، 1983، ص:369

5 The World Book Encyclopedia, Field enterprises Educational Corporation, Chicago, Vol.18, p:332

- اقوام متحدہ کی بنائی گئی کمیٹی برائے " قانون بین الاقوام "کے مطابق "معاہدہ "اِس اتفاق کا نام ہے جو اپنی شکل و ہیئت اور نام سے صرفِ نظر قانون بین الاقوام کے قواعد کے موافق مکتوب صورت میں مختلف ریاستوں یا ان مسلمہ قانونی شخصیات کے مابین قرار پائے جنہیں یہ معاہدے کرنے کا حق حاصل ہو۔[1]

معاہدہ کی تعریف فقہاء اسلام اور بین الاقوامی قانون کے مابین مقارنہ

علامہ سرخسی لکھتے ہیں کہ:

فقہاء اسلام کے نزدیک اشخاص، قبیلے اور ریاست، تینوں کے درمیان ہونے والے اتفاقیے کو "معاہدہ" کہا جاتا ہے۔[2]

جبکہ جدید بین الاقوامی قانون کی تعریف کے مطابق معاہدہ صرف ریاستوں کے مابین ہو سکتا ہے۔[3]

دوسرے لفظوں میں معاہدہ کی تعریف جو فقہاء اسلام نے کی ہے وہ جامع ہے۔ افراد، قبائل اور ریاستوں کے مابین، جبکہ جدید بین الاقوامی قانون کے مطابق معاہدہ کا تصور ریاستوں کے ساتھ ہی خاص ہے۔

اقوام متحدہ کی کمیٹی برائے بین الاقوامی قانون کی تعریف اس اعتبار سے خود اصحاب قانون کے مابین بھی متنازعہ ہے کہ یہ تعریف معاہدات بین الاقوام کو قانون بین الاقوام کے تابع قرار دیتی ہے گویا اس تعریف کی رو سے قانون بین الاقوام کے قواعد کی حیثیت معاہدات کیلیے ایک غیر متبدل شریعت کی سی ہے جس کے لوازمات کے تابع ہونا معاہدات بین الاقوام کی مشروعیت کیلیے ضروری ہے۔ بین الاقوامی قانون کے بعض ماہرین کی نظر میں یہ ایک لغو شرط ہے۔ کیونکہ ان کی نظر میں بین الاقوامی قانون محض رسمی سے اخلاقی قوانین ہیں جن کا التزام و تطبیق ریاستیں نہیں کرتیں۔[4]

قبل از اسلام معاہدہ کا تصور

جب سے انسانی قبائل واقوام نے محدود جغرافیائی حدود میں بسنا شروع کیا اور ریاستوں کا وجود قائم ہوا تب سے ان کے باہمی تعلقات صلح وجنگ بھی شروع ہوئے۔ قدیم زمانی سے اپنے اختلافات کو طے کرنے کیلیے باہمی گفت و شنید اور اصول و ضوابط کے تعین کی مثالیں ملتی ہیں۔ تاریخ میں مصر و بابل، شام وایشیاء کی ریاستوں کے باہمی مصالح پر مبنی معاہدات کا ذکر موجود ہے۔ رمیس ثانی فرعون مصر کا معاہدہ 1278 ق م نیز سلطنت روم میں قیصر یوستیانوس کا فارس

---

1 المعاہدات، دراسۃ لاحکام القانون الدولی، محمد حافظ غانم، ص:133، نیز ملاحظہ ہو: النزاعات الدولیۃ فی الشریعۃ الاسلامیۃ والقوانین الوضعیۃ، علی بن عبد الرحمٰن الطیار، ص:90

2 شرح السیر الکبیر، محمد بن احمد بن ابی سہل شمس الائمۃ السرخسی (التوفی: 483ھ) الشرکۃ الشرقیۃ للاعلانات، الطبعۃ: بدون طبعۃ، تاریخ النشر: 1971م، 154/4

3 دی ورلڈ بک انسائیکلو پیڈیا، 32/18

4 القانون الدولی العام، ص:70-78

سے معاہدہ 527ء اسی طرح قیصر یوستنیان اور کسری ایران نوشیر وان کے ما بین صلح کا معاہدہ 562ء قیصر یوستینیان اور کسری ایران نوشیر وان کے ما بین طویل جنگ کے بعد 562ء میں معاہدہ صلح ہوا کہ اس کا مقصد یہ تھا کہ روم اور ایران کے ما بین آزادانہ تجارت ہو سکے، عیسائیوں کو مذہبی آزادی ہو گی اور روم تیس ہزار دینار سالانہ خراج ادا کرے گا-اس معاہدہ کے بعد دونوں ممالک کی سرحدیں جنگ سے پہلے کی پوزیشن پر بحال ہو جائیں گی وغیرہ سے معلوم ہوتا ہے کہ قدیم زمانے کی سلطنتوں میں معاہدات کا تصور موجود تھا-[1]

قبل از اسلام عرب قبائل میں بھی باہم دگر حلیفی کے معاہدات نیز دیگر اقوام سے تجارتی معاہدات نہایت معروف ہیں-قرآن نے لِاِیْلٰفِ قُرَیْشٍ میں ان تجارتی معاہدوں کی طرف اشارہ کیا ہے-[2]

اسلام میں معاہدہ کا تصور:

معاہدے کی اہمیت:

شریعت اسلامیہ میں ایفاء عہد کی بہت اہمیت ہے-اسلام نے وعدہ کو وفا کرنا ایمان کی صفت میں سے ایک صفت قرار دیا ہے

ارشاد باری تعالی ہے:

﴿وَالَّذِيْنَ هُمْ لِاَمٰنٰتِهِمْ وَعَهْدِهِمْ رٰعُوْنَ﴾ [3]

ترجمہ: وہ اپنی امانتوں اور وعدوں کی پاسداری کرتے ہیں-

ارشاد الہی ہے:

﴿الَّذِيْن يُوْفوْن بِعَهْدِ اللهِ وَلَا يَنْقضُوْنَ المِيْثَاقَ﴾ [4]

ترجمہ: جو اللہ کے عہد کو پورا کرتے ہیں اور وعدوں کو نہیں توڑتے ہیں-

نیز ارشاد باری تعالی ہے:

﴿وَالْمُوْفُوْنَ بِعَهْدِهِمْ اِذَا عٰهَدُوْا﴾ [5]

ترجمہ: جب وعدہ کریں تو اسے پورا کریں-

حدیثِ نبوی کی رو سے بھی وعدہ پورا کرنے کو دینِ متین کی بنیاد قرار دیا گیا ہے اور بد عہدی کرنے والے کو منافق کہا گیا ہے-

---

1 تاریخ التمدن الاسلامی، جرجی زیدان، (مطبوعۃ الہلال، مصر 1902ء)29،31/1// مبادئ القانون الدولی العام، محمد حافظ غانم، ص: 45

2 المحبر، محمد بن حبیب بن امیہ، الناشر دار الافاق الجدیدۃ، بیروت، ص: 162،166،167

3 المومنون: 8/23

4 الرعد: 20/13

5 البقرۃ: 177/2

رسول اللہ ﷺ کا ارشاد:

«لَاإِيمَانَ لِمَنْ لَا أَمَانَةَ لَهُ، وَلَادِين لِمَن لَاعَهدَ لَهُ» [1]

"جس میں امانت داری نہیں اس کا ایمان بھی کامل نہیں اور جو عہد کو پورا نہیں کرتا اس کا کو دین نہیں"

ایک اور جگہ پر آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

«آيَة الْمُنَافِق ثَلَاث: إِذَا حَدّث كَذَب، وَإِذَا وَعَدَ أَخلَفَ، وَإِذَا اؤْتُمِنَ خَانَ» [2]

"منافق کی تین نشانیاں ہیں: جب بات کرے تو جھوٹ بولے، کسی سے وعدہ کرے تو خلاف ورزی کرے اور امانت سونپی جائے تو خیانت کرے"

معاہدے کی مشروعیت:

غیر مسلموں کے ساتھ معاہدات کی مشروعیت قرآن سنت سے ثابت ہے۔اس ضمن میں ارشاداتِ باری تعالیٰ ہیں۔

﴿اِلَّا الّذِينَ يَصِلُونَ اِلٰى قَوْمٍ بَينَكُم وَبَينَهُم مّيْثَاق﴾ [3]

ترجمہ: ان کے سوا جو اس قوم سے تعلق رکھتے ہیں جن لوگوں سے تمہارا معاہدہ ہو چکا ہو۔

﴿اِلَا الّذِينَ عٰهَدتُّم مِّنَ المشْرِكِيْنَ ثُمَّ لَم يَنْقُصُوْكُم شَيْـًٔا وَّلَم يُظَاهِرُوا عَلَيْكُماَحَدًا فَاَتِمُّوْا اِلَيْهِم عَهْدَهُم اِلٰى مُدَّتِهِم﴾ [4]

ترجمہ: بجز ان مشرکین کے جن سے تمہارا معاہدہ ہو چکا ہے اور انہوں نے تمہیں ذرا سا بھی نقصان نہیں پہنچایا نہ کسی کی تمہارے خلاف مدد کی ہے تو تم بہی ان کے معاہدے کی مدت ان کے ساتھ پوری کرو۔

---

1 مسند احمد، ابو عبد اللہ احمد بن محمد بن حنبل بن ہلال بن اسد الشیبانی (المتوفی: 241ھ) المحقق: شعیب الارنؤوط - عادل مرشد، وآخرون، اشراف: د عبد اللہ بن عبد المحسن الترکی، مؤسسۃ الرسالۃ، الطبعۃ: الاولی، 1421 ھ- - 2001 م، حدیث نمبر 12383، 376/19 : حکم حدیث: قال البانی صحیح لغیرہ، موسوعۃ العلامۃ الامام مجدد العصر محمد ناصر الدین الالبانی «موسوعۃ تحتوی علی اکثر من (50) عملا ودراسۃ حول العلامۃ الالبانی وتراثہ الخالد»، ابو عبد الرحمٰن محمد ناصر الدین، بن الحاج نوح بن نجاتی بن آدم، الاشقودری الالبانی (المتوفی: 1420ھ-)، مرکز النعمان للبحوث والدراسات الاسلامیۃ وتحقیق التراث والترجمۃ، صنعاء –الیمن، الطبعۃ: الاولی، 1431 ھ- - 2010م، 42/4

2 صحیح بخاری، محمد بن اسماعیل، الناشر، دار طوق النجاۃ، ط، الاوٰلی، 1422، حدیث نمبر33، 16/1

3 النساء: 90/4

4 التوبۃ: 4/9

ارشادالٰہی ہے:

﴿وَاِنِ اسْتَنْصَرُوْكُم فِي الدِّينِ فَعَلَيْكُمُ النَّصْرُ اِلَّا عَلٰي قَوْمٍۭ بَينَكُمْ وَبَيْنَهُم مِّيْثَاق﴾ [1]

ترجمہ: اور وہ اگر تم سے دینی مدد طلب کریں تو تم پر مدد کرنا ضروری ہے، سوائے ان لوگوں کی کہ تم میں اور ان میں عہد و پیمان ہے۔

ارشادالٰہی ہے:

﴿وَاَوْفُوْا بِالْعَهْدِ اِنَّ الْعَهْدَ كَانَ مَسْـُٔوْلًا﴾ [2]

ترجمہ: اور وعدے پورے کرو کیونکہ قول وقرار کی بازپرس ہونے والی ہے۔

سنت نبوی سے معاہدات کی مشروعیت کے ثبوت میں بہت سی روایات ہیں۔ وہ تمام احادیث جو معاہدوں کی تکمیل واہمیت کی طرف اشارہ کرتی ہیں مشروعیت معاہدہ کے دلائل میں سے ہیں۔

ارشادِ نبوی صلی اللہ علیہ وسلم ہے:

« أَرْبَعٌ مَنْ كُنَّ فِيهِ كَانَ مُنَافِقًا خَالِصًا، وَمَنْ كَانَتْ فِيهِ خَصْلَةٌ مِنْهُنَّ كَانَتْ فِيهِ خَصْلَةٌ مِنَ النِّفَاقِ حَتَّى يَدَعَهَا: إِذَا اؤْتُمِنَ خَانَ، وَإِذَا حَدَّثَ كَذَبَ، وَإِذا عاهَد غدَر، وَإِذَا خاصمَ فجَر» [3]

"جس کسی میں چار باتیں ہونگی وہ پکا منافق ہے اور جس کسی میں ان میں سے ایک بھی بات ہو تو اس میں نفاق کی ایک ہی بات ہے تاوقتیکہ اس کو ترک نہ کر دے وہ باتیں یہ ہیں: جب کسی کو امین بنایا جائے تو امانت میں خیانت کرے اور جب بات کرے تو جھوٹ بولے اور جب کسی سے وعدہ کرے تو وعدہ خلافی کرے اور کسی سے لڑے تو بیہودہ گوئی کرے"

ارشادِ نبوی صلی اللہ علیہ وسلم ہے:

«أَلَا مَن ظَلَمَ مُعاهَدا أَوِ انتَقَصَهُ أَوْ كَلَّفَهُ فَوْقَ طَاقَتِهِ، أَوْ أَخَذَ مِنهُ شَيْئًا بِغَيْرِ طِيبِ نَفْسٍ مِنْهُ، فَأَنَا حَجِيجُهُ يَومَ الْقِيَامَة» [4]

---

1 الانفال: 72/8

2 الاسراء: 34/17

3 صحیح بخاری، حدیث نمبر 34، 16/1

4 سنن ابی داؤد، حدیث نمبر 3052، 170/3: حکم حدیث: ذکر البانی، قال الحافظ العراقی فی "فتح المغیث" (4 / 4): "وہذا اسناد جید وإن کان فیہ من لم یسم، فانہم عدۃ من ابناء الصحابۃ یبلغون، حد التواتر الذی لایشترط فیہ العدالۃ"، سلسلۃ الاحادیث الصحیحۃ وشیء من فقہہا وفوائدہا، 807/1

"جو شخص کسی ذمی (معاہد) پر ظلم کرے یا اس کی حق تلفی کرے یا طاقت سے بڑھ کر اسے تکلیف دے یا اس کی رضا مندی کے بغیر اس سے کوئی شے لے تو میں محمد صلی اللہ علیہ وسلم قیامت کے دن اس ظلم کرنے والے پر قصور ثابت کروں گا"

ایک اور جگہ پر آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

«لكُلِّ غَادِرٍ لِوَاءٌ يَومَ الْقِيَامَةِ» [1]

"قیامت کے دن ہر وعدہ شکن کی پہچان کیلیے جھنڈا ہوگا"

وہ معاہدات جن میں کوئی خرابی نہیں بلکہ معاشرت و سماج میں بہتری کا باعث ہو گو کہ جاہلی دور میں کیے گئے ہوں، اس پر چلنے سے اسلام منع نہیں کرتا۔

آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

«أَوفُوا بِحِلفِ الجَاهِلِيَّة، فَإِنَّ الْإِسْلَامَ لا يَزِدْهُ إِلَّا شِدَّةً» [2]

"جاہلی دور کے جائز معاہدوں کو پورا کرو اسلام ان معاہدوں کو اور پختہ کرتا ہے"

مذکورہ بالا قولی روایات کے علاوہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم سے کئی معاہدات مثلا میثاق مدینہ، معاہدہ حدیبیہ اور دیگر قبائل کے ساتھ معاہدات کا ثبوت ملتا ہے۔

معاہدہ کی پابندی:

معاہدات خواہ انفرادی ہوں یا قومی سطح کے، مسلمانوں کے مابین ہوں یا غیر مسلموں کے ساتھ، ان کی پابندی کرنا ضروری ہے۔ معاہدہ کی پابندی کے ضمن میں ارشادات باری تعالی حسب ذیل ہیں۔

﴿وَاَوفُوا بِعَهدِ اللهِ اِذَا عٰهَدتُّم وَلَا تَنقُضُوا الْاَيْمَانَ بَعْدَ تَوْكِيدِهَا وَقَدْ جَعَلْتُمُ اللهَ عَلَيْكُمْ كَفِيْلا﴾ [3]

ترجمہ: اور اللہ کے عہد کو پورا کرو جب تم آپس میں قول و قرار کرو اور قسموں کو ان کی پختگی کے بعد مت توڑو حالانکہ تم اللہ تعالی کو اپنا ضامن ٹھہرا چکے ہو۔

1 المسند الصحیح المختصر بنقل العدل عن العدل إلى رسول الله صلى الله عليه وسلم، مسلم بن الحجاج ابو الحسن القشيري النيسابوري (المتوفى: 261ھ)، المحقق: محمد فؤاد عبد الباقي، دار احياء التراث العربي، بيروت، حديث نمبر1738، 1361/3

2 مسند احمد، حديث نمبر6934، 525/11: حكم حديث: قال الباني" حسن" انظر: صحيح الجامع الصغير وزياداته، ابو عبد الرحمن محمد ناصر الدين، بن الحاج نوح بن نجاتي بن آدم، الاشقودري الالباني (المتوفى: 1420ھ-)، المكتب الاسلامي، عدد الاجزاء: 2، 500/1

3 النحل:16/ 91

ارشادالٰہی ہے:

﴿وَاَوْفُوْا بِالْعَهْدِ اِنَّ الْعَهْدَ كَانَ مَسْـُٔوْلًا﴾ [1]

ترجمہ: وعدہ پورہ کرو بے شک وعدے کے متعلق پوچھا جائے گا۔

ارشادالٰہی ہے:

﴿فَاَتِمُّوْٓا اِلَيْهِمْ عَهْدَهُمْ اِلٰى مُدَّتِهِمْ﴾ [2]

ترجمہ: ان کے ساتھ کیے گئے وعدے کو پورہ کرو۔

ارشادالٰہی ہے:

﴿اِلَّا الَّذِيْنَ يَصِلُوْنَ اِلٰى قَوْمٍۢ بَيْنَكُمْ وَبَيْنَهُمْ مِّيْثَاقٌ﴾ [3]

مذکورہ بالا آیتوں میں معاہدات کے متعلق مفسر، ابن کثیر، طبری، رازی اور علامہ جصاص وغیرہ لکھتے ہیں کہ: معاہدات سے مراد زبانی کلامی وعدے اور ایسے معاہدات ہیں جنہیں قسم کے ذریعے پکا کیا جائے اور وہ معاہدات جو مسلم و غیر مسلم کے ساتھ ہوں چنانچہ ان تمام معاہدات کی پابندی ضروری ہے۔[4]

رسول صلی اللہ علیہ وسلم سے ایفاء عہد کے بارے میں تاکید کی بہت ساری روایات منقول ہیں۔

ان روایات کے علاوہ نبی پاک صلی اللہ علیہ وسلم نے ان تمام معاہدوں کی پاسداری کا بھی حکم دیا جو تمام انسانیت کیلیے فائدہ مند ہو اگرچہ معاہدے زمانۂ جاہلیت کے ہی کیوں نہ ہوں؟ چنانچہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد ہے کہ جاہلی دور کے تمام اچھے معاہدات کو اسلام مزید پکا کرتا ہے۔[5]

نبی پاک صلی اللہ علیہ وسلم نے زمانہ جاہلیت کے معروف معاہدے حلفِ الفضول کے متعلق ارشاد فرمایا کہ وہ مجھ کو سرخ اونٹوں سے بھی زیادہ محبوب ہے۔

ارشاد نبوی ہے:

«مَا أُحِبُّ أَنَّ لِي بِهِ حُمْرَ النَّعَمِ»[6]

---

1 بنی اسرائیل: 17/ 34

2 التوبۃ: 9/ 4

3 النساء: 90/4، الانفال: 72

4 مفاتیح الغیب = التفسیر الکبیر، ابو عبد اللہ محمد بن عمر بن الحسن بن الحسین التیمی الرازی الملقب بفخر الدین الرازی خطیب الری (المتوفی: 606ھ-) داراحیاء التراث العربی- بیروت، 171/10

5 فتح الباری، شرح صحیح البخاری، ابن حجر، احمد بن علی بن محمد العسقلانی، الناشر، دارالمعرفۃ، بیروت، 1379ھ، 242/5

6 مسند احمد، 193/3: حکم حدیث: اسنادہ صحیح، رجالہ ثقات رجال الشیخین غیرَ عبد الرحمٰن بن إسحاق- وہو المدنی- فقد اخرج حدیثہَ مسلم فی الشواہد، ووثقہ ابن معین وابو داود وغیرہما، وحکی الترمذی فی "العلل" 478/1 إن البخاری قد وثقہ، و تکلم فیہ بعضہم، وقال احمد: اماما کتبنا من حدیثہ فصحیح، فی حاشیۃ مسند الامام احمد بن حنبل، 193/3

"یہ تو مجھ کو سرخ اونٹوں سے بھی زیادہ پسندیدہ ہے"۔

صلح حدیبیہ کے موقع پر جب صحابی رسول حضرت ابو جندل مکہ سے بھاگ کر مسلمانوں کے پاس پہنچے تو آپ ﷺ نے انہیں طے شدہ شرائط کے مطابق واپس فرمادیا۔

نقض معاہدہ کی شرائط:

مذکورہ بالا بحث سے معلوم ہوا کہ اسلام کے اصولی ہدایات یہی ہیں کہ معاہدہ کی اصل مدت تک تکمیل کی جانی ضروری ہے لیکن بعض صورتین ایسی بھی ہیں جن میں نقض عہد کی اجازت دی گئی ہے۔ جس کی تفصیل حسب ذیل ہے۔

- غیر مسلموں کے ساتھ ایسے معاہدات جو دائمی اور غیر معینہ مدت تک کے لیے ہوں، کا نقض جائز نہیں سوائے اس کے کہ یہ نقض خود فریق ثانی کی طرف سے ہو۔[1]
- غیر مسلموں کے ساتھ ہونے والے مؤقت معاہدات کا نقض بعض صورتوں میں جائز ہے۔

مثلا:

معاہدہ کی مدت تمام ہو جائے یا فریق ثانی کی طرف سے خیانت وغدر کیا جائے۔

فریق ثانی کی طرف سے خیانت کا خوف ہو تو اس صورت میں انہیں پہلے باقاعدہ مطلع کرکے معاہدہ کو ختم کیا جاسکتا ہے۔[2]

معاہدات کی اقسام:

فقہاء اسلام نے معاہدہ کی دو بنیادی قسمیں بیان کی ہیں۔

I. مؤقت یا وقتی معاہدات

II. غیر مؤقت یا دائمی معاہدات

الف مؤقت معاہدے:

یہ معاہدات غیر مسلم لوگوں کے ساتھ مخصوص زمانہ اور مخصوص وقت کے معاہدے ہوتے ہیں ان کو امان اور ہدنۃ کہا جاتا ہے۔

فقہاء نے معاہدہ امان کی دو قسموں کا ذکر کیا ہے۔

1. امانِ خاص 2. امانِ عام

---

1 بدائع الصنائع، 109/7 // المغنی، 463-462/2

2 الجامع لاحکام القرآن، ابو عبداللہ محمد بن احمد بن ابی بکر بن فرحال انصاری الخزرجی شمس الدین القرطبیؒ، دار الکتب المصریۃ القاہرۃ، الطبعۃ الثانیۃ، 1384ھ- 1964م، 31/8

1. **امانِ خاص:**

ایک فرد یا مختصر جماعت کو دی جانے والی امان، امان خاص کہلاتی ہے۔ حالتِ جنگ میں ایسی امان ہر مسلمان مرد و عورت دے سکتا ہے۔[1]

2. **امانِ عام:**

ایسا امان ہے جس میں دشمن کے ایک بڑے گروہ، قبیلے یا ملک کو امان فراہم کرنا جس میں ان کی حمایت کی جائے اور انہیں جان ومال سے متعلق مراعات دی جائیں امانِ عام میں داخل ہے۔ حالتِ جنگ میں اس امان دہی کا اختیار ریاست کے سربراہ یا سرکاری افراد کو ہی ہوتا ہے۔[2]

معاہدۂ صلح:

اس سے مراد جنگ بندی ہے جو اہل حرب کے ساتھ کسی مخصوص مدت تک کیلیے کیا جاتا ہے۔ اس معاہدہ کیلیے مُهَادَنَةً وَمُوَادَعَةً اور مُعَاهَدَةً، کے الفاظ بھی استعمال کیے جاتے ہیں۔[3]

ب غیر مؤقت معاہدہ

وہ دائمی معاہدے جو اسلامی ریاست اور غیر مسلم اشخاص کے درمیان طے پاتا ہے اس معاہدے کے مطابق غیر مسلم " دارالاسلام " میں رہن سہن اختیار کر سکتے ہیں اور ریاستِ اسلامی کے شہری شمار ہوتے ہیں۔

ریاستِ اسلامی ان کے جان و مال اور عزت و آبرو کو محفوظ رکھتی ہے اس وجہ سے وہ ریاست کو ایک خاص ٹیکس بصورت جزیہ ادا کرتے ہیں۔[4]

ارشاد باری تعالیٰ ہے:

﴿قاتِلُواالّذِيْنَ لَا يُؤْمِنُونَ بِاللهِ وَلَا بِالْيَومِ الأٰخِرِ وَلَا يُحَرِّمُونَ مَا حَرَّمَ اللهُ وَرَسُوْلُه وَلَا يَدِيْنُونَ دِيْنَ الْحَقِ مِنَ الَّذِينَ أُوتُوا الْكِتٰبَ حَتّٰي يُعْطُوا الْجِزْيَةَ عَنْ يَدٍ وَّهُم صٰغِرُوْن﴾ [5]

ترجمہ: جو اللہ اور آخرت پر ایمان نہیں لاتے اور نہ ہی حرام سمجھتے ہیں جس کو اللہ اور اس کے رسول نے حرام کیا ہے اان کے ساتھ جہاد کرو اور جو دینِ حق کو قبول نہیں کرتے یہاں تک کہ وہ جزیہ پر راضی ہو جائیں۔

---

1 المغنی، ابن قدامہ، 398/8

2 ایضا

3 ایضا، 296/9

4 احکام اہل الذمہ، محمد بن ابی بکر بن ایوب ابن قیم الجوزیۃ ابو عبد اللہ، المحقق: یوسف بن احمد البکری ابو براء - احمد بن توفیق العاروری ابو احمد، رمادی للنشر –الدمام، سنۃ النشر: 1418 – 1997ء، 109/1

5 التوبۃ: 9/ 29

صحت معاہدہ کی شرائط

معاہدہ کی صحت کیلیے درج ذیل امور ضروری ہیں:

"معاہدہ کسی بھی ذمہ دار شخص یا اس کے نامزد کردہ اشخاص سے ہو سکتا ہے"[1]

معاہدہ کیلیے ضروری ہے کہ وہ مسلمانوں کی کسی مصلحت کے تحت کیا گیا ہو، ہاں اگر معاہدے میں مسلمانوں کی کوئی بھی مصلحت کارفرمانہ ہو تو ایسا معاہدہ کرنا جائز نہیں۔ مصلحت سے مراد مسلمین کا غیر مسلموں کے قبولِ اسلام کا احتمال، قیامِ امن و سلامتی، اقتصادی تعلقات، دارُ الاسلام کی وسعت، مسلمانوں سے دفعِ شر، اشرار کے خلاف غیر مسلموں کے تعاون کا حصول وغیرہ ہے۔[2]

معاہدہ کی کوئی شرط شریعتِ اسلامیہ سے تصادم نہ رکھتی ہو کیونکہ دین اسلام میں اس کی کوئی حیثیت نہیں ہے۔

نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد ہے:

« كُلّ شَرطٍ لَيسَ فِي كِتَابِ اللهِ فَهُوَ بَاطِل »[3]

"وہ شرط جو کتابُ اللہ کی مخالف ہے وہ باطل ہے"

نیز ارشاد نبوی صلی اللہ علیہ وسلم ہے:

«المسلِمُونَ عَلَى شُرُوطِهِم إلَّا شَرْطًا حَرّمَ حَلاَلًا، وَأَحَلَّ حَرَامًا»[4]

"حلال و حرام کو تبدیل کر دینے والی شرط کے ماسواء مسلمانوں کیلیے اپنی شرائط کی پابندی ضروری ہے"

بعض فقہاء لکھتے ہیں کہ:

"ایسا کوئی بھی معاہدہ جائز نہیں جو شرائطِ فاسدہ پر مشتمل ہو مثلا: ہتھیار ڈال دینا یا مسلمانوں کا علاقہ غیر مسلموں کے حوالے کر دینا یا ایسی شرائط سے جو غدر و خیانت کو جائز کرتی ہوں یا ایسی شرط جس سے مسلمانوں کی اہانت لازم آتی ہو"[5]

---

1 شرح فتح القدیر علی الہدایۃ شرح بدایۃ المبتدی، محمد بن عبد الواحد السیواسی السکندری کمال الدین ابن الہمام - احمد بن قودر قاضی زادہ، المحقق: عبد الرزاق غالب المہدی، دار الکتب العلمیۃ، سنۃ النشر: 1424 – 2003ء، 295/4

2 شرح کتاب السیر الکبیر، السرخسی، 128/1

3 سنن ابن ماجہ ت الارنؤوط، ابن ماجۃ - وماجۃ اسم ابیہ یزید - ابو عبد اللہ محمد بن یزید القزوینی (التوفی: 273ھ)، المحقق: شعیب الارنؤوط - عادل مرشد - محمّد کامل قرہ بللی - عَبد اللّطیف حرز اللہ، دار الرسالۃ العالمیۃ، الطبعۃ: الاولی، 1430 ھ - 2009م، 2 حدیث نمبر 2521، 563/3 : حکم حدیث: قال البانی " صحیح " فی حاشیۃ سنن ابن ماجہ، 563/3

4 سنن ابی داؤد، حدیث نمبر (3594)، 304/3: حکم حدیث: قال البانی "حسن صحیح" فی حاشیۃ ابی داود، 304/3

5 کتاب الاموال، ابو عُبید القاسم بن سلام بن عبد اللہ الہروی البغدادی (التوفی: 224ھ)، المحقق: خلیل محمد ہراس، دار الفکر، بیروت، فقرہ نمبر 443 تا 445

غیر مسلموں سے معاہدات اور ان کے اثرات

غیر مسلموں کے ساتھ معاہداتِ نبویہ

1- میثاقِ مدینہ

ہجرت مدینہ سے اسلامی ریاست کی بنیاد رکھی گئی۔ ریاست کا قیام باقاعدہ آئین کے ذریعے کیا گیا۔ جو نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے ہجرت کرکے مدینہ آنے کے چند مہینے بعد ہی ایک دستاویز فرمائی جو وہاں کے باسیوں کا دستور العمل قرار پایا۔[1]

یہ میثاق، مدینہ میں بسنے والی مختلف اقوام و ملل، یہود، مشرکین اور مسلمانوں کے مابین یہ دستور کی حیثیت رکھتا ہے۔ اس میں مدینہ کی تمام اقوام اور ان کے ساتھ شامل ہونے والوں کے حقوق اور ذمہ داریوں کا تعین کیا گیا۔ اس کی حیثیت اگرچہ ایک آئینی حکم نامے Constitutional Charter کی سی ہے مگر چونکہ آئین ایک طرح کا عہد نامہ ہوتا ہے جو ایک طرف حکومت اور دوسری طرف افراد کے حقوق و فرائض کے حدود کا تعین کرتا ہے بنابریں اس کو میثاق بھی کہا جاتا ہے۔

2- دفاعی نوعیت کے معاہدات

یہ وہ معاہدات ہیں جو اسلامی ریاست مدینہ کی بنیاد رکھنے کے بعد مدینہ کے مغربی علاقوں کے قبائل، بنوجہینہ[2]، بنومزینہ، بنوضمرہ، بنواشجع[3]، بنومدلج[4] و بنوغفار[5] سے کیے گئے۔ ان معاہدات کی ابتداء 2 ہجری میں ہوئی۔ ان کا مقصد یہ تھا کہ اسلامی ریاست کو بیرونی خطرات سے محفوظ رکھا جاسکے، بالخصوص مشرکین مکہ اور قبائل غطفان وغیرہ کے ساتھ

---

1 عہد نبوی میں نظام حکمرانی، ڈاکٹر محمد حمید اللہ، ناشر اردو اکیڈمی، سندھ، کراچی، ص:80

2 یہ ایک بااثر و بڑا قبیلہ جو مدینہ منورہ کے جنوب مغرب میں تقریبا اسی (80) میل پر ابوا نامی جگہ کے اطراف میں آباد تھا۔ ملاحظہ ہو: معجم البلدان، یاقوت بن عبد اللہ الحموی الرومی البغدادی شہاب الدین ابو عبد اللہ، دار صادر، سنۃ النشر، 1993، 1397ء، 79/1

3 قبیلہ بنواشجع قبیل غطفان کی شاخ تھی۔ ملاحظہ ہو: الطبقات الکبری، محمد بن سعد بن منیع الزہری، المحقق: علی محمد عمر، مکتبۃ الخانجی سنۃ النشر، 1421 - 2001ء، 274/1

4 یہ قبیلہ مدینہ منورہ کے جنوب مغرب میں مقام ابوا پر بنوضمرہ کے پڑوس میں آباد تھا اور اس کا حلیف تھا۔ ملاحظہ ہو: تاریخ الامم والملوک، محمد بن جریر، الطبری، محل نشر بیروت، لبنان، 260/2

5 بنو غفار بن ملیل بن ضمرۃ بن بکر بن عبد مناف۔ شام و فلسطین کے کاروانی راستے پر آباد یہ قبیلہ بنوضمرۃ کے رشتہ دار تھے۔ ملاحظہ ہو: کتاب الروض الانف فی شرح السیرۃ النبویۃ لابن ہشام ومعہ السیرۃ النبویۃ لابن ہشام، شرح الامام المحدث عبد الرحمٰن السہیلی رحمہ اللہ، تحقیق و تعلیق و شرح: الشیخ عبد الرحمٰن الوکیل۔ طبعۃ دار الکتب الاسلامیۃ، سنۃ الطبع، 1967م، 58/2

جنگوں میں اول تو حلیف و گرنہ کم از کم غیر جانبدار ہی رکھا جا سکے۔ یہ معاہدات زیادہ تر دفاعی نوعیت کے تھے انہیں حلیفی یا غیر جانبداری کے معاہدات کہا جا سکتا ہے۔[1]

3- معاہدہ صلح (صلح حدیبیہ)

یہ اپنی نوعیت کا ایک واحد معاہدہ ہے جو برسر پیکار دشمن کے ساتھ مؤقت صلح کی صورت میں طے پایا۔ اس معاہدہ میں مشرکین کے ساتھ دس برس تک جنگ بندی کا معاہدہ طے کیا گیا۔ اس معاہدہ کو قرآن نے فتح مبین کا نام دیا۔

4- تجدید حلیفی کا معاہدہ

یہ بھی اپنی نوعیت کا ایک منفرد معاہدہ ہے جو بنو خزاعہ کے ساتھ کیا گیا۔ زمانہ جاہلیت میں بنو خزاعہ نے بنو مطلب سے دوستی و حلیفی کا معاہدہ کر رکھا تھا۔ صلح حدیبیہ کے موقع پر وہ بنو خزاعہ جو غیر مسلم تھے اپنے پرانے معاہدہ کو لے کر آئے اور اس کی تجدید کرانا چاہی۔ نبی پاک صلی اللہ علیہ وسلم نے زمانہ جاہلیت کے اس حلیفی کی تجدید فرمائی۔

5- معاہدات امان

صلح حدیبیہ کے بعد اللہ تعالی نے مسلمانوں کو فتح مبین سے نوازا اور پورا عرب مسلمان ہو کر یا اسلامی ریاست کا مطیع بن کر اسلامی ریاست میں شامل ہوا۔

اس صلح کے بعد ہونے والے اکثر معاہدات کا تعلق مفتوح قبائل و اقوام سے ہے ان قبائل اور اقوام نے مسلمانوں کے مطیع ہو کر رہنے کو تسلیم کر لیا جس بنا پر انہیں امان دی گئی اور ان کے حقوق و ذمہ داریوں کا تعین کیا گیا۔ ان معاہدات میں آزاد عرب قبائل کے علاوہ وہ اقوام بھی فریق بنیں جو روم اور فارس کی باجگذار کہلاتی تھیں۔

غیر مسلموں کے ساتھ معاہدات کے اثرات

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اسلامی معاشرے کی تشکیل کے بعد مختلف اقوام اور مذاہب کے پیروکاروں سے معاہدات فرمائے جو اپنے اثرات رکھتے ہیں۔ جن کی تفصیل حسب ذیل ہے۔

دستور مدینہ، حلیفی، صلح، تجدید حلیفی اور امان کے مذکورہ بالا تمام معاہدات اپنے جوہر اور نتائج کے اعتبار سے مختلف اور جدا نوعیت کے تھے جن کی تفصیل حسب ذیل ہے۔

ا۔ میثاق مدینہ کے اثرات

عالم اسلام میں پہلے تحریری دستور کی حیثیت رکھنے والے اس معاہدے کی اہمیت و افادیت اس کے انمٹ اثرات سے ہوتی جو کہ درج ذیل ہیں۔

1 السیرۃ النبویۃ لابن ہشام، 92/4،400/2

میثاقِ مدینہ کے قانونی اثرات

قانون سازی کے لیے عدل و مساوات پر مبنی اصول و ضوابط

اس معاہدے سے قبل قانون نام کی کوئی چیز نہ تھی ہر کوئی اپنے مفاد کی خاطر سر گرداں نظر آتا جبکہ اس معاہدے نے عدل و مساوات پر مبنی اصول و ضوابط عطا کیے۔

اس معاہدے کی بدولت آپ ﷺ نے اپنے اور اہل اسلام کے لیے عدالتی، فوجی، تنفیذی اور تشریعی اختیارات کو نہ صرف محفوظ کر لیا بلکہ مذہبی آزادی کے اصول بھی وضع فرمائے کہ کن بنیادوں پر غیر مسلموں کے ساتھ اتحاد و اتفاق ہو سکتا ہے۔

اسی معاہدے کی بدولت قانونی حیثیت واضح ہوئی اور شہریوں کے اندر قانون، اخلاق، مذہب اور انسانی اقدار کے احترام کا جذبہ پیدا ہوا۔ اسی معاہدے کی وجہ سے قصاص، فدیہ اور ولاء کے قوانین سامنے آئے۔ [1]

ڈاکٹر حمید اللہ لکھتے ہیں کہ:

"یہ معاہدہ اس عہد کی قانونی عبارت اور دستاویز نویسی کا ایک مکمل نمونہ ہے۔ اس کی اہمیت اسلامی مورخوں سے کہیں زیادہ یورپی عیسائیوں نے محسوس کی"۔ [2]

عدالتی معاملات

میثاق مدینہ کے ذریعے جہاں یہود کے پرسنل لاء میں عدم مداخلت کی پالیسی اختیار کر کے عدل و انصاف کا بول بالا ہوا [3] وہاں انہیں اس بات کا بھی اختیار دیا کہ وہ اپنے معاملات اسلامی عدالت میں لا کر اسلامی نظام عدل سے بھی استفادہ کر سکتے ہیں۔

جیسا کہ دیت کے معاملے میں انہوں نے استفادہ کیا اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ان کے مابین عادلانہ تحکیم فرمائی اور فریقین میں دیت کو یکساں کر دیا۔ [4]

عصر حاضر میں بھی غیر مسلموں کے وہ مقدمات جن کا تعلق ان کے پرسنل لا سے ہو گا ایسے معاملات کو اسلامی عدالت میں نہیں لایا جائے گا تاکہ ان کی مذہبی آزادی متاثر نہ ہو۔ [5]

---

1 مجموعة الوثائق السياسية للعهد النبوي والخلافة الراشدة، محمد حميد الله الحيدر آبادي الهندي (المتوفى: 1424ھ-)، دار النفائس – بيروت، الطبعة: السادسة- 1407، ص: 3-6

2 عہد نبوی میں نظام حکمرانی، ص: 192 تا 198

3 مجموعة الوثائق السياسية، دفعہ نمبر 25

4 احكام القرآن، الجصاص، 435/2

5 تبصرة الحكام في اصول الاقضية ومناهج الاحكام، ابن فرحون المالكي - تعليق الشيخ جمال مرعشلي، دار الكتب العلمية، الطبعة الاولى، سنة 1416ھ، 1995، 85/1

سیاسی، عسکری و دفاعی اثرات

میثاق مدینہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی بے مثال دور اندیشی اور قیادت و سیادت کی اعلی ترین صلاحیتوں کا مظہر ہے، جس بدولت مسلمانوں پر سیاسی، عسکری اور دفاعی نوعیت کے درج ذیل اثرات پڑے۔

1۔ مدینہ میں مسلمانوں کو خاص طور پر سیاسی اعتبار سے مرکزی حثیت حاصل ہو گئی۔

2۔ اس معاہدے کی دفاعی اہمیت کا اندازہ اس بات سے بھی ہوتا ہے کہ مسلمانوں نے جب عسکری مہمات کا آغاز کیا تو مدینہ کے کسی قبیلے نے نہ اعتراض کیا اور نہ ہی مداخلت کی۔

3۔ اس معاہدے نے مدینہ منورہ کے لیے ایک حصار کا کام دیا، جس سے مسلمانوں کو اسلامی عقائد کو عام کرنے، شرک و بت پرستی جیسی لعنت کے نقصانات سے آگاہ کرنے کے مواقع حاصل ہوئے۔[1]

اختیار و اقتدار اعلی کا سرچشمہ

اسلامی حکومت حقیقت میں الٰہی حکومت ہوتی ہے جس میں حتمی اختیار و فیصلہ اللہ تعالی کے پاس ہوتا ہے۔ اور اللہ کے براہ راست نمائندے پیغمبر ہوتے ہیں جن کی پیروی حقیقت میں اللہ کی پیروی ہوتی ہے۔

ارشاد الٰہی ہے:

﴿مَنْ يُّطِعِ الرَّسُوْلَ فَقَدْ اَطَاعَ اللّٰهَ﴾ [2]

ترجمہ: جس نے رسول صلی اللہ علیہ وسلم کی اطاعت کی اس نے اللہ کی اطاعت کی۔

پرامن بقائے باہمی کی مثالی دستاویز

یہ معاہدہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی سیاسی و عسکری بصیرت اور عظیم الشان حکمت عمل کا مثالی شاہکار ہونے کے ساتھ ساتھ امن و سلامتی، عدل و انصاف، رواداری اور آزادی جیسے ہر جوہر سے مزین ہے۔ اس معاہدے کی بدولت مذہبی رواداری، پرامن بقائے باہمی اور قیام امن اور انسانی اقدار کے تحفظ میں مدد ملی۔ غیر مسلموں اور مختلف المذاہب افراد و اقوام کے حقوق و فرائض اور مذہبی آزادی اور رواداری کا اصول واضح ہوا۔

میثاق مدینہ کی ہر دفعہ اپنی ایک انفرادی حیثیت رکھتی ہے۔ اور اس بات کی وضاحت کرتی ہے کہ اسلامی مملکت میں بسنے والے افراد کا مذہبی اور سیاسی درجہ کیا ہے؟ اس سے یہ بھی قیاس کیا جا سکتا ہے کہ اپنے پڑوسی ممالک کے ساتھ ایک اسلامی ریاست پرامن رہنے پر کتنی خواہشیں مند ہوتی ہے۔ اس بنا پر اس تاریخی معاہدے کو یورپین مورخین نے بہت زیادہ اہمیت دی ہے۔[3]

---

1 پیغمبر اعظم و آخر، ڈاکٹر نصیر احمد ناصر، فیروز سنز لمیٹڈ، لاہور، 1978ء، ص: 413-414

2 النساء: 80/4

3 عہد نبوی میں نظام حکمرانی، ص: 97 تا 98

بین الاقوامی معاشرے کا قیام

اس معاہدے کی بدولت ایک ایسا معاشرہ وجود میں آیا جو کہ بین الاقوامی معاشرہ تھا۔ جس میں ہر قوم و نسل کے امتیاز کو بالائے طاق رکھتے ہوئے حقوق و فرائض کا تعین عدل و انصاف پر کیا گیا۔

اسلامی ریاست کا قیام

صرف قیامِ ہی مقصودِ اصلیہ نہیں بلکہ یہ کسی دوسرے مقصدِ عظیم کے حصول کا ذریعہ ہوتا ہے۔ مثلاً: ایک غیر اسلامی ریاست کے قیام کا مقصد یہ ہوتا ہے کہ، پولیس اور عدالت کے ذریعہ امن بحال رکھا جائے، انتظامیہ کے ذریعہ کاروبارِ حکومت چلایا جائے اور افوج کے ذریعے سرحدوں کو محفوظ کیا جائے۔ ایک اسلامی ریاست یہ تمام تر ذمہ داریاں بھی پورا کرتی ہے یہ تو اس کا ثانوی فریضہ ہے، اس کے قیام کے اولین مقاصد میں سے ایک مقصد یہ ہے۔

ارشاد الٰہی ہے:

﴿الّذينَ إن مَكّنّهُم فِي الأَرضِ أَقامُوا الصّلوٰةَ وءاتَوُا الزّكوٰةَ وَأَمَروا بِالمعروفِ وَنَهَوا عَنِ المنكَرِ... ﴾[1]

"وہ لوگ کہ جب انہیں زمین میں حکومت دیں، تو وہ نماز قائم کرتے، زکوۃ دیتے، نیک کاموں کا حکم دیتے اور برے کاموں سے روکتے ہیں۔"

یہی وجہ ہے کہ میثاق مدینہ ایک لحاظ سے اسلامی ریاست کے قیام کا پیش خیمہ تھا جس کا مقصد ایک صالح و پاکیزہ معاشرے کا قیام تھا۔

داخلی خانہ جنگی کا خاتمہ

یثرب جو کہ نہ صرف ظاہری بیماروں کی آماج گاہ تھا بلکہ اندرونی ناچاقیاں بھی عروج پر تھی۔ اوس وخزرج تک ایک دوسرے کی جان کے درپہ تھے جب کہ اس معاہدے کے بعد داخلی خانہ جنگی کا خاتمہ ہوگیا۔

غیر مسلموں سے سیاسی اتحاد

اسلامی ریاست کا کام یہ ہوتا ہے کہ وہ معاشرے سے برائی و بدامنی کا خاتمہ کرے اور نیکی، عدل و انصاف اور نظم وضبط کو فروغ دے۔ ان مقاصد کا حصول معاشرے کے تمام طبقات کے تعاون کے بغیر ناممکن ہے اسی بنا پر نبی پاک صلی اللہ علیہ وسلم نے کفار سے معاہدہ کیا۔ اس اصولی تعاون کے بارے میں قرآن مجید کی کئی آیات سے اشارے ملتے ہیں جن میں سے ایک یہ ہے:

﴿قُل يَا أَهْلَ الْكِتَابِ تَعَالَوا إِلَىٰ كَلِمَةٍ سَوَاءٍ بَيْنَنَاوَبَيْنَكُمْ﴾[2]

ترجمہ: آپ فرما دیجئے کہ اے اہل کتاب ایسی انصاف والی بات کی طرف آؤ جو ہم میں اور تم میں برابر ہے۔

---

1 الحج: 41/22

2 آل عمران: 64/3

اس معاہدے کی دفعہ نمبر 25 میں امۃ مع المومنین کے الفاظ سے غیر مسلموں سے اتحاد و تعاون کرنے میں واضح وبین راہنمائی ملتی ہے۔[1]

فقہی نقطہ نظر سے دیکھا جائے تو فقہانے اس سیاسی اتحاد کو جائز قرار دیا ہے۔ جیسا کہ شرح السیر الکبیر میں ہے:

"فقہا کرام نے غیر مسلموں کے ساتھ سیاسی اتحاد کو جائز قرار دیا ہے"۔[2]

2۔ دفاعی نوعیت کے معاہدات کے اثرات

دفاعی نوعیت کے یہ معاہدات مدینہ کے جنوب مغرب میں بسنے والے قبائل بنومدلج، بنوضمرہ، جھینہ ومزینہ، بنوغفار واشجع کے ساتھ 2 ہجری کی ابتدا میں کیے گئے۔

ان قبائل کے زمانہ جاہلیت سے ہی اوس وخزرج کے ساتھ حلیفی کے تعلقات تھے۔ قبیلہ جھینہ اور اشجع خزرج کے جبکہ قبیلہ مزنیہ والے اوس کے حلیف تھے۔[3]

اس معاہدے کے درج ذیل اثرات ہیں:

ریاست مدینہ کی دفاعی مضبوطی

مدینہ کے مشرق وشمال میں زیادہ تر یہود آباد تھے [4] جو اسی طاق میں رہتے تھے کہ کسی طرح مسلمانوں کو نیچا دکھایا جائے۔ مدینہ کے مغرب میں مذکورہ بالا قبائل سے معاہدات کرکے نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے مدینہ کو دفاعی طورپر مضبوط کردیا۔

اقتصادی فائدہ

ان معاہدات کی بدولت شام کی تجارتی شاہراہ پر مسلمانوں کا تصرف و قبضہ ہوا۔[5]

جس سے مسلمانوں کو بے شمار اقتصادی فوائد حاصل ہوئے۔ اس کی ایک مثال تو وفد اشجع ہے کہ جب یہ معاشی کساد بازی کا شکار ہونے لگے تو اہل مکہ کی بجائے مسلمانوں کے پاس آئے اور حلیفی کی درخواست کی جسے قبول کرلیا گیا۔[6]

---

1 عہد نبوی کا نظام حکمرانی، ص: 87،99

2 شرح السیر الکبیر، 258/1

3 الکامل فی التاریخ (ط. العلمیۃ)، علی بن محمد بن محمد ابن الاثیر الجزری عزالدین ابوالحسن، المحقق: ابوالفداء عبداللہ القاضی، دار الکتب العلمیۃ، سنۃ النشر: 1407 — 1987، 680/1

4 السیرۃ النبویۃ لابن ہشام، 337/2

5 الطبقات الکبری، ابو عبداللہ محمد بن سعد بن منیع الھاشمی بالولاء، البصری، البغدادی المعروف بابن سعد (المتوفی: 230ھ) تحقیق: محمد عبدالقادر عطا، دار الکتب العلمیۃ—بیروت، الطبعۃ: الاولی، 1410 ھ-- 1990م، 233/1

6 الطبقات لابن سعد، 360/1

مشرکین مکہ کی امداد سے محرومی

آپ صلی اللہ علیہ وسلم کا مشرکینِ مکہ کے دوست قبائل سے معاہدات کرنا اسی لیے تھا کہ مدینہ پر حملہ کی صورت میں مشرکین مکہ کو ان قبائل کی امداد سے محروم کر دیا جائے۔

باہمی آمد ورفت میں اضافہ

ان معاہدات کی بدولت باہمی آمد ورفت میں اضافہ ہوا جس کا اثر یہ ہوا کہ قبائل کو اسلام سمجھنے کا موقع مل گیا جس سے ان قبائل کے بہت سے افراد نے اسلام قبول کیا۔[1]

۳۔ معاہدہ صلح حدیبیہ کے اثرات

یہ وہ واحد معاہدہ ہے جو بر سرِ پیکار دشمن کے ساتھ ٦ ہجری میں مؤقت صلح کی صورت میں طے پایا۔ قریش کی پسندیدہ شرائط کا یہ معاہدہ بظاہر مسلمانوں کے مفاد میں نہ تھا لیکن وقت نے ثابت کر دیا کہ یہی فتح مبین ہے جس پر قرآن بھی شاہد ہے۔

اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے:

﴿إِنَّا فَتَحْنَا لَكَ فَتْحًا مُّبِينًا﴾ [2]

ترجمہ: بے شک ہم نے آپ کو واضح فتح دی۔

اللہ تعالیٰ نے اسی سورت کی مختلف آیات میں اس معاہدے کے دور رس اثرات کی نشاندہی فرمائی ہے جو درج ذیل ہیں:

خیبر کی فتح

اس معاہدے کے بعد مسلمانوں کو مشرکین مکہ کی طرف سے جو خطرات لاحق تھے ان سے چھٹکارہ مل گیا۔ اب مسلمانوں کی توجہ کا مرکز یہود خیبر ٹھہرے جو مدینہ پر چڑھائی کا سوچ رہے تھے تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم ١٤٠٠ سو صحابہ رضوان اللہ علیہم اجمعین کے ساتھ ٧ ہجری کو خیبر کی طرف روانہ ہوئے جس پر آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو اللہ نے فتح سے ہمکنار کیا یہ فتح صلح حدیبیہ ہی کی بدولت نصیب ہوئی جس کی تائید ''فتحا قريبا '' کے الفاظ سے ہوتی ہے۔ طبری نے مختلف روایات کو بنیاد بناتے ہوئے لکھا ہے کہ ''فتحا قريبا '' سے مراد "وَذَلِكَ فِيمَا قِيلَ: فَتْحُ خَيْبَرَ" فتح خیبر ہے۔[3]

---

1 رسول اکرم کی سیاسی زندگی، ڈاکٹر محمد حمید اللہ، دارالاشاعت کراچی 1988ء، ص: 284

2 الفتح: 48/1

3 جامع البیان عن تأویل آی القرآن، محمد بن جریر بن یزید بن کثیر بن غالب الاملی، ابو جعفر الطبری (المتوفی: 310ھ-) تحقیق: الدکتور عبد اللہ بن عبد المحسن الترکی، بالتعاون مع مرکز البحوث والدراسات الاسلامیۃ بدار ہجر الدکتور عبد السند حسن یمامۃ، دار ہجر للطباعۃ والنشر والتوزیع والاعلان، الطبعۃ الاولی، 1422ھ - 2001م، 21/278

اسلامی ریاست کے وجود کو با قاعدہ تسلیم کیا جانا

مولانا ابوالاعلی مودودیؒ نے لکھا ہے کہ :

"صلح حدیبیہ کا ایک اصولی اور بنیادی نتیجہ یہ نکلا کہ اس میں پہلی مرتبہ اسلامی ریاست کا وجود با قاعدہ تسلیم کیا گیا۔

"اس سے پہلے عربوں کی نگاہ میں حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی حیثیت محض قریش اور قبائل عرب کے خلاف خروج کرنے والا ایک گروہ کی تھی۔ اور وہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو برادری باہر out law سمجھتے تھے"۔[1]

باہمی میل جول اور آمدورفت کی آزادی

اس معاہدے کی بدولت اہل اسلام کو جو جنگی خطرات تھے وہ ختم ہو گئے اور مختلف قبائل کے درمیان باہمی میل جول اور آمدورفت کی آزادی حاصل ہو گئی۔ اس صلح کے بعد مسلمان اس قابل ہو گئے تھے کہ آزادی کے ساتھ ہر جگہ دین اسلام کو پہنچائیں اور دوسرے قبیلوں کے لوگوں کو بھی آزادی حاصل ہو گئی۔ وہ مسلمانوں کے پاس آ کر دین کی تعلیم حاصل کر سکتے تھے۔[2]

عائلی و بین الاقوامی قوانین

اس معاہدے کی بدولت مسلمانوں کو عائلی و بین الاقوامی قوانین کی دولت سے مالا مال کیا گیا۔ عائلی قوانین کی وضاحت سورہ ممتحنہ سے ہوتی ہے جب ام کلثوم بنت عقبہ بن ابی معیط نے ہجرت مدینہ کی اور حدیبیہ کی قرارداد کے مطابق اس کے بھائی عمارہ اور ولید انہیں واپس لینے کے لیے آئے۔[3]

تو آپ نے واپس کرنے سے انکار کر دیا۔ صلح حدیبیہ کے بعد سورہ ممتحنۃ نے مسلمانوں اور کفار ومشرکین کے درمیان سابق ازدواجی تعلق کو ختم کر دیا اور آئندہ کے لیے ان کے بارے میں ایک قطعی اور واضح قانون بنا دیا۔

از سر نو دعوت و تبلیغ کے دور کا آغاز

صلح حدیبیہ کے بعد نبی پاک صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنی زیادہ توجہ اسلام کی دعوت و اشاعت پر مرکوز فرمائی۔ چنانچہ آپ نے ہجرت کے ساتویں سال بڑے بڑے بادشاہوں کو دعوتی خطوط لکھے جس کے بڑے اچھے اثرات مرتب ہوئے اور اسلام کا پیغام مختلف ممالک تک پھیل گیا۔ اسے زہری کہتے تھے کہ حدیبیہ کی صلح سے بڑھ کر اس سے پہلے اسلام میں کوئی فتح نہیں ہوئی کیونکہ جنگ موقوف ہو گئی تھیں اور لوگ گفتگو اور مباحثہ میں مشغول

---

1 تفہیم القرآن، ابوالاعلیٰ مودودی، ادارہ ترجمان القرآن پرائیویٹ لمٹیڈ لاہور، 5/ 41

2 عہد نبوی کے غزوات و سرایا، ڈاکٹر روف اقبال، ص: 187

3 السیرۃ النبویۃ لابن ہشام، 2/327

ہو گئے۔ پس جس میں کچھ بھی عقل کا حقّہ تھا وہ اسلام قبول کرلیتا۔ جابر نے بیان کیا مگر اس کے دو ہی برس بعد فتح مکہ کے موقع پر دس ہزار آدمی تھے۔[1]

یہود شر انگیزیوں کا خاتمہ

اس معاہدے کو ہوئے ابھی تین ماہ ہی گزرے تھے کہ یہودیوں کا سب سے بڑا مرکز خیبر اس کے بعد فدک، تیما، تبوک وغیرہ یہودی بستیاں نہ رہیں بلکہ وہ اسلامی بستیاں بن چکی تھیں جس میں رہنے کی شرط اسلام کے ساتھ وفاداری اور ہر قسم کی فتنہ انگیزی سے دور رہنا تھا۔[2]

انسانی دوستی اور امن پسندی کا شاہکار

میثاق مدینہ داخلی امن پسندی کا شاہکار ہے جب کہ صلح حدیبیہ کا معاہدہ ایک ایسی خارجی جماعت سے تھا جو کہ مسلسل ۲۰ سال سے مسلمانوں پر ظلم وستم کر رہی تھی۔ نبی پاک صلی اللہ علیہ وسلم نے دشمنی کی تمام داستانوں کو بھلا کر انسانی دوستی اور امن پسندی کو فروغ دینے کے لیے صلح فرمائی۔

۴۔ تجدید حلیفی کے معاہدے کے اثرات

اسلامی ریاست کے اثر ر وسوخ میں اضافہ

یہ قبیلہ خزاعہ جو کہ مکہ کے قریب ایک دن کی مسافت پر مر الظہران نامی جگہ میں آباد تھے۔جب بنو خزاعہ نے رسول سے حدیبیہ کے مقام پر معاہدہ حلیفی کا ذکر کیا۔

آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ:

«فَإِنَّ الْإِسْلَامَ لَايَزِدْهُ إِلَّا شِدَّةً»[3]

"اسلام جاہلیت کی حلیفی کو مضبوط تر ہی کرتا ہے"

اس معاہدے کی بدولت اسلامی ریاست کے اثر ور سوخ میں مزید اضافہ ہوا یہ اثر رسوخ مکہ کی شہری ریاست کے بالکل قریب تک پہنچ گیا۔[4]

1 رسولِ اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی عسکری و سیاسی زندگی میں صلح حدیبیہ کا کردار، محمد طیب خان، مقالہ پی، ایچ، ڈی، 2010ء، وفاقی اردو یونیورسٹی فنون، سائنس و ٹیکنالوجی، کراچی، ص: 336

2 عہد نبوی میں ریاست کا نشو وارتقاء، ڈاکٹر نثار احمد، ص: 145

3 مسند الامام احمد بن حنبل، حدیث نمبر 6934، 525/11: قال الالبانی " صحیح " التعلیقات الحسان: ابو عبد الرحمٰن محمد ناصر الدین، بن الحاج نوح بن نجاتی بن آدم، الاشقودری الالبانی (المتوفی: 1420ھ-)، دار باوزیر للنشر والتوزیع، جدة – المملكة العربية السعودية، الطبعة: الاولى، 1424 ھ-- 2003م، 391/6

4 السیرۃ النبویۃ لابن ہشام، 2/ 312

بنو خزاعۃ کا مسلمانوں کی مدد و نفرت کرنا

اس معاہدے کے بعد بنو خزاعۃ نے اپنے علاقے میں رہتے ہوئے اسلامی ریاست کا بھرپور ساتھ دیا۔ جہاں تک کے خفیہ ایجنسی کے فرائض بھی سرانجام دیتے رہے۔ اس کی تصریح ابن ہشام کے ذکر کردہ قول سے ہوتی ہے۔

سیرۃ ابن ہشام میں ہے کہ:

"بنو خزاعۃ مسلمانوں کے خاص رازدار بن گے اور خفیہ خبریں بھی نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم تک پہنچا دیتے"[1]

اسی طرح غزوہ خندق کے موقع پر بھی مسلمانوں کو بروقت قریش کی تیاریوں کی اطلاع دی۔[2]

بنو خزاعۃ کی ہمدردی کا اندازہ اس بات سے بھی لگایا جا سکتا ہے فتح مکہ کے موقع پر بھی انہوں نے اپنی خدمات پیش کیں۔

ابن ہشام نے لکھا ہے کہ: ''فتح مکہ میں اسلامی لشکر نے آخری پڑاو بھی انھی کے ہاں کیا تھا''۔[3]

پرانے معاہدات کی بحالی و توثیق

اس معاہدے سے اس امر کا جواز قیامت تک کے مسلم سربران کے لیے ہے کہ وہ غیر مسلموں کے ساتھ کیے گیے پرانے معاہدوں کو دوبارہ بحال کر سکتے ہیں بشرطیکہ اس سے مسلمانوں کا اجتماعی مفاد مفقود نہ ہو اسی طرح کی ایک مثال حلف الفضول بھی اسلامی سربراہان کے لیے مشعل راہ بن سکتی ہے۔

آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ:

«وَلَوْ أُدْعَى بِهِ فِي الْإِسْلَامِ لَأَجَبْتُ»[4]

"اگر مجھے اسلام کے بعد بھی اس طرح کی دعوت دی جائے تو میں قبول کرلوں"

---

1 السیرۃ النبویۃ لابن ہشام، 2/ 312

2 سبل الہدی والرشاد فی سیرۃ خیر، محمد بن یوسف، الشامی، المحقق: مصطفیٰ عبد الواحد، المجلس الاعلی للشئون الاسلامیۃ، سنۃ النشر: 1418 — 1997، 364/4

3 السیرۃ النبویۃ لابن ہشام ، 2/ 402

4 سنن کبری، احمد بن الحسین بن علی بن موسی الخُسْرَوْجِردی الخراسانی، ابو بکر البیہقی (المتوفی: 458ھ)، المحقق: محمد عبد القادر عطا، دار الکتب العلمیۃ، بیروت — لبنات، الطبعۃ: الثالثۃ، 1424ھ- - 2003م 596/6 //السیرۃ النبویۃ (من البدایۃ والنہایۃ لابن کثیر)، ابو الفداء اسماعیل بن عمر بن کثیر القرشی الدمشقی (المتوفی: 774ھ-) تحقیق: مصطفیٰ عبد الواحد، دار المعرفۃ للطباعۃ والنشر والتوزیع بیروت — لبنان، عام النشر: 1395 ھ- - 1976م، 258/1: حکم حدیث: اسنادہ صحیح، رجالہ ثقات رجال الشیخین غیرَ عبد الرحمٰن بن إسحاق- وہو المدنی- فقد اخرج حدیثَہ مسلم فی الشواہد، ووثقہ ابن معین وابو داود وغیرہما، وحکی الترمذی فی "العلل" 478/1 إن البخاری قد وثقہ، وتکلم فیہ بعضہم، وقال احمد: اما ما کتبنا من حدیثہ فصحیح، فی حاشیۃ مسند الامام احمد بن حنبل، 193/3

غیر مسلم حلیف کی مدد و نصرت

عصر حاضر میں اسلامی ریاست کے سربراہان کے لیے اس معاہدے میں رہنمائی موجود ہے کہ جب غیر مسلم حلیف مظلوم ہو تو اس کی مدد کی جائے۔

5۔ باجگزاران فارس و روم سے معاہدات کے اثرات / معاہدات امان کے اثرات

اسلام کے ابتدائی دور میں دنیا میں فارس اور روم دو ایسی عظیم سلطنتیں تھیں جن میں باہم عداوت و دشمنی تھی، ان سلطنتوں کے اثرات دور دور تک پھیلے ہوئے تھے۔

بعثتِ نبوی صلی اللہ علیہ وسلم کے وقت عرب کے شمال میں غسان، ایلہ، مقنا اور دومۃ الجندل جیسے اہم علاقے رومیوں کے زیر اثر تھے۔[1]

جبکہ دوسری جانب یمن، ہمالیہ عمان، بحرین اور طائف وغیرہ کے علاقے فارسیوں کے زیر سایہ تھے۔[2]

وقت گزرنے کے ساتھ ساتھ یہ سلطنتیں اندرونی خلفشار کا شکار ہوئی جس کی وجہ سے بالعموم تمام سلطنت اور بالخصوص مقبوضہ علاقوں اور باجگزار قبائل پر ان کے اثرات کمزور پڑتے گئے۔[3]

اثرات

پرانی و راسخ شدہ بت پرستی کا خاتمہ

ان معاہدات کی بدولت غیر مسلموں سے راسخ شدہ بت پرستی کا خاتمہ ہوا جیسا کہ اہل طائف کے بت خانہ کو منہدم کرنے کی بات پر وہ ڈرتے تھے کہ اس سے بہت بڑا نقصان ہو گا تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے اشاد فرمایا کہ:

"تم اسے نہ توڑو بلکہ ہمارے آدمی اسے توڑیں گے چنانچہ حضرت ابو سفیان بن حرب اور مغیرہ بن شعبہ کو بھیجا گیا۔ انہوں نے اس عظیم بت خانے کو منہدم کر دیا"[4]

---

1 السیرۃ النبویۃ لابن ہشام، (غزوہ موتہ) 4/ 16۔17

2 تاریخ الرسل والملوک، وصلة تاریخ الطبری، محمد بن جریر بن یزید بن کثیر بن غالب الاملی، ابو جعفر الطبری (المتوفی: 310ھ)، (صلة تاریخ الطبری لعریب بن سعد القرطبی، المتوفی: 369ھ)، دار التراث – بیروت، الطبعة: الثانیة، 1387 ھ، 656/2

3 Gibbon, Edword, The History Of The Decline and Fall of the Roman Empire, vo-1, p: 190-194.

4 السیرۃ النبویۃ لابن ہشام، 482/2

اسلامی ریاست میں وسعت

اسلامی ریاست جس کی ابتداء مدینہ منورہ سے ہوئی تھی۔ قلیل مدت میں بڑی تیزی کے ساتھ پھیلی۔ اور اس نے نہ صرف عرب بلکہ فارس وروم کی سلطنتوں کو بھی اپنا مطیع بنانا شروع کر دیا۔ یہاں تک کہ نبی اکرم ﷺ نے اہل یمن کو جہاں اور احکام ارسال فرمائے وہاں انہیں فرمایا کہ ملک بدر ہونے کا خطرہ رکھنے والے ایرانیوں سے فی بالغ مرد و عورت صرف ایک دینار جزیہ لیا جائے اور اگر یہ تابع رہیں تو ان کی جائیدادوں کی حفاظت کی جائے۔[1]

دوسری جانب 9 ھجری کو نبی ﷺ نے تبوک کے مقام پر پڑاؤ ڈالا اور وہاں سے قیصر روم کو خط لکھا کہ یا تو اسلام لے آؤ یا جزیہ دو وگرنہ جنگ کے لیے تیار ہو جاؤ۔ قیصر روم مسلمانوں کے ساتھ جنگ کرنے کی ہمت نہ کر سکا چنانچہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے اس موقع سے فائدہ اٹھاتے ہوئے رومیوں کے زیر اثر علاقوں کو مطیع بنایا اور ان سے صلح واماں کے معاہدے کیے۔[2]

تجارتی شاہراہوں کا واہ ہونا

باجگزاران فارس وروم کے ساتھ معاہدات سے اسلامی ریاست معاشی لحاظ سے مستحکم ہونا شروع ہو گئی۔ لین دین کے معاملہ میں اس وقت وسعت آئی جب دومۃ الجندل کے ساتھ معاہدا ہوا۔ یہ حجاز سے شام بالخصوص اور عراق جانے والے راستوں کا مقام اتصال junction تھا۔ نیز عرب تاجروں کے لیے یہ ایک اہم مقام تھا۔[3]

حقوق وفرائض میں عدل ومساوات اسلامی وفاق میں شمولیت کا سبب

ان معاہدات میں جگہ جگہ دیکھنے میں ملتا ہے کہ نبی پاک صلی اللہ علیہ وسلم غیر مسلموں کو ان کے مذاہب و عقیدہ کی آزادی دے رہے ہیں۔ ایک اسلامی ریاست کا یہ فریضہ بنتا ہے کہ اس کے اندر رہنے والوں سے بھی مذہب و عقیدہ کی آزادی نہ چھینے۔ جیسا کہ اہل یمن کے احکام کے بارے میں ہے کہ غیر مسلم کو زبردستی ان کے دین سے برگشتہ نہ کیا جائے۔[4]

جب روم وفارس کے زیر اثر قبائل کو اس بات کا ادراک ہوا کہ اسلامی ریاست کے زیر سایہ آنے سے عقیدہ کے ساتھ ساتھ جائیدادوں کی حفاظت جاہ و حشمت کا برقرار رہنا، حقوق و فرائض میں عدل ومساوت وغیرہ کا حصول تو

---

1 مجموعۃ الوثائق السیاسیہ، وثیقہ نمبر 105 تا 109

2 الطبقات لابن سعد، ص: 36

3 التنبیہ والاشراف، ابوالحسن بن علی بن حسین، مسعودی، مترجم، مولانا عبداللہ، العمادی، ناشر قرطاس، فلیٹ نمبر، A-15، گلشن امین ٹاور، گلستان جوہر، بلاک 15، کراچی، ص: 215

4 تاریخ الامم والمملوک، الطبری، 1 / 1990

انہوں نے اسلامی ریاست میں شامل ہونے کو غنیمت جانا۔ چنانچہ یمن اور اطراف یمن سے بکثرت وفود نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت عالیہ میں حاضر ہوئے۔[1]

اس طرح باجگزاران روم سے معاہدات کی بدولت ،ان کے ساتھ مناسب رویہ کے حقوق کی حفاظت اور معاہدین کی قدردانی کو دیکھتے ہوئے ارد گرد کے دوسرے قبائل بھی اسلامی رسیاست کی طرف مائل ہوئے۔

1 الطبقات لابن سعد، 1/ 321

فصلِ دوم

معاہدات نبویہ کی روشنی میں احترام مذاہب

مذہب کا لغوی معنی واصطلاحی مفہوم

لغوی معنی

لغت میں مذہب نام ہے طریقہ، عقیدہ، راستہ اور رائے و غیرہ کا اور مذہب اسم ظرف ہے، ذھب، یذھب، ذھاباً سے جو کہ مصدر میمی کے طور پر مذھباًاستعمال ہوتا ہے۔[1]

مذہب کی جمع مذاہب ہے اور انگریزی میں اس کا متبادل Religion ہےجو کہ فرانسیسی لفظ Religion اور لاطینی زبان Religio سے ماخوذ جس کا معنی عقیدہ، طریقہ عبادت اور مافوق الفطرت قوتوں کے خوف اور طاقت سے منسلک ہونا ہے۔[2]

اصطلاحی مفہوم

جس قدر مذہب کے اسم میں وسعت ہے اسی قدر مفکرین نے اس کی تعریفات بھی کی ہیں جس سے مذہب کی ضرورت واہمیت کااندازہ بھی لگایا جاسکتا ہے۔

برونائیٹ پیڈ کی تعریف کے متعلق پروفیسر غلام رسول مذہب لکھتے ہیں:

"مذہب اعتقاد و یقین کی اس طاقت کا نام ہے جس میں یہ قوت ہوتی ہے وہ انسان اور انسانی کیریکٹر character میں انقلاب پیدا کر دیتی ہے بشر طیکہ اسے خلوص کے ساتھ قبول کیا جائے اور بصیرت کے ساتھ سمجھا جائے"[3]

سر-ای-بی-ٹیلر نے مذہب کی تعریف ان الفاظ میں کی ہے:

Religion mean: {The belif in spiritual being}[4]

"یعنی مذہب روحانی مخلوقات پر ایمان لانے کا نام ہے"۔

---

1 لسان العرب، 393/1

2 Religion in Society: A Sociology of Religion (8th Edition, by Ronald L. Johnstone Published April 20th 2015 by Prentice Hall P: 13-20

3 مذاہب عالم کا تقابلی مطالعہ، پروفیسر غلام رسول، علمی کتب خانہ، لاہور، 1983ء، ص: 47

4 Encyclopedia of Britanica, The Sixth Edition, Adinburgh, Printed for Archibald Constable and Compny, London, 1823, V.19, P: 103

مشہور عالم نفسیات پروفیسر جیمز لیوباjames . H . Leubaنے مذہب کی جو تعریفات کی ہیں چند اہم یہ ہیں:

"مذہب نام ہے اس ازلی و ابدی حقیقت پر ایمان لانے کا جس کی حیثیت اور ارادہ انسانی منشا اور ارادے سے بالا تر ہو اور جس کا تعلق انسان کی زندگی کے ساتھ بہت گہرا ہو"

"مذہب نام ہے اس جستجو کا جو انسان زندگی کے حقیقی مقاصد کے ادراک کے لیے کرتا ہے"[1]

ان تعریفات سے پتہ چلتا ہے کہ انسان کا جو ابتدائی تصور تھا وہ مذہبی و توحیدی ہی تھا جیسا کہ پروفیسر Sehimadt نے کہا کہ:

"اس بات میں کوئی شک نہیں کہ انسان کا ابتدائی تصور مذہبی ہی تھا اور اعلی ترین ہستی کے بارے میں جو تصور پایا جاتا تھا وہ توحیدی ہی تھا اور اس طرح اس عقیدے سے جس نے جنم لیا وہ خدائے واحد کی ذات پر عقیدے کا مذہب ہی تھا"[2]

اس مذہبی تصور کو قرآن یوں بیان کرتا ہے۔

ارشاد الہی ہے:

﴿اليَومَ اَكْمَلْتُ لَكُم دِينَكُمْ وَاَتْمَمتُ عَلَيْكُم نِعْمَتِي وَرَضِيْتُ لَكُمُ الْاِسلَامَ دِيْنًا ---الخ﴾[3]

ترجمہ: آج کے دن تمہارے لیے تمہارا دین مکمل کر دیا اور تمہارے اوپر اپنی نعمت مکمل کر دی اور تمہارے لیے اسلام کو دین کے طور پر پسند کیا۔

اسلامی نقطہ نظر سے مذہب کا معنی و مفہوم

اسلام میں مذہب دین کے معنی "ضابطہ حیات یا نظام زندگی" ہے۔

جیسا کہ سیّد ابوالاعلی مودودیؒ لکھتے ہیں:

"قرآن مجید میں دین سے مراد ایسا نظام زندگی ہے جس میں انسان کسی کا اقتدار اعلی تسلیم کرکے اس کی اطاعت و فرمانبرداری قبول کر لے، اس کے حدود و ضوابط اور قوانین کے تحت زندگی بسر کرے، اس کی فرنبرداری پر عزت، ترقی اور انعام کا امیدوار ہو اور اس کی نافرمانی پر ذلت خواری اور سزا سے ڈرے۔ غالباً دنیا کی کسے زبان میں کوئی اصطلاح ایسی جامع نہیں ہے جو اس پورے نظام پر حاوی ہو"۔[4]

---

1 مذہب اور تجدید مذہب، پروفیسر عبدالحمید صدیقی، ناشر: البدر پبلی کیشنز۔40۔بی، اُردو بازار لاہور، ص:21

2 The origin and grouth of religion, Wilhelm Schmidt, Published 1935 by Methuen, P: 27

3 المائدہ:3/5

4 قرآن کی چار بنیادی اصطلاحیں، مودودی، اسلامک پبلیکیشنز (پرائیوٹ) لمیٹڈ،13۔ ای شاہ عالم مارکیٹ، لاہور، پاکستان، ص:132

مذہب و دین میں فرق

مذہب و دین یوں تو ایک ہی مفہوم میں لیے جاتے ہیں لیکن اگر بنظر عمیق دیکھتے ہیں تو ان میں باریک سا فرق نظر آتا ہے دین کلیات یا اصول و ضوابط کا نام ہے جبکہ اس کے مقابلے میں مذہب جزیات و فروعات کا نام ہے۔

اس کی تاکید پروفیسر محمد یوسف کے اس قول سے ہوتی ہے وہ لکھتے ہیں کہ :

"دین اور مذہب میں ایک باریک فرق یہ ہے۔ دین ان اصول و ضوابط کا نام ہے جو نبینا حضرت آدم علیہ الصلوۃ والسلام سے لے کر حضور پاک تک تمام انبیائے کرام علیہم الصلوۃ والسلام کے درمیان مشترک رہے جبکہ مذہب انہیں اصول کے فروغ کا نام ہے"۔[1]

احترام مذاہب

اس بات کا ادراک کر لینے کے بعد کہ جب دین نام ہی ان اصول و ضوابط کا ہے جو نبینا حضرت آدم علیہ الصلوۃ و السلام سے لے کر آپ صلی اللہ علیہ وسلم تک تمام انبیاء کے درمیان مشترک ہیں،اور مذہب انہیں اصول کے فروغ کا نام ہے۔

اس سے تمام تفرقات کا خاتمہ ہو جاتا ہے اور تمام انسان ایک ہی صف میں کھڑے نظر آتے ہیں۔ یہی تعریفِ دین و مذہب احترام مذاہب کی سب سے بڑی دلیل ہے۔ کہ جب سب انبیاء و رسل ایک ہی پیغام لے کر آئے ہیں ایک ہی صدائے دلنواز لگانے آے ہیں تو پھر اختلاف کس بات کا پھر ایک دوسرے پر فقرے بازی کے کیا معنی ہیں۔

اس سے ایک بات یہ واضح ہو جاتی ہے کہ انسانی بقا و ترقی کا راز امن و سلامتی اور سکون میں ہے اور یہ اس وقت تک نہ ممکن ہے جب تک کہ انسان ایک دوسرے کے مذہب کا احترام نہیں کرتے۔

جب دوسروں کی آرا اور فکر و عقیدے اور سوچ کا احترام کیا جاتا ہے تو خون خرابہ، فتنہ و فساد، ظلم و جبر اور بربریت جیسی لعنت سے چھٹکارا حاصل ہو جاتا ہے۔ اسی اصول کے پیش نظر اسلام نے دوسروں کے نظریات و خیالات اور انکے عقائد کا نہ صرف احترام کیا بلکہ سیاسی، معاشی و معاشرتی زندگی میں انکے ساتھ تعامل اختیار کرتے ہوئے عصر حاضر کے بے شمار پیچیدہ مسائل کا حل بھی نکالا۔

احترام مذاہب میں اسلامی اصول تو یہ ہے۔

ارشاد الہی ہے:

﴿لَآ اِكْرَاهَ فِي الدِّيْنِ﴾ [2]

ترجمہ: دین میں کوئی جبر و زیادتی نہیں ہے۔

---

1 تقابل ادیان، پروفیسر مولانا محمد یوسف خان، بیت العلوم، 20 نابھہ روڈ، پرانی انار کلی، لاہور، ص: 31

2 البقرۃ: 256/2

مزید ارشاد فرمایا:

﴿وَلَا تَسُبّوا الَّذِینَ یَدْعُونَ مِنْ دُوْنِ اللهِ فَیَسُبُّوا اللهَ عَدْوًا بِغَیْرِ عِلمٍ﴾ [1]

ترجمہ: تم ان جھوٹے خداؤں کو برا بھلا نہ کہو کہیں ایسا نہ ہو کہ وہ لالچ میں تمہارے خدا کو برا بھلا نہ کہہ دیں۔

احترام مذاہب کے حوالے سے اسلام تو جہاں یہ کہتا ہے کہ تم اور اسکے رسول صلی اللہ علیہ وسلم اور جو ان پر نازل کیا گیا ہے ان پر ایمان لاؤ وہاں حضرت آدم علیہ السلام سے لے کر حضرت عیسی علیہ السلام تک کے تمام انبیا پر اتارے گئے صحیفوں پر بھی ایمان رکھنے کا حکم دیتا ہے۔

ارشاد الٰہی ہے:

﴿قُوْلُوْٓا اٰمَنَّا بِاللهِ وَمَآ اُنْزِلَ اِلَیْنَا وَمَآ اُنْزِلَ اِلٰٓی اِبْرٰھٖمَ وَاِسْمٰعِیْلَ وَاِسْحٰقَ وَیَعْقُوْبَ وَالْاَسْبَاطِ وَمَآ اُوْتِیَ مُوْسٰی وَعِیْسٰی وَمَآ اُوْتِیَ النَّبِیُّوْنَ مِنْ رَّبِّهِمْ لَا نُفَرِّقُ بَیْنَ اَحَدٍ مِّنْهُمْ وَنَحْنُ لَه مُسْلِمُوْنَ﴾ [2]

ترجمہ: تم کہو کہ ہم ایمان لائے اور ہماری طرف اتارا گیا اور حضرت ابراہیم، اسماعیل،اسحاق، یعقوب اور اسباط علیہم السلام پر اور جو دیئے گئے حضرت موسی علیہ لسلاماور حضرت عیسی علیہ السلام کو اور جو دیئے گئے سب انبیا علیہم السلام کو، ہم ان میں سے کسی ایک کے درمیان فرق نہیں ڈالتے اور ہم ہی فرمابردار ہیں۔

آیت "لَا نُفَرِّقُ بَیْنَ اَحَدٍ مِّنْهُمْ "سے تفریق انبیاء علیہم السلام کی نفی کرکے حقیقت میں احترام مذہب کا درس دیا جارہا ہے کہ جب ہم نے انبیا علیہم السلام کے درمیان کوئی فرق نہیں رکھا تو تمہیں بھی چاہیے کہ ان کی عصمت وعظمت ان کی عزت و ناموس کا لحاظ رکھو۔

ایک اور جگہ پر احترام مذہب کی مثال اللہ نے یوں دی۔

ارشاد الٰہی ہے:

﴿شَرَعَ لَکُمْ مِّنَ الدِّیْنِ مَا وَصّٰی بِه نُوْحًا وَّالَّذِیْٓ اَوْحَیْنَآ اِلَیْكَ وَمَا وَصَّیْنَا---الخ﴾ [3]

ترجمہ: اس نے تمہارے لیے وہی دین مشروع قرار دیا جس کے متعلق حضرت نوح علیہ السلام کو وصیت کی اور جو وحی کی ہم نے تمہاری طرف وہ وحی حضرت ابراہیم،

---

1 الانعام:6/ 108

2 البقرۃ:2/ 136

3 شوریٰ:13/42

موسیٰ اور حضرت عیسیٰ علیہم السلام کو بھی کی کہ دین کو قائم رکھو اس میں تفرقہ نہ ڈالو۔

پیغمبر امن وسلامتی حضرت محمد ﷺ کا یہ فرمانا:

«مثلي ومثل الأنبياء كمثل رجل بنى بنيانا فأحسنه وأجمله، فجعل الناس يطيفون به، يقولون: ما رأينا بنيانا أحسن من هذا، إلا هذه اللبنة، فكنت أنا تلك اللبنة» [1]

" میری اور دیگر انبیا علیہم السلام کی مثال ایسی ہے جیسے ایک آدمی نے ایک گھر بنایا اور اسے خوب آراستہ کیا البتہ ایک اینٹ کی جگہ چھوڑ دی۔ چنانچہ لوگ اس مکان کے ارد گرد گھومنے لگے اور اس کی خوبصورتی پر داد دینے لگے۔ اور ایک اینٹ کی جگہ دیکھ کر کہنے لگے یہ اینٹ یہاں کیوں نہ رکھی گئی۔ سو میں ہی وہ اینٹ ہوں اور میں خاتم النبیین ہوں"۔

یہ بھی حقیقت میں احترام مذہب کی ایک لڑی ہے کہ جو مشن باقی انبیا لے کر آئے میں بھی اس مشن کی تکمیل کے لیے مبعوث ہوا ہوں۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی عملی زندگی احترام عقیدہ ومذہب کی ایک تابندہ ودرخشندہ مثال ہے، میثاق مدینہ کے یہودی ہوں یا کیتھرائن کے عیسائی، صلح حدیبیہ کا موقع ہو یا مقام خیبر کے یہودی ہوں آپ ﷺ نے ہمیشہ امن وسلامتی کے لیے احترام عقیدہ ومذہب کو ملحوظ رکھا۔

یہی وجہ تھی کہ اسلام کے خلاف پراپیگنڈہ کرنے والے بھی آپ ﷺ کی مدحت کرتے ہوئے نظر آئے ہیں۔

اس بات کا حقیقت کے ساتھ بڑا گہرہ تعلق ہے کہ جب کوئی شخص انبیا ورسل اور الہامی کتب کے وقار وتقدس کو ٹھیس پہنچاتا ہے تو جس کی انکے ساتھ نسبت ہوتی ہے اس کے صبر کا پیمانہ لبریز ہو جاتا ہے۔ اس کے جذبات اس کے جسمانی اعضا پر حاوی ہو جاتے ہیں تو وہ یہ چاہتا ہے کہ اس گستاخ کے وجود سے اس مقدس زمین کو پاکیزہ کر دے۔ مگر دوسرے ہی لمحے اسے کتابوں کی تعلیمات جھنجھوڑتی ہیں کہ ایسے معاملات میں قانون کو ہاتھ میں نہ لیا جائے اور اس محبت وعشق کو نفرت میں نہ بدلا جائے۔

اگر انسان احترام عقیدہ، احترام مذہب اور اس کے جملہ ارکان کا لحاظ رکھے تو معاشرہ امن وسکون کا گہوارہ بن جائے گا جو کہ اسلام کا مطلوب ومقصود ہے۔ کیونکہ اسلام اور پیغمبر اسلام کی تعلیمات کا مقصد ادیان عالم میں عقائد کی آزادی اور اس حق کی پاسداری ہے۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے تو عیسائیوں کو اپنی مسجد میں عبادت کی اجازت دے کر

---

1 صحیح مسلم، حدیث نمبر 2286، 1790/4

یہ بتایا کہ اسلام کا مطمع نظر تو فقط اتنا ہے کہ دوسروں کے عقائد و عبادت کا احترام کرنا دوسروں کے لیے جو اپنے آپ کو دوسرا کہتے ہیں اپنا بنانا اور اس اپنانیت میں عقیدے اور مذہب کی آزادی اور بقائے انسانیت کی ضمانت دینا ہے۔

اسلام تو انسانوں کو ایک family فیملی قرار دیتا ہے، ان کو قریب کرنے کی سعی کرتا ہے۔ احترام عقیدہ، احترام انسانیت، امن و آشتی کی تعلیمات پر زور دیتا ہے جبکہ مغربی فکر و فلسفہ انسانوں کے درمیان دراڑ ہیں، نفرتیں، شقاوت و عدالت کو ہوا دیتا ہے۔

اس بات کی عکاسی مغربی انگریزی شاعریوں کرتا ہے:

"مشرق، شرق رہے گا اور مغرب، مغرب دونوں کبھی مل نہیں سکتے"[1]۔

عقیدہ و مذہب کی آزادی

اسلام رواداری اور برداشت سیکھاتا ہے، مذہب و عقیدے میں تنگ نظری کا قائل نہیں۔

ارشاد الٰہی ہے:

﴿قُلِ اللّٰہَ اَعْبُدُ مُخْلِصًا لَّہٗ دِیْنِیْ O فاعْبُدُوْا مَا شِئْتُمْ مِّن دُوْنِہٖ﴾ [2]

ترجمہ: فرما دیں اللہ کو پوجتا ہوں خالصۃ اپنی بندگی اسی کے واسطے ہے اب تم اس کے سوا جسے چاہو پوجو۔

اسلام غیر مسلموں کے عقیدہ و مذہب کو اس انداز میں تسلیم کرتا ہے

اشاد الٰہی ہے:

﴿ لَکُمْ دِیْنُکُمْ وَلِیَ دِیْنِ﴾ [3]

ترجمہ: تمہارے لیے تمہارا دین ہے اور میرے لیے میرا۔

ان آیات کی روشنی میں یہ فیصلہ کرنا آسان معلوم ہوتا ہے کہ اللہ تعالیٰ نے اسلام کے ردو قبول تک میں انسانوں کو آزاد رکھا ہے اسلام کی دعوتی تعلیمات کو دیکھا جائے تو وہ تو سب کے لیے عام ہیں لیکن ﴿ لَآ اِکْرَاہَ فِي الدِّیْنِ﴾ اللہ نے کہہ کر جبر و اکراہ کے دروازوں کو بند کر دیا۔

---

1 Oh East is East and Wast is Wast, and never the twain shall meet" Taken from Poem, The Ballad of East and Wast by Rudyard Kipling. It was published in 1889."

2 الزمر: 39/ 14،15

3 الکافرون: 6/109

اسلام میں عقیدہ و مذہب کی آزادی کا جو تصور ملتا ہے وہ کسی اور دین میں ملنا مشکل ہے کیونکہ اسلام نے مذہبی کمیونٹی کو مکمل داخلی خود مختاری دی ہے۔ عقائد کی آزادی کے ساتھ ساتھ عبادت کو اپنے طور طریقے پر ادا کرنے کی آزادی بھی رکھی ہے۔

ڈاکٹر حمید اللہ لکھتے ہیں:

"قرآن مجید میں ہمیں یہ اصول ملتا ہے کہ ہر مذہبی کمیونٹی کو کامل داخلی خود مختاری دے دی جائے۔ حتیٰ کہ انہیں نہ صرف عقائد کی آزادی حاصل ہو بلکہ وہ اپنی عبادت اپنے مذہبی طریقے پر کر سکیں"۔[1]

چونکہ اسلام سے قبل مذہب و عقیدہ کے اختلاف کی کوئی رعایت نہ تھی ہر غالب اپنے مغلوب سے مطالبہ کرتا نظر آتا کہ وہ اپنا مذہب چھوڑ دے بصورت دیگر اسے جینے کا کوئی حق نہیں ہے۔

اس کی بے شمار مثالیں موجود ہیں۔ مثلاً

چوتھی صدی عیسوی میں عیسائیوں نے جب یہودیوں پر فتح حاصل کی تو ہر مذہب پسند یہودی کو جلانے کی سزا سنائی گئی۔[2]

لیکن چھٹی صدی عیسوی میں ایک مرتبہ پھر تاریخ اس وقت دھرائی گئی کہ جب یہود نے نجران کے عیسائیوں کے تمام گرجے جلادئے اور مسیحیوں کو آگ کے گڑھوں میں پھینک دیا۔ مذہبی تعصب کی یہ آگ بھڑکتی رہی حتیٰ کہ اسلام کے ماننے والے بھی اس مذہبی تعصب کی آگ میں اس وقت جھونک دے گئے جب کوہ صفا پر ہادی برحق نے اللہ کی الوہیت اور اپنی رسالت کا اعلان فرمایا پھر تاریخ اس بات کی شاھد ہے کہ بلال، سمیہ، عمار وغیرہ کے ساتھ مشرکین مکہ کیا سلوک کرتے رہے۔

ان حالات میں بھی پیغمبر امن و سلامتی نے دنیا کو حریت عقیدہ و احترام مذہب کا تصور فراہم کیا غیر مسلم معاہدین کے ساتھ آپ ﷺ کے معاہدات میں اس کی نہایت واضح مثالیں ملتی ہیں۔ چنانچہ آپ ﷺ نے شاہان حمید، ہمدان، بنی حارث بن کعب اور نجران کے عیسائیوں کی طرف بھیجی گئی تحریروں میں حریت عقیدہ و مذہب کے واضح احکام موجود ہیں کہ جو شخص اپنے یہودی و عیسائی مذہب پر قائم ہے اسے ہرگز مذہب بدلنے کے لیے مجبور نہ کیا جائے۔

ارشاد نبوی ہے:

«ومَن كان على نَصرانيَّتِه أوِيَهوديَّته فإنَّه لا يُفتَنُ عَنها» [3]

---

1 رسول اکرم کی سیاسی زندگی، ڈاکٹر محمد حمید اللہ، دار الاشاعت کراچی 1988ء، ص: 162

2 الطعیمات، ہانی سلیمان، حقوق الانسان وحریۃ الاسیاسیۃ، ط۔1، عمان، دار الشرق، طبع 2001، ص: 176

3 سنن کبری، ابو بکر احمد بن الحُسین بن علی البیہقی (384 - 458 ھ)، تحقیق: الدکتور عبد اللہ بن عبد المحسن الترکی، مرکز ہجر للبحوث والدراسات العربیۃ والاسلامیۃ ، الطبعۃ: الاولی، 1432ھ - 2011 م، 40/19 // السیرۃ لابن ہشام، 596/2// مجموعۃ الوثائق السیاسیۃ، وثیقہ نمبر: 105، 110، 111، 113

"جو کوئی عیسائی مذہب پر ہے یا اپنے یہودی مذہب پر ہے تو انہیں اس سے ہٹایا نہیں جائے گا"۔

میثاق مدینہ کی دفعہ نمبر 25 سے 35 تک کی دفعات میں عقیدہ و مذہب کے احترام کی اعلیٰ مثال موجود ہے کہ تمام قبائل اپنے دینی معتقدات میں آزادی کا حق رکھتے ہیں اور ضابطہ یہ مقرر ہوا۔

آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

« لِلْيَهُودِ دِينُهُمْ وَلِلْمُؤْمِنِينَ دِينُهُمْ » [1]

صلح حدیبیہ میں آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے احترامِ مذہب ملحوظ رکھتے ہوئے حضرت علیؓ کو بسم اللہ کی جگہ «بِاسْمِكَ اللَّهُمَّ» [2] لکھوایا اور اسی موقع پر محمد صلی اللہ علیہ وسلم کی جگہ حضرت علی کو محمد بن عبداللہ لکھنے کا حکم دیا تو علیؓ نے مٹانے سے انکار پر آپ خود ذاتِ مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم نے مٹایا اور "محمد بن عبداللہ "[3] ہی لکھا۔ یہاں پر آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنے ہاتھوں سے مذہبی عداوت وکینہ کی بیخ کنی اس طرح فرمائی کہ "محمد رسول اللہ" کی جگہ "محمد بن عبداللہ" لکھ کر احترام مذہب کی مضبوط دیوار کھڑی کی۔

اکراہا اسلام میں دخول سے منع فرما کر نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے احترام مذہب کی اعلیٰ مثال قائم کر دی۔ وثیقہ نمبر 94 میں آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

« لَا يُغَيَّرُهُ أُسْقُفٌ مِنْ سِقِّيفَاهُ وَلَا وَاقِفٌ مِنْ وِقِّيفَاهُ » [4]

"اور ان کو ان کے کسی عہدے سے راہب کو ان کی رہبانیت سے اور کاہن کو ان کی کہانت سے نہیں ہٹایا جائے گا"

احترام مذہب کے پیش نظر آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے جگہ جگہ عقیدہ و مذہب کی آزادی مرحمت فرمائی بلکہ غیر مسلموں کے دین کی ذمہ داری بھی آپ صلی اللہ علیہ وسلم خود لیتے رہے مذہب و مذہبی قرابت داروں کی تذلیل کا ذمہ بھی لیتے رہے۔

---

1 الاموال لابن زنجویہ، 466/2

2 صحیح بخاری، حدیث نمبر 2731، 193/3

3 ایضا

4 الاموال لابن زنجویہ، 447/2//تاریخ المدینۃ لابن شبۃ، عمر بن شبۃ (واسمہ زید) بن عبیدۃ بن ریطۃ النمیری البصری، ابو زید، حققہ: فہیم محمد شلتوت، عام النشر: 1399 ھ، باب وفد نجران، 584/2

غیر مسلم شخصیات و عبادت خانوں کا احترام

اسلام میں عقیدہ و مذہب کی آزادی کا تصور محض فکر و خیال تک ہی محدود نہیں بلکہ اسلام تو ان اداروں اور ان شخصیات کے احترام کا بھی خواہاں ہے جس بنا پر عقیدہ و مذہب کی فکر پروان چڑھتی ہے۔ اسلام نے تو جہاد و قتال کی اجازات کو بھی تحفظ و آزادی سے مشروط کرتے ہوئے اس کی غایت احترام انسانیت و عبادت خانوں کے تحفظ کو قرار دیا۔

ارشاد باریٰ تعالیٰ ہے:

﴿الَّذِينَ أُخْرِجُوا مِن دِيَارِهِمْ بِغَيْرِ حَقٍّ إِلَّآ أَنْ يَّقُوْلُوْا رَبُّنَا اللّٰهُ ۚ وَلَوْلَا دَفْعُ اللّٰهِ النَّاسَ بَعْضَهُمْ بِبَعْضٍ لَّهُدِّمَتْ صَوَامِعُ وَبِيَعٌ وَّصَلَوٰتٌ وَّمَسٰجِدُ يُذْكَرُ فِيْهَا اسْمُ اللّٰهِ كَثِيْرًا وَلَيَنْصُرَنَّ اللّٰهُ مَنْ يَّنْصُرُهٗ اِنَّ اللّٰهَ لَقَوِيٌّ عَزِيْزٌ﴾ [1]

ترجمہ: وہ لوگ ہیں جنہیں ناحق گھروں سے نکال دیا گیا، ان کا قصور صرف اتنا تھا کہ یہ کہتے تھے کہ ہمارا رب اللہ ہے، اگر اللہ تعالیٰ لوگوں کو ایک دوسرے کے ذریعے دفع نہ کرتا ہے تو خانقاہیں، گرجہ گھر، عبادت خانے اور مسجدیں جن میں اللہ کا نام کثرت سے لیا جاتا ہے۔ سب ڈھادی جاتیں اور اللہ ضرور ان لوگوں کی مدد کرے گا جو اس کی مدد کریں گے۔

یہی وجہ ہے کہ بہت سے غیر مسلم مفکرین اس بات کے معترف ہیں کہ مسلمانوں نے عیسائی گرجوں کا پوری طرح تحفظ کیا اور کبھی ان کی عبادت گاہوں کو بری آنکھ سے نہیں دیکھا۔

عیسائی گاف سوم Geoff III مسلمانوں کے اس طرز عمل کو اپنے ایک خط میں اسا قفہ فارس کے صدر بشپ ریفرڈ شیر کو لکھتا:

"تم نے جو کچھ بھی ان کے ساتھ کیا ہے اس کے برعکس مسلمان مسیحی عقیدے کے خلاف جنگ نہیں کرتے بلکہ وہ ہمارے دین پر شفقت کرتے ہیں ہمارے پادریوں اور کرسمس کا احترام کرتے ہیں اور ہمارے دیر و کلیسا کو گرانٹ دے تے ہیں"۔ [2]

معاہدات نبویہ کے مطابق غیر مسلموں کی عبادت گاہوں اور مقدس ہستیوں کا احترام بھی اسلامی ریاست کی ذمہ داری ہے۔ معاہداتِ نبویہ میں غیر مسلم کے امام و پیشواؤں کو جو تکریم دی گئی ہے یہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم ہی کا خاصہ ہے اور احترامِ مذاہب کی روشن و تابندہ مثال ہے۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم دنیا میں شرف و منزلت عطا کرنے کے لیے تشریف لائے اور اس میں مسلم و غیر مسلم کا لحاظ نہ رکھا۔ معاہدین کے ساتھ معاہدہ کے وقت بھی آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے اس بات کو ملحوظ رکھا اور انہیں ان کے مناصب و مراتب پر فائز رکھا۔

---

1 الحج:22/ 40

2 Invitation to Islam, P: 98-99// ماہنامہ محدث، ستمبر، 2006، ص:72

آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

« لَا يُغَيَّرُهُ أُسْقُفٌ مِنْ سِقِّيفَاهُ وَلَا وَاقِفٌ مِنْ وِقِّيفَاهُ »[1]

"اور ان کو ان کے کسی عہدے سے راہب کو ان کی رہبانیت سے اور کاہن کو ان کی کہانت سے نہیں ہٹایا جائے گا"

جہاں آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے غیر مسلموں کے ساتھ معاہدات کرتے ہوئے انکی اہم شخصیات کے مناصب ومراتب کا خیال رکھا وہاں آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے خصوصًا ان جگہوں کا بھی احترام واکرام کیا جہاں پر بیٹھ کر وہ شخصیات کام کرتی تھیں۔ جب آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ابو حارث بن علقمہ نجران کے پاوری اور دیگر نجران کے عیسا ئیوں کے ساتھ معاہدات فرمائے تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ان گرجہ گھروں کی نہ صرف حفاظت کرنے کو کہا بلکہ ان کی مرمت تک کا حکم ارشاد فرمایا۔

غیر مسلموں کے مذہبی شعائر و تہوار کا احترام

احترام مذاہب کا تقاضا ہے کہ غیر مسلم شہریوں کے شعائر کا بھی احترام کیا جائے۔ اسلام جو کہ دین فطرت ہے وہ یہ چاہتا ہے کہ فطری عمل کو محلوظ رکھتے ہوئے غیر مسلموں کی دل آزادی نہ کی جائے حتی کہ ان کے معبود ان باطل کو بھی گالی نہ دی جائے۔

ارشاد الٰہی ہے:

﴿وَلَا تَسُبُّوا الَّذِيْنَ يَدْعُوْنَ مِنْ دُوْنِ اللهِ فَيَسُبُّوا اللهَ عَدْوًا بِغَيْرِ عِلْمٍ﴾ [2]

ترجمہ: ان کے معبودوں کو گالی نہ دو، کہیں ایسا نہ ہو کہ یہ جہالت کی بنا پر دشمنی میں اللہ کو گالیاں دینے لگیں۔

امام قرطبی اس آیت کی تفسیر کے تحت لکھتے ہیں:

"فلا يحل لمسلم أن يسب صلبانهم" [3]

"کسی مسلمان کے لیے یہ روا نہیں کہ وہ عیسائیوں کے صلیبوں، ان کے کلیساؤں کو برا بھلا کہیں"۔

غیر مسلموں کے مذہبی شائر و تہوار کے احترام کا اندازہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے اہل نجران کے معاہدہ سے کیا جا سکتا ہے۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے نہ صرف انہیں بلکہ ان کے ہم مشربوں کو بھی عقائد ورسوم اور مذہب کے تحفظ کی ذمہ داری دی بلکہ اگر کوئی نصرانی عورت مسلمان کے گھر میں ہو تو اسے اپنے مذہبی شعائر ادا کرنے کی اجازت

---

1 الاموال لابن زنجویہ، 447/2// تاریخ المدینۃ لابن شبۃ، عمر بن شبۃ (واسمہ زید) بن عبیدۃ بن ریطۃ النمیری البصری، ابو زید، حققہ: فہیم محمد شلتوت، عام النشر: 1399 ھ، باب وفد نجران، 584/2

2 الانعام: 6/ 108

3 الجامع لاحکام القرآن = تفسیر القرطبی، ابو عبد اللہ محمد بن احمد بن ابی بکر بن فرح الانصاری الخزرجی شمس الدین القرطبی (التوفی: 671ھ-)، تحقیق: احمد البردونی وابراہیم اطفیش، دار الکتب المصریۃ، القاہرۃ، الطبعۃ: الثانیۃ، 1964م، 7 /61

ہونی چاہیے۔ وہ عورت جب چاہے اپنے علماء سے مسائل دریافت کر سکتی ہے۔ ڈاکٹر حمید اللہ نے آپ صلی اللہ علیہ وسلم کا اہل نجران کے معاہدہ نمبر 96، 97کے الفاظ اس طرح ذکر کیے:

"إذاصارت النصرانية عند المسلم، فعليه أن يرضى بنصرانيتها، ويتبع هواها في الاقتداء برؤسائها، والأخذ بمعالم دينها، ولا يمنعها ذلك. فمن خالف ذلك وأكرهها على شيء من أمر دينها، فقد خالف عهد الله وعصى ميثاق رسوله، وهو عند الله من الكاذبين"[1]

"جو شخص اپنی نصرانی بیوی کو اس کے مذہبی شعائر ادا کرنے سے منع کرے گا وہ خدا اور رسول کی طرف سے ان کو دیئے گئے میثاق کا مخالف اور عنداللہ کاذب ہوگا"۔

1 مجموعۃ الوثائق السیاسیۃ، 189/1

فصلِ سوم

معاہداتِ نبویہ میں غیر مسلموں کے معاشرتی ومعاشی حقوق

اسلام ایک عالمگیر مذہب ہے اور اس کے ماننے والے زندگی سے بھرپور آفاقی ضمانت رکھنے والی قوم ہے جنہوں نے ایک طویل عرصہ حکمرانی کی اور دنیا کے مختلف اقوام وملل نے ان کی سیاسی سرپرستی قبول کی۔اس کے باوجود کبھی بھی کسی اقلیت کے بنیادی مسائل اور ان کے قومی معاملات میں کسی تنگ نظری، حق تلفی یاجانبداری کا احساس نہیں ہونے دیا۔ تاریخ کی ورق گردانی کرنے کے بعد بھی کوئی ایک ایسا واقعہ نظر نہیں آتا جس میں غیر مسلموں کے ساتھ اس کے شخصی، معاشی، معاشرتی یا قومی مسئلہ میں غیر عادلانہ برتاؤ کیا گیا ہو۔

معاشرتی حقوق

اسلام نے انسانی زندگی کے ہر گوشہ کے لیے رہنمائی فراہم کی ہے اس کا تعلق خواہ انسان کی انفرادی زندگی کے ساتھ ہو یا اجتماعی زندگی کے ساتھ جس طرح ہماری زندگی کے متعلق احکام دیئے ہیں اسی طرح اجتماعی زندگی خواہ اس کا تعلق سیاست سے ہو یا معیشت سے، معاشرت سے ہو یا اخلاقیات سے، ہر ایک کے متعلق احکام جو انسانوں تک پہنچے اس کا واحد ذریعہ آنخضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی مبارک ذات ہے۔

ڈاکٹر حمید اللہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے عہد مبارکہ کے متعلق رقم طراز ہیں۔

"پیغمبرِ اسلام کا زمانہ مبارک تاریخِ عالم میں ایک انقلابی نقطہ اور ایک عہد آفرین دور کی حیثیت رکھتا ہے"۔[1]

جس طرح آپ صلی اللہ علیہ وسلم عقائد و معاملات وغیرہ میں اللہ تعالی کی طرف سے بہترین نمونہ ہیں اسی طرح آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے زندگی کے ہر شعبے کے وہ اصول وفروع بتائے کہ جن کے بغیر انسانیت کی تکمیل نہ ممکن تھی، اسی طرح آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے سیاست میں بھی انسانیت کی رہنمائی فرمائی۔

آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے جب مدینہ منورہ میں اسلامی ریاست کا آغاز فرمایا تو اس میں صرف مسلم رعایا کے حقوق کو ہی ملحوظ نہ رکھا بلکہ غیر مسلم شہریوں کے حقوق کو بھی مکمل تحفظ عطا فرمایا۔

اگر بنظر عمیق سیرت طیبہ کا مطالعہ کیا جائے تو یہ فیصلہ کرنا آسان ہو جاتا ہے کہ اہل صلح یا معاہد رعایا کے ساتھ حقوق کی بنیاد صرف اسلامی حکومت کے کسی اعلان پر نہیں ہوتی بلکہ اس معاہدہ پر ہوتی ہے جو ان کے اور اسلامی حکومت کے درمیان طے پایا۔ اسی اصول کے پیش نظر معاہدات نبوی میں سے چند مثالیں ذکر کی جاتی ہی جن سے یہ واضع کرنا مقصود ہے کہ اسلامی ریاست میں غیر مسلموں کے معاشرتی حقوق کیا ہیں؟۔

---

1 رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی سیاسی زندگی، ص: 103

یکساں شہریت کا حق

میثاق مدینہ وہ پہلا دستور ہے جس میں آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے نہ صرف غیر مسلموں کے ساتھ معاہدہ کیا بلکہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ان کے حقوق کو بھی تسلیم فرمایا۔

عبدالحمید صدیقی اس معاہدے کے متعلق رقم طراز ہیں:

یہ معاہدہ مسلمانوں اور غیر مسلموں کے مابین پہلی سیاسی رضامندی تھا۔[1]

میثاق مدینہ کے تحت غیر مسلموں کو سب سے اہم اور پہلا حق یہ دیا گیا کہ انہیں شہریت میں برابری کا درجہ دیا گیا اور ان کی اجتماعی حیثیت کو برقرار رکھ دیا گیا جیسا کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

« إِنَّهُمْ أُمَّةٌ وَاحِدَةٌ دُونَ النَّاسِ»[2]

ہر گروہ سیاسی طور پر ایک جماعت کی حیثیت رکھتا ہے۔ شہریت کی یہ اساس عقیدہ ومذہب کی اساس کے علاوہ تھی جو اختلاف مذہب و عقیدہ کے باوجود انہیں اسلامی ریاست کا فرد شمار کرتی تھی۔

نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کا یہ ارشاد گرامی بھی شہریت کے حقوق کا تعین کرتا ہے۔

«إِنّ يَهُودَ بَنِي عَوفٍ أُمَّةٌ مِنَ الْمُؤْمِنِينَ لِلْيَهُودِ دِينُهُم، وَلِلمُؤْمِنِينَ دِينُهُم»[3]

"بے شک بنی عوف کے یہود بھی حقوق میں مومنین کی طرح ہی ہیں یہود کا دین اپنا ہے اور مسلمانوں کا دین اپنا ہے"

حق شہریت کے اس تصور کی بنیادیں میثاق کی دفعہ ,15,18,22، 25ملاحظہ کی جا سکتی ہیں۔ اور نجران کے عیسائیوں کے نام فرمان کی شق نمبر 8 بھی ملاحظہ کی جا سکتی ہے۔ اسلامی ریاست میں میں غیر مسلم شہریوں کے حقوق کا تحفظ اور ان کی شہریت کا احترام احادیث وآثار سے بھی ثابت ہے۔

ارشاد نبوی ہے:

«مَنْ قَتَلَ مُعَاهَدًا لَمْ يَرِحْ رَائِحَةَ الْجَنَّةِ»[4]

جو معاہد کو قتل کرے گا جنت کی خوشبو نہیں سونگھ سکتا۔

---

1 The Life of Muhammad, Abdul Hameed Siddiqui, Publisher, Islamic Book Trust, 1999 P: 14

2 سنن کبری، للبیہقی، 184/8// الاموال لابن زنجویہ، 466/2

3 ایضا

4 صحیح بخاری، حدیث نمبر 3166، 99/4

ایک اور جگہ ارشاد فرمایا:

«أَلَا مَن ظَلَمَ مُعَاهَدًا أَوِ انْتَقَصَهُ أَوْ كَلَّفَهُ فَوْقَ طَاقَتِهِ، أَوْ أَخَذَ مِنْهُ شَيْئًا بِغَيْرِ طِيبِ نَفْسٍ مِنهُ، فَأَنَا حَجِيجُهُ يَوْمَ القِيَامَةِ» [1]

اظہار رائے کی آزادی کا حق

اسلامی معاشرے میں تمام اشخاص کو اظہارِ رائے کا حق ہے۔ قرآن حکیم میں اس حق کو بیان کر کے جمہوری بنیادوں کو تقویت بخشی ہے کیونکہ بغیر آزادانہ اظہار اور تبادلہ رائے کے جمہوری اور شورائی عمل آگے نہیں بڑھ سکتا۔

قرآن حکیم نے حضور اکرام صلی اللہ علیہ وسلم کے اسوہ حسنہ کو بیان کرتے ہوئے یوں واضح کیا۔

﴿فَبِمَا رَحْمَةٍ مِّنَ اللهِ لِنتَ لَهُم وَلَوْ كُنتَ فَظًّا غَلِيْظَ الْقَلْبِ لَانْفَضُّوا مِنْ حَوْلِكَ ۚ فَاعْفُ عَنْهُم وَاسْتَغْفِرْ لَهُم وَشَاوِرْهُم فِي الْاَمْرِ ۚ فَإِذَا عَزَمْتَ فَتَوَكَّلْ عَلَي اللهِ اِنَّ اللهَ يُحِبُّ الْمُتَوَكِّلِيْنَ﴾ [2]

ترجمہ: پس اللہ کی کیسی رحمت ہے آپ صلی اللہ علیہ وسلم ان کے لیے نرم طبع ہیں اور اگر آپ صلی اللہ علیہ وسلم تند خو سخت دل ہوتے تو لوگ آپ کے گرد سے چھٹ کر بھاگ جاتے سو آپ ان سے در گزر فرمایا کریں اور ان کے لیے بخشش مانگا کریں اور اہم کاموں میں ان سے مشورہ کیا کریں پھر جب آپ پختہ ارادہ کرلیں تو پھر بھروسہ کیا کریں بیشک اللہ توکل والوں سے محبت کرتا ہے۔

اسلام کے آزادی رائے کے نظام کو قرآن اس انداز سے پیش کرتا ہے کہ:

﴿تَأْمُرُوْنَ بِالْمَعْرُوْفِ وَتَنْهَوْنَ عَنِ الْمُنْكَرِ وَتُؤْمِنُوْنَ بِاللهِ﴾ [3]

ترجمہ: تم بھلائی کا حکم دیتے رہو اور برائی سے روکتے رہو۔

نیکی کے کام میں ہر ایک آزاد ہے کہ وہ اس کا پرچار کرے جبکہ برائی کے کام میں اگر کوئی پیش پیش ہونا چاہتا ہے تو اس کو منافق کہہ دیا گیا۔ آزادی یہ نہیں ہے کہ کسی مذہب یا اس کی کسی محترم شخصیت کے خلاف توہین آمیز انداز اختیار کیا جائے اسلام اس کی قطعاً اجازت نہیں دیتا۔

ارشاد الٰہی ہے:

﴿وَلَا تَسُبُّوا الَّذِيْنَ يَدْعُوْنَ مِنْ دُوْنِ اللهِ﴾ [4]

ترجمہ: جن معبودان کو یہ اللہ کے علاوہ پکارتے ہیں انہیں برا بھلا نہ کہو۔

---

1 سنن ابی داؤد، ابو داود سلیمان بن الاشعث، حدیث نمبر 3052، 170/3: حکم حدیث: قال البانی" صحیح " فی حاشیۃ ابی داود، 170/3

2 آل عمران: 3/ 159

3 ایضا: 3 / 110

4 الانعام: 6/ 108

آزادی اظہار رائے کا یہ حق مشروط ہے صرف بھلائی کے ساتھ نہ کہ برائی کو پھیلانے کے لیے۔ اس سے مراد ہر گز ہر گز مغربی تصور آزادی رائے جو برائے دشنام طرازی رہ گیا ہے نہیں ہے۔ جیسا کہ آج کل توہین رسالت خاکوں کی دل سوز حرکات کو اسی مقولے کی نظر کر دیا جاتا ہے۔ جیسا کہ اسلام برائی کے خلاف آواز بلند کرنے میں اور اپنے اور پرائے کا فرق کیے بغیر کہتا ہے کہ اقتدار ملنے پر وہ برائی سے منع کرتے ہیں۔

ارشاد الٰہی ہے:

﴿الَّذِيْنَ اِنْ مَّكَّنّٰهُمْ فِي الْاَرْضِ اَقَامُوا الصَّلٰوةَ وَاٰتَوُا الزَّكٰوةَ وَاَمَرُوْا بِالْمَعْرُوْفِ وَنَهَوْا عَنِ الْمُنْكَرِ﴾ [1]

ترجمہ: ان لوگوں کو اگر ہم زمین میں اقتدار و حکومت دیں تو وہ نماز قائم کریں، بھلائی کا حکم دیں اور برائی سے منع کریں گے۔

اسلام نے بلا تفریق عقیدہ و مذہب اس اہم انسانی حق کی حمایت کی ہے اس کی واضح امثلہ معاہدات نبویہ میں بھی ملتی ہیں۔ مثلاً میثاق مدینہ دفعہ 37 کے تحت تمام مسلم و غیر مسلم اپنی رائے پیش کرنے میں آزاد ہیں۔

«وَأَنَّ بَيْنَكم النُّصْحَ وَالنَّصِيحَةَ»[2]

"انہیں باہم مشاورت سے کام لینا ہوگا"

ریاست میں رہائش، نقل و حرکت کی آزادی

اسلام نے غیر مسلموں کو جہاں دیگر حقوق فراہم کیے ہیں وہاں انکو نقل و حرکت کا بنیادی حق بھی عطا کیا۔ امن و امان اور حرمت مسکن انسان کی بنیادی ضروریات میں سے ہیں اسی لیے معاہدات نبویہ کے مطالعہ سے پتہ چلتا ہے کہ غیر مسلموں کو اسلام نے اس حق سے بھی محروم نہیں کیا۔ میثاق مدینہ کی دفعات 39 اور 47 کے مطابق اسلامی ریاست کے تمام افراد خواہ وہ مسلم ہوں یا غیر مسلم کو پوری آزادی کے ساتھ ریاست میں نقل و حرکت اور رہائش کا مکمل حق حاصل ہے۔

انتظامی معاملات کا حق

اسلامی حکومت کسی خاص طبقے یا نسل کو عطا نہیں ہوئی بلکہ یہ تو خداوند عالم کی خلافت و نیابت ہے۔

ارشاد الٰہی ہے:

﴿اِذْ جَعَلَكُمْ خُلَفَاءَ مِنْۢ بَعْدِ قَوْمِ نُوْحٍ﴾ [3]

---

1 الحج: 22/ 41

2 الاموال لابن زنجویہ، 2/466// السیرۃ النبویۃ لابن ہشام، 1/ 504// مزید ملاحظہ ہو: اہل مقنا، حنین اور خیبر والوں کے لیے امان نامہ شق نمبر 17، اہل اقنا و بنی جنبہ کے لیے امان وغیرہ

3 الاعراف: 7/ 69

اس حکم کی رو سے اسلامی مملکت میں ہر منصب و عہدہ ایک امانت ہے۔ اس بار امانت میں مسلم و غیر مسلم دونوں شامل ہیں اس کی رہنمائی آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے معاہدات سے حاصل کی جا سکتی ہے۔

آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

«أن لهم ما تحت أيديهم من قليل وكثير»[1]

سب اپنی اپنی تھوڑی بہت شے کے مالک ہوں آگے مزید ان کے مراتب و مناصب میں ردوبدل بھی ایک قسم کی مداخلت ہے جس سے منع کیا گیا ہے۔

آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا:

« لَا يُغَيَّرُهُ أُسْقُفٌ مِنْ سِقِّيفَاهُ وَلَا وَاقِفٌ مِنْ وِقِّيفَاهُ »[2]

"ان پادری اور راھبوں کو ان کے طریق عبادت اور کاھنوں کو ان کے پیشہ سے نہیں ہٹایا جائے گا"

ڈاکٹر حمید اللہ رقم طراز ہیں کہ:

"اس دفعہ کے مطابق اہل نجران کو انتظامی اور مذہبی معاملات میں مکمل آزادی دی گئی وہ اپنے تمام انتظامی اور مذہبی معاملات میں خود مختار اور اپنے معاملات میں اسلامی حکومت سے توثیق کروانے کے پابند نہ تھے"۔[3]

مساوات اور عدل و انصاف کا حق

اسلام کے قائم کردہ سیاسی نظام کی اہم خصوصیت تمام شہریوں کو مساوی بے لاگ و فوری عدل و انصاف کی فراہمی ہے۔ بے لاگ انصاف جہاں ایک طرف شہریوں کا حق ہے تو دوسری طرف ریاست کی ذمی داری بھی ہے۔ قرآن حکیم میں اس ذمہ داری کا ذکر یوں ملتا ہے۔

ارشاد الہی ہے:

﴿وَاِذَا حَكَمتُم بَينَ النّاسِ اَنْ تَحْكُمُوْا بِالْعَدلِ اِنَّ اللهَ نِعِمّا يَعِظُكُم بِه اِنّ اللهَ كَانَ سَمِيْعًا بَصِيْرًا﴾ [4]

ترجمہ: اور جب تم فیصلہ کرو تو عدل و انصاف ہی سے فیصلہ کرو بیشک اللہ تمہیں کیا ہی اچھی نصیحت فرماتا ہے۔ بے شک اللہ خواب سننے اور خواب دیکھنے والا ہے۔

---

1 سبل الہدی والرشاد فی سیرۃ خیر العباد، 11/ 393

2 الاموال، ابن زنجویہ، 447/2

3 محمد رسول اللہ، حمید اللہ، شریعہ اکیڈمی، بین الاقوامی اسلامی یونیورسٹی، اسلام آباد، پاکستان، ص: 158

4 النساء: 4/ 58

تصور مساوات کی بنیادیں تو میثاق مدینہ کی دفعہ نمبر۔ 24 تا 35، 37، 38، 39، 41، 45، 47، میں ملاحظہ کی جاسکتی ہیں اور اسی طرح اسلام نے غیر مسلموں کو جو عدل انصاف کے حقوق عنائیت فرمائے آپ ﷺ کے معاہدات اس کے شاھد ہیں۔ نصارائے نجران سے معاہدہ کی دفعہ نمبر 11 ، اور دفعہ نمبر 27 معاہدہ نمبر 96 میں عدل وانصاف کے جو حقوق غیر مسلموں کو دیئے گئے ملاحظہ کیے جاسکتے ہیں۔

معاشی حقوق

ملازمت کا حق

معاہدات نبویہ میں غیر مسلم کے امام و پیشواؤں کو جو تکریم دی گئ ہے یہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم ہی کا خاصہ ہے اور احترام مذاہب کی روشن و تابندہ مثال ہے۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم دنیا میں شرف و منزلت عطا کرنے کے لیے تشریف لائے اور اس میں مسلم و غیر مسلم کا لحاظ نہ رکھا۔ معاہدین کے ساتھ معاہدہ کے وقت بھی آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے اس بات کو ملحوظ رکھااور انہیں ان کے مناصب و مراتب پر فائز رکھا۔

آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

« لَا يُغَيِّرُهُ أُسْقُفٌ مِنْ سِقِّيفَاهُ وَلَا وَاقِفٌ مِنْ وِقِّيفَاهُ » [1]

مذہبی عہدے اور اوقاف

اسلام نے عبادت خانوں کے عہدوں اور ان کے اوقاف کو بھی مکمل تحفظ دیا ہے اور ان کو ان کے حال پر چھوڑ دیا ہے کیونکہ اسلام کی تعلیمات ہی یہی ہیں۔ جیسا کہ عمرو بن العاص نے مصر فتح کیا تو گرجاؤں کی موقوفہ اراضی بحال رہنے دی اس قسم کی اراضی 755ھ تک موجود تھیں ان کی مقدار پچیس ہزار فدان تھی۔[2]

بنیامن مصر میں عیسائیوں کے بڑے مذہبی عہدہ'' پیٹریارک'' پر فائز تھا مگر مصر پر ایرانیوں کے تسلط کے زمانے میں بھاگ گیا تھا اس کو عہد اسلامی میں خود حضرت عمرو بن العاص نے 20ھ میں تحریری فرمان بھیج کر بلوایا اور پیٹریارک کے عہدے پر مامور کیا۔[3]

---

1 الاموال، ابن زنجویہ، 447/2// سبل الہدی والرشاد فی سیرۃ خیر العباد، 420/6// مجموعۃ الوثائق السیاسیۃ، وثیقہ نمبر: 94 تا 97

2 تاریخ مصر، احمد بن علی، المقریزی، مکتبہ المقفی الکبیر، القاہرہ، مصر، 499/2

3 ایضا

جائیداد کا حق

یہ بات آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے معاہدات سے ملتی ہے کہ اسلامی ریاست مسلمانوں کی طرح غیر مسلموں کے مال و جائیداد کا تحفظ کرے گی، انھیں حق ملکیت سے بے دخل کرے گی نہ انکی زمینوں اور جائیدادوں پر زبردستی قبضہ، حتیٰ کہ اگر وہ جزیہ نہ دیں، تو اسکے عوض بھی انکی املاک کو نیلام وغیرہ نہیں کرے گی۔

غیر مسلموں کو مسلمانوں کی طرح خرید و فروخت، صنعت و حرفت اور دوسرے تمام ذرائع معاش کے حقوق اور فرائض بھی حاصل ہوں گے، نیز انھیں اپنی املاک میں مالکانہ تصرف کرنے کا حق ہوگا، وہ اپنی ملکیت وصیت و ہبہ وغیرہ کے ذریعے دوسروں کو منتقل بھی کر سکتے ہیں۔ ان کی جائیداد انھیں کے ورثہ میں تقسیم بھی ہوگی، حتیٰ کہ اگر کسی ذمی کے حساب میں جزیہ کا بقایا واجب الادا تھا اور وہ مرگیا تو اسکے ترکہ سے وصول نہیں کیا جائے گا اور نہ اسکے ورثہ پر کوئی دباؤ ڈالا جائے گا۔

کسی جائز طریقے کے بغیر کسی ذمی کا مال لینا جائز نہیں ہے۔

جزیرہ عرب میں عیسائیوں کے مختلف مراکز تھے جن میں سب سے بڑا مرکز نجران تھا۔ جب پورا جزیرہ عرب دائرہ اسلام میں داخل ہو گیا تو نجران اور دوسرے علاقے کے عیسائیوں نے آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس صلح کے لیے وفد بھیجا اور یہ صلح نامہ کتابوں کی زینت بنا ہے۔

اسی میں آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے انہیں جائیداد کے حقوق سے اس طرح نوازا کہ :

"ولنجران وحاشيتها جوار الله وذمة مُحَمَّد النَّبِيّ رَسُول اللَّهِ عَلَى أنفسهم، وملتهم، وأرضهم، وأموالهم وغائبهم وشاهدهم وعيرهم وبعثهم. وأمثلتهم لا يغير ما كانوا عَلَيْهِ ولا يغير حق من حقوقهم"[1]

"نجران ان کے ہمدردوں، ہمنواوں اور ان کے پڑوس کے لیے اللہ اور اس کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم کی ذمہ داری ہے کہ ان کی جان، ان کی ملت، ان کی جائیداد، ان کا مال، ان کے موجود اور ان کے غیر موجود تمام افراد محفوظ ہوں گے۔ ان کے کاروان تجارت، ان کی مہم اس کے مثل جو چیزیں ہوں سب مامون ہوں گی اور جس حیثیت میں ہوں وہ اسی حیثیت میں باقی رہے گی"۔

غیر مسلم شہریوں کی سرکاری تعطیلات

سیرت طیبہ کے تناظر میں دیکھا جائے تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم کا مدینہ منورہ جانے کے بعد مسلمانوں کو جو عیدین کی خوشیوں سے نوازا اس کے پسِ منظر کو دیکھا جائے تو یہ بات سامنے آتی ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے

---

1 فتوح البلدان، احمد بن یحییٰ بن جابر بن داود البَلاذری (المتوفی: 279ھ)، دار ومکتبۃ الھلال- بیروت، عام النشر، 1988م، 72/1

استفسار پر صحابہ رضی اللہ عنھم کا بتانا کہ یہ ان کے خوشیوں کے تہوار ہیں تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے یہ نہیں فرمایا کہ انہیں بتائیں کہ اب اسلام یہاں آ چکا ہے اس لیے یہاں صرف اسلامی تہوار ہی ہوں گے بلکہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے یہ فرمایا کہ:

«إنّ الله قَد أبدَلَكم بهما خَيرًا مِنهما: يَوم الأضحى، ويَوم الفِطرِ»[1]

"اللہ نے تمھیں ان کے بدلے میں ان سے بہتر دن دیئے ہیں یعنی فطر اور اضحیٰ کا دن"۔

غیر مسلم محتاجوں کی امداد

صدقات واجبہ مثلاً زکوۃ عشر کے علاوہ بیت المال کے محاصل کا تعلق جس طرح مسلمانوں کی ضروریات و حاجات سے ہے، اسی طرح غیر مسلم ذمیوں کی ضروریات و حاجات سے بھی ہے، ان کے فقراء ومساکین اور دوسرے ضرورت مندوں کے لیے اسلام بغیر کسی تفریق کے وظائف معاش کا سلسلہ قائم کرتا ہے۔ خلیفہ کی یہ ذمہ داری ہے کہ اسلامی ریاست کا کوئی شہری محروم المعیشت نہ رہے۔

جس طرح اسلامی بیت المال کسی مسلمان کے معذور ہو جانے یا بوجہ عمر رسیدگی اور غربت کے محتاج ہو جانے پر کفالت کی ذمہ داری لیتا ہے اسی طرح اسلامی بیت المال پر ایک غیر مسلم کے معذور ہونے یا عاجز ہونے کی صورت میں اس کی کفالت لازم ہے۔

حضرت سعید بن مسیب رضی اللہ عنہ سے ایک روایت ہے:

"أن رسول االله صلي الله عليه وآله وسلم تَصَدَّقَ صَدَقَةً عَلَى أَهْلِ بَيْتٍ مِنَ الْيَهُودِ، فَهِيَ تُجْرَى عَلَيْهِمْ "[2]

"رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے یہودیوں کے ایک گھرانہ کو صدقہ دیا اور (حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے وصال کے بعد بھی) وہ انہیں دیا جاتا رہا ہے"۔

مال کی حفاظت

غیر مسلم شہری کے مال کی حفاظت کا ذمہ بھی اسلامی ریاست پر ہے کسی کو ان کے مال پر قبضہ کرنے اور ان کے املاک اور جائیداد سے ناجائز فائدہ اٹھانے کی اجازت نہیں ہے۔ حضرت خالد بن ولید سے مروی ہے کہ:

میں آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ جنگِ خیبر میں تھا جنگ کے بعد یہودیوں نے آ کر شکایت کی کہ لوگ ہمارے پھلوں اور غلوں پر ٹوٹ پڑتے ہیں جب کہ یہ چیزیں کھلے میدان میں نہیں محفوظ جگہوں پر ہیں۔

یہود سے چونکہ معاہدہ ہو چکا ہے اس لیے آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ:

---

1 سنن ابی داؤد، حدیث نمبر: 1134، 345/2: حکم حدیث: قال البانی "صحیح" فی حاشیۃ ابی داود، 345/2

2 کتاب الاموال، ابوعُبید القاسم بن سلام، 728/1

«أَلَا لَا تَحِلّ أَمْوَالُ المعاهِدِينَ إِلاّ بحقّها» [1]

"خبردار معاہدین کا مال تمہارے لیے حلال نہیں ہے مگر حلال طریقہ سے"۔

اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے عرفہ کے روز خطبہ دیتے ہوئے فرمایا:

« فإنّ دِمَاءَكُمْ وَأَموَالَكُمْ وَأَعرَاضَكُمْ عَلَيْكُمْ حَرَامٌ، كَحُرْمَةِ يَومِكُمْ هَذَا، فِي بَلَدِكُم هَذَا فِي شَهْرِكُم هَذَا» [2]

''بے شک تمہارے خون، تمہارے مال ودولت، تمہاری عزتیں سب تم پر حرام ہیں جیسے تمہارا یہ دن، تمہارے شہر میں اور تمہارے اس مہینہ مگر محترم ہے۔''

1 سنن ابی داؤد، حدیث نمبر 3806، 356/3: حکم حدیث: قال البانی "ضعیف" فی حاشیۃ ابی داود، 356/3

2 صحیح بخاری، حدیث نمبر 1739، 176/2

فصلِ چہارم

معاہداتِ نبویہ کے فقہی آراء پر اثرات

ذمیوں کے بارے کچھ لکھنے سے قبل چند بنیادی اصطلاحات کا ذکر کرنا ضروری ہے جو کہ درج ذیل ہیں:۔

ا۔ دارلسلام

"هي كلّ بلدٍ أوبقعةٍ تعلوهاأحكامُ الإسلام والغلبة والقوة والكلمة فيهاللمسلمين"[1]۔

اس سے مراد وہ علاقے ہیں جہاں پر اسلامی احکام اور شعائر نافذ ہوں اور مسلمانوں کو مکمل امن و آزادی اور ر تحفظ حاصل ہو اور اس علاقے کا دفاع مسلمانوں پر فرض ہو۔

۲۔ دار العہد

دار العہد کا مترادف دار الصلح ہے اور یہ اصلاح امام شافعی کی وضع کردہ ہے جس سے مراد غیر مسلموں کے وہ علاقے ہیں جو اپنی داخلی خود مختاری برقرار رکھنے کے ساتھ کسی اسلامی حکومت کی مجموعی بالادستی تسلیم کر کے اس کے ساتھ صلح میں شامل ہو گئے ہوں۔ اس علاقے پر مسلمانوں کا قبضہ تو نہیں ہوتا مگر وہاں کے باشندوں نے کچھ شرائط و ضوابط کے ساتھ مسلمانوں سے معاہدہ کیا ہوتا ہے لہٰذا ایسے علاقوں میں پہلے سے رائج دستور اور قوانین کی پاسداری کی جائے گی۔ یوں یہ علاقہ ان ممالک کی طرح ہوتا ہے جو معاہدات کی وجہ سے مکمل خود مختاری کے مالک نہیں ہوتے۔[2]

۳۔ دار الحرب

دار السلام کی ضد دار الحرب ہے۔ اور اس سے مراد وہ علاقے ہیں جہاں اسلامی اقتدار کی حدود سے باہر ہونے کی وجہ سے اسلام کے دینی و سیاسی احکام نافذ نہ ہوں۔ یعنی وہ علاقہ جہاں کا حکمران مسلمان نہ ہو وہ دار الحرب ہی ہو گا اور جہاں کا حکمران مسلمان ہو وہاں اسلامی احکام نافذ ہونے چاہییں۔[3]

ان اَدوار کی روشنی میں یہ واضح ہوتا ہے کہ دنیا کی تقسیم کی وجہ عدم تحفظ ہے۔ یہ تقسیم مذہبی اختلاف، اسلام اور کفر کی بنیاد پر قائم نہیں ہوئی بلکہ امام ابو حنیفہ کے قول کے مطابق اس کا دار و مدار امن و سلامتی کی موجودگی۔ یا

---

1 آثار الحرب، وہبہ الزحیلی، سنۃ الاصدار: 2012، طبعۃ الخامسۃ دار الفکر، دمشق، ص: 192 تا 196

2 الاحکام السلطانیۃ، ابو الحسن علی بن محمد بن محمد بن حبیب البصری البغدادی، الشہیر بالماوردی (المتوفی: 450ھ-) دار الحدیث —القاہرۃ ص: 133

3 بین الاقوامی تعلقات، وہبہ الزحیلی، ناشر، بین الاقوامی یونیورسٹی اسلام آباد، اوّل اشاعت، ص: 50

عدم موجودگی پر ہے۔ چنانچہ دارالحرب یا اجنبی ملک اسے کہتے ہیں جو مملکت اسلامیہ کے ساتھ امن و صلح کی حالت میں نہ ہو۔[1]

اسی وجہ سے فقہ اسلامی میں غیر مسلم عوام تین طرح کے ہیں ذمی، معاہد اور مستامن۔ چونکہ ہماری یہ بحث پاکستانی غیر مسلم شہریوں کے حقوق و فرائض کے حوالے سے ہے اس لیے اہل ذمہ کے حقوق و فرائض سے ہی استفادہ کرنا ہوگا۔

ذمی کا معنی و مفہوم

ذمی یہ ذمہ سے ہے جس کا مطلب عہد، ضمانت، قابل قدر بات اور حق کے ہیں۔

لسان العرب میں ہے:

"وسُمِّيَ أَهل الذِّمَّةِ ذِمَّةً لِدُخُولِهِمْ فِي عَهْدِ الْمُسْلِمِينَ وأَمانهم"[2]

"اہل ذمہ کو ذمی اس لیے کیا جاتا ہے کہ مسلمان کے عہد و پیمان اور امان میں وہ داخل ہیں"

اسی کے ذیل میں یہ بھی کہا گیا ہے۔

"فالذِّمَّةُ هِيَ الأَمان، وَلِهَذَا سُمِّيَ المعاهَدُ ذِمِّيّاً، لأَنه أُعْطِيَ الأَمان عَلَى ذِمَّةِ الجِزْيَة الَّتِي تُؤْخَذُ مِنْهُ"[3]

ذمہ کے معنی امان کے ہیں۔ اسی وجہ سے معاہد کو ذمی کہا جاتا ہے اس لیے کہ جو جزیہ اس سے لیا جاتا ہے اس کی بنیاد پر اسے امان دی گئی ہے۔

اس سے ذمام کا لفظ بھی آتا ہے جیسے۔

"الذِّمامُ: كُلُّ حُرْمَةٍ تَلْزمك إِذا ضَيَّعَتْها المَذَمَّةُ، وَمِنْ ذَلِكَ يُسَمَّى أَهلُ الْعَهْدِ أَهلَ الذِّمَّةِ "[4]

"ذمام ہر اس محترم چیز کو کہا جاتا ہے کہ اسے تم ضائع کر دو تو قابل مذمت قرار پاؤ اسی وجہ سے اہل عہد کو اہل ذمہ کہا جاتا ہے کہ ان کے حقوق کی عدم ادائیگی بھی قابل مذمت ہے"۔

---

1 السیاسۃ الشرعیۃ، ابن تیمیہ، اردو ترجمہ، حکمران بیورو کریسی اور عوام، دائرہ نور القرآن، شاپ نمبر 8، وقاص سینٹر، محمد بن قاسم روڈ نزد اردو بازار، کراچی، 1428ء، ص: 69

2 لسان العرب، ابن منظور، فعل الذال المعجمۃ، مادہ ذمم، 221/12

3 ایضا: 221/12-222

4 ایضا: 221/12

اوراسی طرح المعجم الوسیط میں ہے۔

"الذِّمِّيّ الْمعَاهد الَّذِي أعْطى عهدا يَأْمَن بِهِ على مَاله وَعرضه وَدينه"-[1]

"ذمی وہ شخص ہے جسے وعہد وپیان دیا گیا ہو جس کی وجہ سے وہ اپنے مال اپنی عزت وآبرواور دین کے متعلق محفوظ ہو جاتا ہے"۔

اس سے واضح ہے کہ ذمی سے مراد اسلامی حکومت کا وہ غیر مسلم شہری ہے جس کی جان ومال، عزت وآبرو کی حفاظت اسلامی حکومت ہی کے ذمہ ہو، اسی وجہ سے اس سے جزیہ موصول کیا جاتا ہے۔

ذمیوں کے بارے میں معاہداتِ نبویہ کے فقہی آراء پر اثرات

نبی پاک صلی اللہ علیہ وسلم نے غیر مسلموں سے جو معاہدات فرمائے فقہ اسلامی پر اس نے دور رس اثرات مرتب کیے ان میں سے اہل الذمۃ خاص اہمیت کے حامل ہیں انکے حوالے سے معاہدات سے جو فقہانے راہنمائی حاصل کی ان کے اثرات فقہی آراء پر مرتب ہوئے جن کو درج ذیل حقوق کے تناظر میں دیکھا جاسکتا ہے۔

ذمی کی جان کی حفاظت

انسانی ضروریات میں سے سب سے اہم اور پہلی ضرورت اسکی جان کی حفاظت اور زندگی کی ضمانت ہے۔ اسلام جو کہ دین کامل ہے اس نے ہر انسان کی جان کو محترم قرار دیا ہے۔اسلام کے نزدیک ناحق کسی کی جان لینا سنگین جرم ہے۔

اسی بناپر ذمی کی جان کا احترام بھی اسلام میں لازم ہے کہ اس کی حفاظت کی جائے یہاں تک کہ قتل ذمی کی وجہ سے ایک مسلم کو بھی جنت کی محرومی کی وعید سنائی گئی۔

ارشادِ نبوی صلی اللہ علیہ وسلم ہے:

«مَن قَتَلَ مُعَاهَدا لَم يَرَح رَائِحَةَ الجَنَّةِ،وَإِنَّ رِيحَهَا لَيُوجَدُ مِن مَسِيرَةِ أَرْبَعِينَ عَامًا» [2]

"جو کسی معاہدہ کو قتل کرے گا وہ جنت کی خوشبو تک نہیں پائے گا۔ حالانکہ اس کی خوشبو چالیس سال کی مسافت تک موجود ہو گی"۔

حضرتِ ابو بکر صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے۔

آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

---

1 المعجم الوسیط، باب الذال، مادہ ذمم، 1/ 315

2 صحیح بخاری، حدیث نمبر 6914، 12/9

«مَن قَتَلَ مُعَاهَدا فِي غَيرِ كُنهِهِ حَرَّمَ اللَّهُ عَلَيهِ الجَنّةَ» [1]

"جو شخص کسی معاہد کو بے بنیاد قتل کرے اللہ تعالی اس پر جنت کو حرام کر دے گا"۔

جان کی حفاظت ایک بنیادی انسانی حق ہے، یہ معاہدات وامان نامے خواہ نجران کے عیسائیوں کے لیے ہوں یا اہل مقناہ والوں کے لیے ہوں، اہل تیما کے یہودی بنی عادی، صلح حدیبیہ کے وقت قریش مکہ کو تجارتی سفر کے وقت امان نامہ ہو، یا میثاق مدینہ کی دفعات 14، 16، 21، 25، اور 40 ہوں ہر جگہ پر نفس انسانی کی حفاظت کا ذکر ملتا ہے۔

اگر میثاق مدینہ کی دفعہ نمبر 21 کو دیکھا جائے تو وہاں انسانی جان کی حفاظت ان الفاظ میں واضح نظر آتی ہے۔

"جو شخص بھی کسی مومن کو عمداً قتل کرے اور اس پر جرم ثابت ہو جائے تو اس پر اس سے قصاص لیا جائے گا۔ سوائے اس کے کہ جسے قتل کیا گیا ہو اس کا ولی خون بہا پر راضی ہو تو سب صاحب ایمان اس حکم کو پورا کرنے کے لیے اٹھیں گے۔ اس حکم کر علاوہ ان کے لیے کوئی اور چیز جائز نہ ہو گی" [2]

اس سے قرآنی حکم کی ترجمانی ہوتی ہے

قرآن کریم میں ارشاد الٰہی ہے:

﴿وَكَتَبنَا عَلَيْهِم فِيهَآ اَنَّ النَّفْسَ بِالنَّفْسِ وَالْعَينَ بِالْعَيْنِ وَالْاَنفَ بِالْاَنْفِ وَالْاُذُنَ بِالْاُذُنِ وَالسِّنَّ بِالسِّنِّ ---الخ﴾ [3]

ترجمہ: اور ہم نے یہودیوں کے بارے میں تورات میں یہ بات ذکر کر دی ہے کہ بے شک جان کے بدلے جان ہے اور آنکھ کے بدلے آنکھ، ناک کے بدلے ناک کان کے بدلے کان اور دانت کے بدلے دانت اور زخموں کے بدلے زخم ہے۔

انہیں اَحکام کے پیشِ نظر صحابہ اکرام رضی اللہ تعالیٰ عنہم میں حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ اور عبداللہ بن مسعود رضی اللہ تعالیٰ عنہ، تابعیں میں امام شعبیؒ، ابراہیم نخعیؒ، امامِ ابو حنیفہؒ، امامِ ابو یوسفؒ، امام محمدؒ اور امامِ زفرؒ کی رائے یہ ہے کہ مسلمان سے ذمی کا قصاص لیا جائے گا اگر مسلمان کسی ذمی کو قتل کر دے گا تو اُسے بھی اس کے بدلے میں قتل کر دیا جائے گا۔

---

1 سنن ابی داؤد، کتاب الجهاد، باب فی الوفاء للمعاهد، وحرمة دفنه، حدیث نمبر 2760، 83/3 حکم حدیث: قال البانی" صحیح" فی حاشیۃ ابی داود، 83/3

2 مجموعۃ الثائق السیاسیۃ، معاہدہ میثاق مدینہ، شق نمبر 21، صلح حدیبیہ شق نمبر 31، وثیقہ نمبر 19، وثیقہ نمبر 33، 31 کی شق نمبر 11، 30، 34، کا مقدمہ شق نمبر 11، وثیقہ نمبر 94 شق نمبر 8 وغیرہ

3 المائدۃ: 5/ 45

حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے خلافت کے زمانے میں قبیلہ بکر بن وائل کے ایک شخص نے حیرہ کے ایک ذمی کو قتل کر دیا۔اس پر حضرت عمر نے لکھا کہ :

"فَكَتَبَ فِيهِ عُمَرُ بنُ الْخَطَّابِ رَضِيَ اللهُ عَنْهُ أَن يُدفَعَ إِلَى أَوْلِيَاءِ الْمَقْتُولِ، فَإِن شَاءُوا قَتَلُوا وَإِن شَاءُوا عَفَوْا. فَدُفِعَ الرَّجُلُ إِلَى وَلِيِّ الْمَقْتُولِ، إِلَى رَجُلٍ يُقَالُ لَهُ: حُنَيْنٌ مِن أَهْلِ ال حِيرَةِ فَقَتَلَهُ"[1]

"آپ رضی اللہ عنہ نے حکم دیا کہ قتل کرنے والے کو مقتول کے وارثوں کے حوالے کیا جائے۔اگر وہ چاہیں تو قتل کر دیں نہیں تو معاف کر دیں۔چنانچہ اسے مقتول کے وارثوں کے حوالے کر دیا گیا کو دے دیا گیا جسے قتل کر دیا"

اسی طرح صاحب احکام القرآن نے حضرت عمراور حضرت علی سے بھی اسی بات کی تاکید میں آثار نقل کئے ہیں۔[2]

جبکہ دیگر فقہاء نے حضرت علی کی اس روایت سے استدلال کیا ہے

«لَا يُقْتَلُ المسْلِمُ بكَافِرٍ»[3]

"کسی مومن کو کافر کے بدلے قتل نہیں کیا جائے گا"

مسلمان کو کافر کے بدلے قصاص کے طور پر قتل نہ کیا جائے، علامہ خطابی فرماتے ہیں۔

"لا يقتل مؤمن بكافر فيه البيان الواضح أن المسلم لا يقتل بأحد من الكفار كان المقتول منهم ذمياً أو معاهداً أو مستأمناً أو ما كان"-[4]

اس میں واضح بیان ہے کہ مسلمان کسی بھی کافر کو قتل کر دے تو قصاصا اسے قتل نہیں کیا جائے گا چاہے مقتول ذمی ہو، معاہد ہو، مستامن ہو یا کوئی اور ہو۔

بدرالدین عینی رحمۃ اللہ علیہ نے دوسرے گروہ جو اس بات کا قائل ہے کہ، مسلمان کو ذمی کے بدلے قتل نہیں کیا جائے گا، وہ یہ ہیں:

"وَأَن لَايقتل الْمُسلم بِكَافِر احْتج بِهِ عمر بن عبدالعَزِيز وَالْأَوْزَاعِيّ وَالثَّورِي وَابْن شبرمَة وَمَالك وَالشَّافِعِي وَأحمد وَإِسحَاق وَأَبُو ثَوْر على أَن المسلم لَا يقتل بالكافر"[5]

---

1 سنن کبری، احمد بن الحسین بن علی بن موسی، الخراسانی، ابو بکر البیہقی (المتوفی: 458ھ-)، المحقق: محمد عبد القادر عطا، دار الکتب العلمیۃ، بیروت –لبنات، الطبعۃ الثالثۃ، 1424 ھ- 2003م 59/8

2 احکام القرآن، الجصاص، 1 / 140 تا 141

3 صحیح بخاری، حدیث نمبر 6915، 12/9

4 معالم السنن، (الطباخ)، ابو سلیمان الخطابی، المحقق: محمد راغب الطباخ، حالۃ الفہرسۃ: مفہرس علی العناوین الرئیسیۃ، المطبعۃ حلب، سنۃ النشر: 1351 ھ- 1932م، 17/4

5 عمدۃ القاری شرح صحیح البخاری، امام العلامۃ بدرالدین ابی محمد محمود بن احمد العینی، دار احیاء التراث العربی- بیروت، 24 /66

اس میں امام اوزاعیؒ، ثوریؒ، امام شافعیؒ، امام احمد بن جنبلؒ، اسحاق بن راہویہؒ اور ابو ثورؒ[1] شامل ہیں۔
اس قول کی بنیاد پر دوسرا گروہ اس چیز کا قائل ہے کہ مسلمان کو ذمی کے بدلے میں قتل نہیں کیا جائے گا۔
جبکہ امام مالکؒ کے مطابق ہے کہ مسلمان کو ذمی کے قصاص میں اُس وقت قتل کیا جائے گا جب مسلمان نے دھوکے سے قتل کیا ہو۔
دھوکہ سے قتل یہ ہے کہ کسی بہانے اسے کہیں لے جائے اور خاموشی سے قتل کر دے۔
ذمی کے مسلمان قاتل سے قصاص نہ لینے کا ہر گز یہ مطلب نہیں ہے کہ اسے کوئی بھی سزا نہیں دی جائے گی بلکہ تادیبی سزا دی جائے گی اور قید و بند کی سزا دی جا سکتی ہے۔[2]
احناف اور دیگر اصحاب جو اس بات کے قائل ہیں کہ قصاصا مسلمان کو قتل کیا جائے گا وہ شوافع اور دیگر اصحاب کی ادلہ کے جواب میں کہتے ہیں کہ جہاں کافر ذمی کے بدلے مسلمان کو قتل نہ کیا جائے گا وہاں اس سے مراد حربی کافر ہے کیونکہ حربی مباح الدم ہوتا ہے اور ذمی کو ریاست کا تحفظ حاصل ہوتا ہے۔ اس معاملے میں وہ مسلمان کے برابر ہے۔[3]
جہاں تک موت کے قول کا تعلق ہے تو حضرت کا اپنا عمل اس کے بر عکس ہے کہ جس وقت ان کے پاس مسلمان کو لایا گیا کہ اس نے ذمی کو قتل کیا الزام کے ثبوت کے بعد آپ نے قتل کا حکم دیا اگرچہ بعد میں مقتول کے وارث دیت پر راضی ہوئے تو آپ نے فرمایا ان کی دیت ہماری دیت کے برابر ہے۔
شریعت اسلامیہ میں ذمی کے قتل پر مسلمان سے یا تو قصاص لیا جائے گا بصورت دیگر مقتول کے ورثا کی رضا مندی پر دیت دی جائے گی۔ رہی یہ بات کہ دیت کتنی ہونی چاہیئے تو احناف کے نزدیک تو مجرم سے قصاص ہی لیا جائے گا لیکن ورثا کی رضامندی پر دیت میں مسلمان و غیر مسلم دونوں برابر ہیں۔
صاحب ھدایہ لکھتے ہیں:

"ودية المسلم والذمي سواء"-[4]

"مسلمان اور ذمی کی دیت برابر ہے"۔

احناف کی دلیل حضرت ابن عباسؓ سے روایت ہے:

---

1 اسحاق بن راہویہ، 258ھ- 161ھ- نام ابو یعقوب إسحاق بن ابی الحسن ابراہیم بن مخلد بن ابراہیم بن عبد اللہ ابن مطر المعروف باابن راہویہ ہے، آپ حدیث اور فقہ کے پائے کے عالم تھے (وفیات الاعیان، ابن خلکان، 1 / 199) ابوثور ابراہیم بن خالد بن ابی الیمان الکلبی الفقیہ البغدادی شافعی المسلک تھے (وفیات الاعیان، ابن خلکان، 1 / 26)

2 عمدۃ القاری، 66/24

3 فتح الباری، شرح صحیح البخاری ابن حجر، احمد بن علی بن محمد العسقلانی، دار المعرفۃ بیروت، 1379، 261/12-262

4 الھدایۃ فی شرح بدایۃ المبتدی، علی بن ابی بکر بن عبد الجلیل الفرغانی المرغینانی، ابو الحسن برہان الدین (المتوفی: 593ھ-)، المحقق: طلال یوسف، دار احیاء التراث العربی - بیروت - لبنان، 461/4

"عمرو بن امیہ ضمری نے دو افراد کو قتل کر دیا ان افراد کا حضور سے معاہدہ تھا تو آپ ﷺ نے ان کی وہی دیت ادا کی جو مسلمان کی دیت ہے"۔[1]

امام زہری نے روایت کیا ہے کہ:

" قَالَ: " دِيَةُ اليَهُودِيِّ وَالنَّصرَانِيِّ وَالمجُوسِيِّ وَكُلِّ ذَمِّيٍّ مِثْلُ دِيَةِ الْمُسْلِمِ قَالَ: وَكَذَلِكَ كَانَتْ عَلَى عَهْدِ النَّبِيِّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَأَبِي بَكْرٍ , وَعُمَر، وَعُثْمَانَ" [2]

حضرت علیؓ فرماتے ہیں:

"دِيَةُ اليَهُودِيِّ، وَالنَّصْرَانِيِّ، وَكُلِّ ذَمِّيٍّ مِثْلُ دِيَةِ الْمُسْلِمِ" [3]

یہودی و نصرانی اور ہر ذمی کی دیت مسلمان کی دیت کے برابر ہے۔

حضرت امام ابو حنیفہؒ حضرت عبداللہ بن مسعودؓ کے اس قول "دِيَةُ الْمُعَاهِدِ مِثْلُ دِيَةِ الْمُسْلِمِ"[4] کے بارے میں فرماتے ہیں کہ "فهوقولی "یہی میری رائے ہے۔

امام شافعیؒ کے نزدیک ذمی کی دیت مسلمان کی دیت کی ایک تہائی ہے دلیل کے طور پر حضرت عمرو اور حضرت حسن کی روایت ذکر کرتے ہیں۔

"وَعَنْ عَمْرٍو، عَنِ الحَسَنِ، قَالَا: دِيَةُ الْيَهُودِيِّ وَالنَّصْرَانِيِّ أَرْبَعَةُ آلَافِ دِرْهَمٍ"[5]

"یہودی اور نصرانی کی دیت چار ہزار درہم ہے"۔

امام احمد بن جنبلؒ کے نزدیک ذمی کی دیت مسلمان کی دیت کے نصف ہے۔ دلیل کے طور پر عمرو بن شعیبؒ[6] کی روایت سے استدلال پیش کرتے ہیں۔

آپ ﷺ نے فرمایا:

---

1 سنن الدار قطنی، علی بن عمر الدار قطنی ابو الحسن، المحقق: عادل احمد عبد الموجود، علی محمد معوض، دار المعرفة، سنة النشر: 1422-2001ء، کتاب الحدود والدیات، ص: 360

2 المصنف، ابو بکر عبد الرزاق بن ہمام بن نافع، الصنعانی (المتوفی: 211ھ-)، المحقق: حبیب الرحمٰن الاعظمی، المجلس العلمی، الهند، یطلب من: المكتب الاسلامی –بیروت، الطبعة الثانية، 1403، 95/10-96

3 ایضا، 96/10

4 ایضا، 97/10

5 ایضا، 128/6

6 عمرو بن شعیب، م 118ھ، ابو ابراہیم عمرو بن شعیب، تابعی ہیں، ملاحظہ ہو: الاعلام، خیر الدین بن محمود بن محمد بن علی بن فارس، الزرکلی الدمشقی (المتوفی: 1396ھ-)، دار العلم للملایین، الطبعة: الخامسة عشر-ایار/مایو 2002م، 87/5

«دِيَةُ المعَاهِدِ نِصفُ دية الحرّ» [1]

"معاہد کی دیت آزاد مسلمان کی دیت کے نصف ہے"

امام مالکؒ، حضرت سلیمان بن یسارؒ تابعی کے اس قول:

"دِيَةُ الْمَجُوسِيِّ ثَمَانُ مِائَةِ دِرْهَمٍ" [2]

"مجوس کی دیت آٹھ سو درہم ہے"

پر عمل کرتے ہوئے کہتے ہیں کہ مجوس کے حکم میں دوسری بت پرست قوموں کو بھی داخل کرتے ہیں جسے ابن قدامہ نے فَصْلٌ دِيَةُ عَبَدَةِ الْأَوْثَانِ وَسَائِرِ مِنْ لَا كِتَابَ لَهُ کے تحت اس طرح ذکر کیا ہے کہ: " فَدِيَتُهُ دِيَةُ مَجُوسِيٍّ " [3]

مال کی حفاظت

ذمی کی جان کی طرح اس کے مال کی حفاظت کا ذمہ بھی اسلامی ریاست پر ہے کسی کو ان کے مال پر قبضہ کرنے اور ان کے املاک اور جائیداد سے ناجائز فائدہ اٹھانے کی اجازت نہ ہو گی۔ حضرت خالد بن ولید سے مروی ہے کہ:

میں آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ جنگِ خیبر میں تھا جنگ کے بعد یہودیوں نے آ کر شکایت کی کہ لوگ ہمارے پھلوں اور غلوں پر ٹوٹ پڑتے ہیں جب کہ یہ چیزیں کھلے میدان میں نہیں محفوظ جگہوں پر ہیں۔

یہود سے چونکہ معاہدہ ہو چکا ہے اس لیے آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ:

«أَلَا لَا تَحِلّ أَمْوَالُ المعاهِدينَ إلاّ بحقّها» [4]

"خبردار معاہدین کا مال تمہارے لیے حلال نہیں ہے مگر حلال طریقہ سے"۔

اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے عرفہ کے روز خطبہ دیتے ہوئے فرمایا:

« فإنّ دِمَاءَكُمْ وَأَموَالَكُمْ وَأَعرَاضَكُمْ عَلَيْكُمْ حَرَامٌ، كَحُرْمَةِ يَومِكُمْ هَذَا، فِي بَلَدِكُم هَذَا فِي شَهْرِكُم هَذَا» [5]

---

1 سنن ابی داوٗد، کتاب الدیات،، باب فی دیۃ الذمی، رقم الحدیث،4583، 194/4: حکم حدیث: قال البانی "حسن" فی حاشیۃ ابی داود، 194/4

2 الموطا، امام مالک، مالک بن انس بن مالک بن عامر الاصبحی المدنی (المتوفی: 179ھ)، المحقق: بشار عواد معروف۔، محمود خلیل، مؤسسۃ الرسالۃ سنۃ النشر: 1412ھ، 241/2

3 المغنی، 401/8

4 سنن ابی داوٗد، کتاب الاطعمہ، باب النہی عن اکل السباع، حدیث نمبر 3806، 356/3: حکم حدیث: قال البانی "ضعیف" فی حاشیۃ ابی داود، 356/3

5 صحیح بخاری، حدیث نمبر 1739، 176/2

'' بے شک تمہارے خون، تمہارے مال و دولت، تمہاری عزتیں سب تم پر حرام ہیں جیسے تمہارا یہ دن، تمہارے شہر میں اور تمہارے اس مہینہ مگر محترم ہے۔''

اسی طرح حضرت علی رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں:

" إِنَّمَا بَذَلُوا الْجِزْيَةَ لِتَكُونَ دِمَاؤُهُمْ كَدِمَائِنَا وَأَمْوَالُهُمْ كَأَمْوَالِنَا"[1]

"ان غیر مسلموں نے جزیہ اسی لیے ادا کیا کہ ان کا خون ہمارے خون کے برابر اور ان کا مال ہمارے مال کے درجہ میں آ جائے"۔

اسلامی ریاست مسلمانوں کی طرح ذمیوں کے مال و جائیداد کا تحفظ کرے گی، انھیں حق ملکیت سے بے دخل کرے گی نہ ان کی زمینوں اور جائیدادوں پر زبردستی قبضہ، حتیٰ کہ اگر وہ جزیہ نہ دیں، تو اس کے عوض بھی ان کی املاک کو نیلام وغیرہ نہیں کرے گی۔

ذمیوں کو مسلمانوں کی طرح خرید و فروخت، صنعت و حرفت اور دوسرے تمام ذرائع معاش کے حقوق حاصل ہوں گے، اس کے علاوہ، وہ شراب اور خنزیر کی خرید و فروخت بھی کر سکتے ہیں۔ نیز انھیں اپنی املاک میں مالکانہ تصرف کرنے کا حق ہوگا، وہ اپنی ملکیت وصیت و ہبہ وغیرہ کے ذریعہ دوسروں کو منتقل بھی کر سکتے ہیں۔ ان کی جائیداد انھیں کے ورثہ میں تقسیم بھی ہوگی، حتیٰ کہ اگر کسی ذمی کے حساب میں جزیہ کا بقایا واجب الادا تھا اور وہ مر گیا تو اس کے ترکہ سے وصول نہیں کیا جائے گا اور نہ اس کے ورثہ پر کوئی دباؤ ڈالا جائے گا۔

کسی جائز طریقے کے بغیر کسی ذمی کا مال لینا جائز نہیں ہے۔

عزت و قار کا تحفظ:

بلا تفریق مذہب تمام افراد کی عزت و قار کی حفاظت بھی مسلم ریاست کی ذمہ داری ہے۔ اقلیت ہونے کی وجہ کسی قسم کی تذلیل و توہین کسی کے لیے جائز نہیں۔

ابن عابدین لکھتے ہیں:

"كُفَّ الْأَذَى عَنْهُ وَتَحْرُمُ غِيبَتُهُ كَالْمُسْلِمِ "[2]

"اس کو تکلیف دینے سے رکنا واجب ہے اور اس کی غیبت ایسی ہی حرام ہے جیسی کسی مسلمان کی"

---

1 منار القاری شرح مختصر صحیح البخاری، حمزۃ محمد قاسم، راجعہ: الشیخ عبد القادر الارناؤوط، تصحیح ونشر: بشیر محمد عیون، مکتبۃ دار البیان، دمشق 1990م، 4/ 141

2 رد المحتار علی الدر المختار، ابن عابدین، محمد امین بن عمر بن عبد العزیز عابدین الدمشقی الحنفی (المتوفی: 1252ھ-)، دار الفکر- بیروت، الطبعۃ: الثانیۃ، 1412ھ- 1992م، 6/410

عدل وانصاف

تمام تر دیوانی و فوجداری قانونی معاملات جیسے ملکیت، قبضہ، چوری، زنا، الزام تراشی، قصاص کی سزا و جزا میں بلاامتیاز مسلم و غیر مسلم برابر ہیں۔ البتہ مذہبی معاملات جیسے نکاح، طلاق، وصیت، ہبہ، نان و نفقہ، عدت اور وراثت میں اسلام کے بجائے انہی کے مذہب کے مطابق فیصلہ ہوگا۔ مساوات و برابری تو یہ ہے کہ قصاص میں بھی برابری کا معاملہ رکھا گیا ہے۔

آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ذمی کے قتل پر مسلمان کو قتل کیے جانے کا حکم دے دیا۔

ارشادِ نبوی ہے:

«أَنَا أَحَقُّ مَنْ وَفَّى بِذِمَّتِهِ» [1]

"میں ان لوگوں میں سب سے زیادہ حقدار ہوں جو اپنا وعدہ وفا کرتے ہیں"

اسلامی خزانے سے غیر مسلم محتاجوں کی امداد

صدقات واجبہ مثلاً زکوۃ عشر کے علاوہ بیت المال کے محاصل کا تعلق جس طرح مسلمانوں کی ضروریات و حاجات سے ہے، اسی طرح غیر مسلم ذمیوں کی ضروریات و حاجات سے بھی ہے، ان کے فقراء و مساکین اور دوسرے ضرورت مندوں کے لیے اسلام بغیر کسی تفریق کے وظائف معاش کا سلسلہ قائم کرتا ہے۔ خلیفہ کی یہ ذمہ داری ہے کہ اسلامی ریاست کا کوئی شہری محروم المعیشت نہ رہے۔

جس طرح اسلامی بیت المال کسی مسلمان کے معذور ہو جانے یا بوجہ عمر رسیدگی اور غربت کے محتاج ہو جانے پر کفالت کی ذمہ داری لیتا ہے اسی طرح اسلامی بیت المال پر ایک غیر مسلم کے معذور ہونے یا عاجز ہونے کی صورت میں اس کی کفالت لازم ہے۔

حضرت سعید بن مسیب رضی اللہ عنہ سے ایک روایت ہے:

"أن رسول االله صلي الله عليه وآله وسلم تَصَدَّقَ صَدَقَةً عَلَى أَهْلِ بَيْتٍ مِنَ الْيَهُودِ، فَهِيَ تُجْرَى عَلَيْهِمْ "[2]

"رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے یہودیوں کے ایک گھرانہ کو صدقہ دیا اور (حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے وصال کے بعد بھی) وہ انہیں دیا جارہا ہے"۔

حضرتِ عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا ایک جگہ سے گزر ہوا تو آپ رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے ایک بوڑھے نابینا یہودی بھیک مانگتے ہوئے دیکھا۔ آپ نے اس سے پوچھا:

---

1 سنن کبری، احمد بن الحسین بن علی بن موسی الخُسْرَوجِردی الخراسانی، ابو بکر البیہقی، حدیث نمبر 15918، 56/8: حکم حدیث: قال ابو بکر البیہقی "مرسلا"، السنن الکبری، 56/8

2 کتاب الاموال، ابوعُبید القاسم بن سلام، 728/1

"فَمَاأَلجَأَكَ إِلَى مَاأَرَى؟ قَالَ: أَسأَلُ الجِزْيَةَ وَالْحَاجَةَ وَالسِّنَّ. قَالَ: فَأَخَذَ عُمَرُ بِيَدِهِ، وَذَهَبَ بِهِ إِلَى مَنْزِلِهِ فَرَضَخَ1 لَهُ بِشَيْءٍ مِنَ الْمَنْزِلِ، ثُمَّ أَرسَلَ إِلَى خَازِنِ بَيْتِ الْمَالِ فَقَالَ: انْظُرْ هَذَا وَضُرَبَاءَهُ؛ فَوَاللَّهِ مَا أَنْصَفْنَاهُ أَن أَكلنَا شبيته ثُمَّ نَخْذُلُهُ عِندَ الهَرَمِ"[1]

" اس پر تمہیں کس بات نے مجبور کیا ہے ؟اس بوڑھے نے کہا کہ بوڑھا ضرورت مند ہوں اور جزیہ بھی دینا ہے۔ حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے اس کا ہاتھ پکڑا اور گھر لائے اور اسے اپنے گھر سے کچھ دیا، پھر اسے بیت المال کے خازن کے پاس بھیجا اور حکم دیا کہ اس کا اور اس جیسے اور لوگوں کا خیال رکھو اور ان سے جزیہ لینا موقوف کردو۔ کیونکہ یہ کوئی انصاف کی بات نہیں ہے کہ ہم نے ان کی جوانی میں ان سے جزیہ وصول کیا اور اب بڑھاپے میں ان کو اس طرح رسوا کریں"۔

حضرت ابوبکرؓ کے دور خلافت میں حضرت خالد بن ولیدؓ نے اہل حیرہ کے لیے جو عہد نامہ لکھا وہ حقوق معاشرت میں مسلم اور غیر مسلم کی ہمسری کی روشن مثال ہے:

" وَجَعَلتُ لَهُمْ أَيُّمَا شَيخٍ ضَعُفَ عَنِ العَمَلِ أَوْ أَصَابَتْهُ آفَةٌ مِنَ الآفَاتِ أَوْ كَانَ غَنِيا فَافْتَقَرَ وَصَارَ أَهْلُ دِينِهِ يَتَصَدَّقُونَ عَلَيهِ طَرَحْتُ جِزْيَتَهُ وَعِيلَ مِنْ بَيْتِ مَالِ الْمُسْلِمِينَ وَعِيَالُهُ مَا أَقَامَ بِدَارِ الْهِجْرَةِ وَدَارِ الإِسْلامِ؛ فَإِنْ خَرَجُوا إِلَى غَيْرِ دَارِ الْهِجْرَةِ وَدَارِ الإِسلامِ "[2]

"اور میں یہ طے کرتا ہوں کہ اگر ذمیوں میں سے کوئی ضعف پیری کی وجہ سے ناکارہ ہو جائے، یا آفت ارضی و سماوی میں سے کسی آفت میں مبتلا ہو جائے، یا ان میں سے کوئی مالدار محتاج ہو جائے اور اس کے اہل مذہب اس کو خیرات دینے لگیں، تو ایسے تمام اشخاص سے جزیہ معاف ہے۔اور بیت المال ان کی اور ان کی اہل و عیال کی معاش کا کفیل ہے۔جب تک وہ دارالاسلام میں مقیم رہیں"

منصب وملازمت:

اسلامی آئین سے وفاداری کی شرط پوری نہ کرنے کی وجہ سے اہل ذمہ پالیسی ساز اداروں، تفویض وزارتوں اور ان مناصب پر فائز نہیں ہو سکتے ہیں، جو اسلام کے نظامِ حکومت میں کلیدی حیثیت رکھتے ہیں، بقیہ تمام ملازمتوں اور عہدوں کے دروازے ان کے لیے کھلے ہیں۔

اسلامی مملکت میں مسلم و غیر مسلم شہری ہر ایک کو مساوی حق ہے کہ پاکستان میں تجارت کریں، صنعت و زراعت کا پیشہ اپنائیں غرضیکہ جس کام کو کرنا چاہیں کریں، لیکن اس بات کا خیال رکھیں جس سے کسی دوسرے مذہب

---

1 الخراج، ابو یوسف یعقوب بن ابراہیم بن حبیب بن سعد بن حبتۃ الانصاری (المتوفی : 182ھ-)،المکتبۃ الازہریۃ للتراث، تحقیق: طہ عبدالرءوف سعد، سعد حسن محمد،طبعۃ جدیدۃ مضبوطۃ- محققۃ ومفہرسۃ،139/1

2 ایضا،157/1

والے کی دل آزاری نہ ہو، اپنے کام کی وجہ سے کسی دوسرے کی تجارت یا صنعت و حرفت پر اثر نہ پڑے۔ یہ اسلامی شریعت میں بھی ناجائز ہے۔

ارشادالٰہی ہے:

﴿وأن لّيس لِلإنسَانِ إلّا ما سَعى﴾[1]

"اور بے شک انسان کے لیے وہی کچھ ہے جس کی اس نے کوشش کی ہے"

پیشوں کے اعتبار سے غیر مسلم شہری کوئی بھی پیشہ اختیار کر سکتے ہیں اور مسلمانوں کو ان سے اُجرت پر کام کروانے کی کسی قسم کی کوئی ممانعت نہیں ہے۔ اسلام میں کسی بھی پیشے کی وجہ سے کسی بھی غیر مسلم سے کسی بھی قسم کی کوئی دوری رکھنے کا کوئی بھی تصور نہیں ہے، تجارتی معاملات میں جو ٹیکس مسلمان دیتے ہیں وہ ان کو بھی دینا ہو گا۔

اسی کی تائید میں ماوردی نے ذمیوں کی پوزیشن ظاہر کرتے ہوئے لکھا ہے:

"وَيَجوزُ أَن يَكُونَ هَذَا الوَزِيرُ مِنْ أَهْلِ الذِّمَّةِ، وَإِنْ لَمْ يَجُزْ أَنْ يَكُونَ وَزِيرُ التَّفْوِيضِ مِنهُمْ وَيَكُونُ الْفَرقُ بيْنَ هَاتَيْنِ الْوَزَارَتَيْنِ بِحَسَبِ الْفَرْقِ بَيْنَهُمَا فِي النَّظَرَيْنِ، وَذَاكَ مِنْ أَرْبَعَةِ أَوْجُهٍ:

أَحَدُهَا: إِنَّهُ يَجُوزُ لِوَزِيرِ التَّفْوِيضِ مُبَاشَرَةُ الْحُكْمِ وَالنَّظَرُ فِي المظَالِمِ؛ وَلَيْسَ ذَلِكَ لِوَزِيرِ التَّنْفِيذِ.

والثَّانِي: إِنَّهُ يَجُوزُ لِوَزِيرِ التَّفْوِيضِ أَنْ يَسْتَبِدَّ بِتَقْلِيدِ الْوُلَاةِ وَلَيْسَ ذَلِكَ لِوَزِيرِ التَّنفِيذِ.

والثَّالِثُ: إِنَّهُ يَجُوزُ لِوَزِيرِ التَّفْوِيضِ أَنْ يَنْفَرِدَ بِتَسْيِيرِ الْجُيُوشِ وَتَدْبِيرِ الْحُرُوبِ، وَلَيْسَ ذَلِكَ لِوَزِيرِ التَّنْفِيذِ.

والرَّابِعُ: إِنَّهُ يَجوزُ لِوَزِيرِ التَّفْوِيضِ أَنْ يَتَصَرَّفَ فِي أَمْوَالِ بَيْتِ الْمَالِ بِقَبْضِ مَا يَسْتَحِقُّ لَهُ، وَبِدَفْعِ مَا يَجِبُ فِيهِ، وَلَيْسَ ذَلِكَ لِوَزِيرِ التَّنْفِيذِ، وَلَيْسَ فِيمَا عَدَا هَذِهِ الْأَرْبَعَةِ مَا يَمْنَعُ أَهْلَ الذِّمَّةِ مِنْهَا، إِلَّا أَنْ يَسْتَطِيلُوا فَيَكُونُوا مَمْنُوعِينَ مِنَ الِاسْتِطَالَة"۔[2]

"ایک ذمی وزیر تنفیذ ہو سکتا ہے، مگر وزیر تفویض نہیں۔ جیسے ان دونوں عہدوں کے اختیارات میں فرق ہے، ایسے ہی ان کی شرائط میں بھی فرق ہے۔ یہ فرق چار صورتوں سے نمایاں ہوتا ہے:

---

1 النّجم: 53/ 39

2 الاحکام السلطانیۃ، ابوالحسن علی بن محمد بن محمد بن حبیب البصری البغدادی، الشہیر بالماوردی (المتوفی: 450ھ-) دار الحدیث، القاہرۃ، 58/1

پہلے یہ کہ وزیر تفویض خود ہی احکام نافذ کر سکتا ہے اور فوج داری مقدمات کا تصفیہ کر سکتا ہے، یہ اختیارات وزیر تنفیذ کو حاصل نہیں۔

دوسرے یہ کہ وزیر تفویض کو سرکاری عہدے دار مقرر کرنے کا حق ہے، مگر وزیر تنفیذ کو یہ حق حاصل نہیں ہے۔

تیسرے یہ کہ وزیر تفویض تمام جنگی انتظامات خود کر سکتا ہے وزیر تنفیذ کو یہ حق حاصل نہیں ہے۔

چوتھے یہ کہ وزیر تفویض کو خزانے پر اختیار حاصل ہے وہ سرکاری مطالبہ وصول کر سکتا ہے اور جو کچھ سرکار پر واجب ہے اسے ادا کر سکتا ہے۔ یہ حق بھی وزیر تنفیذ کو حاصل نہیں ہے۔ ان چار شرطوں کے علاوہ اور کوئی بات ایسی نہیں جو ذمیوں کو اس منصب پر فائز ہونے سے روک سکے"۔

بابِ چہارم

آئینِ پاکستان اور معاہداتِ نبویہ میں غیر مسلم شہریوں کے حقوق وفرائض

(تقابلی جائزہ)

فصلِ اوّل: غیر مسلم شہریوں کے حقوق وفرائض، معاہداتِ نبویہ سے استفادہ

فصلِ دوم: قانون توہینِ رسالت ومذہبی شعائراور اسکی تطبیقات

فصلِ سوم: پاکستانی آئین و قانون میں اصلاحات وتوضیحات، معاہداتِ نبویہ

فصلِ اوّل

غیر مسلم شہریوں کے حقوق و فرائض، معاہداتِ نبویہ سے استفادہ

.برطانوی حکومت نے پاکستان کو آزادی کی نوید آزادی ہند مجریہ ۱۹۴۷ کے سیکشن ۸ کے تحت ۱۸ جولائی ۱۹۴۷ کو سنائی[1]۔ جس کا مقصد مسلمانوں کے لیے ایک آزاد مملکت کا حصول تھا جس میں وہ اپنی مرضی سے اسلامی تعلیمات کے مطابق قانون سازی کر سکیں۔ چونکہ پاکستان کے وجود کا مقصد اسلام کی حقیقی روح کو پاکستانی باشندوں میں پھونکنا تھا اور یہ اسی وقت ہی ممکن تھا کہ جب پاکستانی باشندوں کی رہنمائی کے لیے بنائے گئے اصول اسلامی تعلیمات کے مطابق ہوں۔

اب جبکہ مملکت خداداد پاکستان میں نمائندوں کے پاس مکمل مواقع تھے کہ اسے حصول پاکستان کے مقاصد کو سامنے رکھتے ہوئے اس کی خاکہ نگاری کرتے جیساکے یہ بات روز روشن کی طرح عیاں تھی کہ برصغیر کے مسلمانوں کے لیے ایک ایسے خطے کی ضرورت ہے جہاں وہ اپنی انفرادی زندگی اور اجتماعی زندگی کو قرآن و سنت کے مطابق گزارنے کا اہتمام کریں، تو اس کا اہتمام بانیان پاکستان نے خوب کیا جس کی جھلک جگہ جگہ دیکھنے کو ملتی ہے جیساکہ 13 اپریل 1948ء کو اسلامیہ کالج پشاور میں تقریر کرتے ہوئے بانی پاکستان نے فرمایا:

" ہم نے پاکستان کا مطالبہ زمین کا ایک ٹکڑا حاصل کرنے کے لیے نہیں کیا بلکہ ہم ایسی جائے پناہ چاہتے تھے جہاں ہم اسلامی اصولوں کے مطابق زندگی بسر کر سکیں"۔[2]

قائداعظم محمد علی جناح نے 1945-1946ء کی انتخابی مہم کے دوران بار بار کہا کہ ہم پاکستان کو ایک خوشگوار اور خوشحال ملک بنانا چاہتے ہیں۔ پاکستان میں ایک ایسا معاشرہ پروان چڑھایا جائے گا جو اسلام کے عدل وانصاف پر مبنی اصولوں پر قائم ہوگا جہاں خوشی اور خوشحالی کا چلن عام ہوگا۔[3]

آل انڈیا مسلم سٹوڈنٹس فیڈریشن کے اجلاس منعقدہ 15 نومبر 1942ء میں قائداعظم نے وہ بصیرت افروز اور چشم کشا خطاب کیا جسکی ضیاء باری سے آج بھی تاریخ پاکستان روشن ہے۔

---

1 Indian Independence Act of 18 July, 1947

2 پاکستان بنانے کا مقصد (افکار اقبال و قائد اعظم کی روشنی میں)، حکیم سید محمود احمد سرو سہارنپوری، ص: 55

3 ایضا

قائدِ اعظم نے فرمایا:

" مجھ سے اکثر پوچھا جاتا ہے کہ پاکستان کا طرز حکومت کیا ہو گا؟ پاکستان کے طرز حکومت کا تعین کرنے والا میں کون ہوتا ہوں۔ مسلمانوں کا طرز حکومت آج سے تیرہ سو سال قبل قرآن کریم نے وضاحت کے ساتھ بیان کر دیا تھا۔ الحمد للہ، قرآن مجید ہماری رہنمائی کے لیے موجود ہے اور قیامت تک موجود رہے گا"۔[1]

دستورِ پاکستان بنانے کے لیے جب دستور ساز اسمبلی کام کر رہی تھی تو قائدِ اعظم نے فروری میں امریکی عوام کے نام اپنے نشری پیغام میں کہا کہ:

"میں نہیں جانتا کہ اس آئین کی حتمی شکل کیا ہو گی لیکن مجھے یقین ہے کہ یہ جمہوری طرز کا ہو گا جس میں اسلام کے بنیادی اصول متشکل ہوں گے۔ یہ اصول آج بھی عملی زندگی میں اسی طرح قابل عمل ہیں جس طرح آج سے تیرہ سو سال پہلے تھے۔ اسلام اور اسکی مثالیت نے ہمیں جمہوریت کا درس دیا ہے۔ اس نے انسانی مساوات، عدل اور ہر شخص سے منصفانہ برتاؤ سکھایا ہے۔ ہم ان درخشاں روایات کے وارث ہیں اور پاکستان کا آئندہ آئین بنانے والوں کی حیثیت سے ہمیں اپنی ذمہ داریوں کا پورا احساس ہے"۔[2]

بانیان پاکستان نے انہیں اسلامی اصولوں کے پیش نظر دستور ساز اسمبلی میں جانے والے ہر فرد کے لیے یہ پیغام چھوڑا کہ اسلام اور اسکی مثالیت نے ہمیں جمہوریت کا درس دیا ہے۔ اس نے انسانی مساوات، عدل اور ہر شخص سے منصفانہ برتاؤ سکھایا ہے اس کا تعلق خواہ کسی بھی رنگ، نسل، زبان، مذہب، یا عقیدہ سے ہو اس کے لیے بنایا جانے والا قانون اسلامی اصولوں اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی سیرت کی روشنی سے ہی مستعار ہو۔

قائدِ اعظم کی دستور ساز اسمبلی کی پہلی تقریر کو دیکھا جائے تو واضح ہو جاتا ہے کہ قائد نے بھی مسلم و غیر مسلم کا فرق کیے بغیر اسلامی اصولوں اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے معاہدات کو سامنے رکھتے ہوئے فرمایا:

"تم آزاد ہو، اس مملکت میں تم اپنے مندروں میں آزادانہ جا سکتے ہو اور مساجد اور دوسری عبادت گاہیں عبادت کے لیے ہیں، تمہارا مذہب، تمہاری ذات، تمہارا عقیدہ کچھ بھی ہو، کاروبار مملکت کا اس سے کوئی تعلق نہیں ہے۔۔۔ ہم اس اصول کی بنا پر آغاز کار کر رہے ہیں کہ ہم تمام شہری ہیں اور ایک مملکت کے مساوی شہری ہیں"۔[3]

---

1 پاکستان بنانے کا مقصد (افکار اقبال و قائدِ اعظم کی روشنی میں)، ص: 56

2 Rare Speeches of Mr. M.A.Jinnah, M.Umar, p: 252

3 Constituent Assembly of Pakistan Debates, Sunday 10th August and Monday 11thAugust 1947, Vol.1&2, 1947, p: 18-20.

اسلامی ریاست مدینہ میں آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے سب سے پہلے تحریری معاہدے میں یہودیوں کو مذہبی آزادی جو ان کا حق اور ریاست کی وفاداری کا عہد ان سے لیا گیا جو ان کی ذمہ داری اور فرائض قرار پائے۔اس اصول کے تحت بانی پاکستان نے یہ قرار دیا کہ پاکستان میں تمام غیر مسلموں اور رعایا کو عقیدہ،مذہب، جان ومال اور عزت وآبرو کے تحفظ کی ضمانت حاصل ہوگی۔ وہ انسانی بنیاد پر شہری آزادی اور بنیادی حقوق میں مسلمانوں کے برابر شریک ہوں گے۔ قانون کی نظر میں سب کے ساتھ یکساں معاملہ کیا جائے گا،بحیثیت انسان کسی کے ساتھ کوئی امتیاز روا نہیں رکھا جائے گا۔ ان پر وہی واجبات اور ذمہ داریاں عائد ہوں گی،جو مسلمانوں پر عائد ہیں،انھیں وہی حقوق حاصل ہوں گے جو مسلمانوں کو حاصل ہیں اور ان تمام مراعات وسہولیات کے مستحق ہوں گے، جن کے مسلمان ہیں۔

اسی بارے میں علامہ کاسانی لکھتے ہیں :

"بِقَبُولِ عَقْدِ الذِّمَّةِ صَارَ لَهُ مَا لِلْمُسْلِمِينَ وَعَلَيْهِ مَا عَلَى الْمُسْلِمِينَ "[1]

"اگر وہ ذمہ قبول کرلیں، توانھیں بتادو کہ جو حقوق ومراعات مسلمانوں کو حاصل ہیں، وہی انکو بھی حاصل ہوں گی اور جو ذمہ داریاں مسلمانوں پر عائد ہیں وہی ان پر بھی عائد ہوں گی"۔

پاکستانی آئین و قانون جو کے اسلامی اصولوں اور سیرت نبی صلی اللہ علیہ وسلم کا عکاس ہے اس میں جہاں مسلم شہریوں کے حقوق وفرائض کا خیال رکھا گیا ہے وہاں غیر مسلم شہریوں کے حقوق وفرائض کا نہ صرف خیال رکھا گیا ہے بلکہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے معاہدات سے بھی خوب استفادہ کرتے ہو غیر مسلم شہریوں کے لیے امن وآتشی کا پیغام ہے۔

معاہداتِ نبویہ سے استفادہ کے نظائر

معاہداتِ نبویہ اور پاکستانی آئین و قانون کے مطالعہ کے بعد یہ کہنا آسان ہے کہ غیر مسلموں کے حقوق وفرائض کے لیے قانون دانوں و قانون سازوں نے معاہدات سے خوب استفادہ کیا ہے۔ یہاں پر پہلے حقوق اور بعد میں فرائض کی چند نظائر حسب ذیل ہیں۔

حقوق کے نظائر

عقیدہ ومذہب کی آزادی

ہر شہری کے یہ بنیادی حقوق ہوتے ہیں۔

---

1 بدائع الصنائع،الکاسانی، 37/2

ملک پاکستان کے قانون دانوں نے آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے معاہدات آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی حیات طیبہ کے انمول موتیوں کو سامنے رکھتے ہوئے پاکستانی آئین و قانون کو مدون کیا۔ جس کی نظائر ہمیں یہاں دیکھی جاسکتی ہیں۔

پاکستانی آئین آرٹیکل نمبر 20 جز الف :

ا۔" پاکستانی ہر شہری کو اپنے مذہب کی پیروی کرنے اس پر عمل کرنے اور اس کی تبلیغ کرنے کا حق ہوگا"۔[1]

آرٹیکل نمبر 22 جز الف میں ہے کہ :

"کسی بھی شخص کو مذہبی تعلیم حاصل کرنے یا کسی مذہبی تقریب میں حصہ لینے یا مذہبی عبادت میں شرکت کرنے پر مجبور نہیں کیا جائے گا"۔[2]

جبکہ اسلام رواداری اور برداشت سکھاتا ہے، مذہب و عقیدے میں تنگ نظری کا قائل نہیں اور اسلام غیر مسلموں کے عقیدہ و مذہب تسلیم کرتا ہے۔

ڈاکٹر حمید اللہ لکھتے ہیں:

"قرآن مجید میں ہمیں یہ اصول ملتا ہے کہ ہر مذہبی کمیونٹی کو کامل داخلی خود مختاری دے دی جائے حتیٰ کہ انہیں نہ صرف عقائد کی آزادی حاصل ہو بلکہ وہ اپنی عبادت اپنے مذہبی طریقے پر کر سکیں"۔[3]

اس مذہبی آزادی کو نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے غیر مسلموں کے ساتھ کیے گیے معاہدات کی روشنی میں دیکھا جائے تو ہمارے سامنے سب سے پہلے کیا جانے والا میثاق " میثاق مدینہ،، اس کی دفعات 25 تا 35 میں فرد کو مذہبی آزادی کے حقوق دیئے گیے ہیں۔ ان دفعات میں تمام قبائل کو اپنے اپنے دینی عقائد میں آزادی کا حق دیا گیا ہے« لِلْيَهُودِ دِينُهُمْ وَلِلْمُؤْمِنِينَ دِينُهُمْ »[4] کے الفاظ سے واضح ہوتا ہے کہ اسلام کا موقف کتنا واضح ہے کہ یہود کے لیے ان کا اپنا دین ہے اور مسلمانوں کے لیے ان کا اپنا دین ہے۔ اس کے علاوہ بھی آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے معاہدات سے بے شمار شواہد ملتے ہیں چنانچہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے شاہان حمیر، ہمدان، بنی حارث بن کعب اور نجران کی طرف جو تحریریں بھیجیں ان میں عقیدہ مذہب کی آزادی کے متعلق واضح احکام موجود ہیں۔

آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ہمیشہ مذہبی آزادی کو ملحوظ خاطر رکھا۔

---

1 آئین اسلامی جمہوریہ پاکستان 1973، آرٹیکل: 20 جز الف

2 ایضا: آرٹیکل: 27

3 رسول اکرم کی سیاسی زندگی، ص: 162

4 الاموال لابن زنجویہ، 466/2

آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا:

«وَمَنْ كَانَ عَلَى نَصْرَانِيَّتِهِ أَوْ يَهُودِيَّتِهِ فَإِنَّهُ لا يُرَدُّ عَنْهَا» [1]

''جو کوئی یہودی یا نصرانی ہے اسے اس کے مذہب سے نہیں ہٹایا جائے گا''۔

اسی طرح صلح حدیبیہ میں آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے احترام مذہب کو ملحوظ رکھتے ہوئے حضرت علیؓ کو بسم اللہ کی جگہ «باسمک اللھم» لکھوایا

اور اسی موقع پر محمد صلی اللہ علیہ وسلم کی جگہ حضرت علی کو محمد بن عبداللہ لکھنے کا حکم دیا تو علیؓ کے مٹانے سے انکار پر آپ خود ذات مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم نے مٹایا اور « محمد بن عبدااللہ» ہی لکھا

یہاں پر آپ نے اپنے ہاتھوں سے مذہبی عداوت و کینہ کی بیخ کنی اس طرح فرمائی کہ "محمد رسول اللہ" کی جگہ " محمد بن عبدااللہ" لکھ کر احترام مذہب کی مضبوط دیوار کھڑی کی۔

اکراہ اسلام میں دخول سے منع فرما کر نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے احترام مذہب کی اعلیٰ مثال قائم کر دی۔

وثیقہ نمبر 94 میں آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

«ولا يغيّر أسقف عن أسقفيّته ولا راهب من رهبانيته» [2]

غیر مسلموں کے مذہبی شعائر و تہوار کا احترام

پاکستانی آئین کی خوبصورتی یہ ہے کہ اسے صفحہ قرطاس میں لانے والوں نے غیر مسلموں کے مذہبی شعائر و تہوار کے احترام کو بھانپتے ہوئے آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی سیرت سے خوب استفادہ کیا جس کی تصویر آئین پاکستان میں جگہ جگہ نظر آتی ہے۔

آرٹیکل 296 میں ہے کہ:

"جو کوئی کسی جائز طریقہ پر مذہبی عبادت یا مذہبی رسومات کی ادائیگی میں مصروف ہو، عملا خلل ڈالے تو اسے کسی ایک قسم کی سزائے قید اتنی مدت کے لئے دی جائے گی جو ایک سال تک ہو سکتی ہے یا جرمانے کی سزائیں دی جائیں گی"۔[3]

اسی طرح آرٹیکل 297 میں ہے کہ:

---

1 السیرۃ النبویۃ لابن ہشام، 596/2

2 سبل الہدی والرشاد فی سیرۃ خیر العباد، 420/6

3 آئین اسلامی جمہوریہ پاکستان 1973، آرٹیکل 296

"جو کوئی کسی شخص کے مذہب کی تذلیل کرنے کی نیت سے یا اس علم سے کہ اس طرح سے کسی کے جذبات مجروح ہونے یا کسی کے مذہب کی تذلیل کرنے کا احتمال کرے، کسی عبادت گاہ میں یا کسی ایسی جگہ جو رسومات تدفین کے لیے ہوں، بے جا مداخلت کرے تو اسے کسی ایک سزائے قید اتنی کہ جو ایک سال تک ہو سکتی ہے یا جرمانے کی سزائیں دی جائیں گی"۔[1]

پاکستان میں بسنے والے غیر مسلم شہریوں کو ان کے عقائد و رسومات میں شرکت کرنے اور مذہبی عقائد کے مطابق زندگی گزارنے کا مکمل حق حاصل ہے۔ جو نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے اہل نجران سے اس معاہدے کا منہ بولتا ثبوت ہے۔ جس میں آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے نہ صرف انہیں بلکہ ان کے ہم مشربوں کو بھی عقائد و رسوم اور مذہب کے تحفظ کی ذمہ داری دی۔ اس کے متعلق ڈاکٹر حمید اللہ نے آپ صلی اللہ علیہ وسلم کا اہل نجران کے معاہدہ نمبر 96، 97 کے الفاظ اس طرح ذکر کیے:

"إذاصارت النصرانية عند المسلم، فعليه أن يرضى بنصرانيتها، ويتبع هواها في الاقتداء بروٴسائها، والأخذ بمعالم دينها،ولا يمنعها ذلك. فمن خالف ذلك وأكرهها على شيء من أمر دينها، فقد خالف عهد الله وعصى ميثاق رسوله، وهو عند الله من الكاذبين"[2]

" اگر کوئی نصرانی عورت مسلمان کے گھر میں ہو تو اسے اپنے مذہبی شعائر ادا کرنے کی اجازت ہے۔ وہ عورت جب چاہے اپنے علماء سے مسائل دریافت کر سکتی ہے۔ جو شخص اپنی نصرانی بیوی کو اس کے مذہبی شعائر ادا کرنے سے منع کرے گا وہ خدا اور رسول کی طرف سے ان کو دیئے گئے میثاق کا مخالف اور عند اللہ کاذب ہو گا"۔

غیر مسلم عبادت خانوں اور مقدس مقامات کا احترام

آرٹیکل نمبر 20 جز الف، ب، میں ہے کہ:

ا۔ پاکستانی ہر شہری کو اپنے مذہب کی پیروی کرنے، اس پر عمل کرنے اور اس کی تبلیغ کرنے کا حق ہو گا۔

ب۔ ہر مذہبی گروہ و فرقے کو اپنے مذہبی ادارے قائم کرنے، برقرار رکھنے اور ان کا انتظام کرنے کا حق ہو گا۔[3]

آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا۔

ارشاد نبوی ہے:

«ولا يغيّر أسقف عن أسقفيّته ولا راهب من رهبانيته» [4]

---

1 آئین اسلامی جمہوریہ پاکستان 1973، آرٹیکل 297

2 مجموعۃ الوثائق السیاسیۃ، 189/1

3 آئین اسلامی جمہوریہ پاکستان 1973، آرٹیکل 20

4 سبل الہدی والرشاد، 420/6

"اور ان کو ان کے کسی عہدے سے راہب کو ان کی رہبانیت سے اور کاہن کو ان کی کہانت سے نہیں ہٹایا جائے گا"

معاہداتِ نبویہ کے مطابق غیر مسلموں کی عبادت گاہوں کا احترام اسلامی ریاست کی ذمہ داری ہے۔

ملازمت کا حق

آرٹیکل نمبر 27 میں ہے:

"پاکستانی کسی شہری کے ساتھ جو باعتبار دیگر پاکستان کی ملازمت میں تقرر کا اہل ہو، کسی ایسے تقرر کے سلسلے میں محض نسل، مذہب، ذات پات، سکونت یا مقام پیدائش کی بناء پر امتیاز روا نہیں رکھا جائے گا۔ مگر شرط یہ کہ یوم آغاز سے زیادہ سے زیادہ چالیس سال کی مدت تک کسی طبقے یا علاقے کے لوگوں کے لئے آسامیاں محفوظ کی جا سکیں گی تا کہ پاکستان کی ملازمت میں ان کو مناسب نمائندگی حاصل ہو جائے"[1]

اور مزید ملازمت کے حوالے سے آرٹیکل 36 میں اقلیتوں کو اس انداز میں تحفظ دیا گیا ہے کہ:

"مملکت، اقلیتوں کے جائز حقوق اور مفادات کا، جن میں وفاقی اور صوبائی ملازمتوں میں ان کی مناسب نمائندگی شامل ہے، تحفظ کرے گی"[2]

معاہدات نبویہ میں غیر مسلم کے امام و پیشواؤں کو جو تکریم دی گئی ہے یہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم ہی کا خاصہ ہے اور احترام مذاہب کی روشن و تابندہ مثال ہے۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم دنیا میں شرف و منزلت عطا کرنے کے لیے تشریف لائے اور اس میں مسلم و غیر مسلم کا لحاظ نہ رکھا۔ معاہدین کے ساتھ معاہدہ کے وقت بھی آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے اس بات کو ملحوظ رکھا اور انہیں ان کے مناصب و مراتب پر فائز رکھا۔

آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

«ولا يغيّر أسقف عن أسقفيّته ولا راهب من رهبانيته» [3]

"اور ان کو ان کے کسی عہدے سے راہب کو ان کی رہبانیت سے اور کاہن کو ان کی کہانت سے نہیں ہٹایا جائے گا"

1 آئین اسلامی جمہوریہ پاکستان 1973ء، آرٹیکل 27

2 ایضا، آرٹیکل 36

3 سبل الہدی والرشاد، 420/6

فرد کی سلامتی

دستورِ پاکستان میں بلا تمیز رنگ و نسل اور عقیدہ و مذہب ہر شہری کی زندگی کے تحفظ کی ضمانت دی گئی ہے اور یہ کے اسے ہر طرح کی پوری آزادی حاصل ہو گی۔
کسی بھی شہری کو غیر قانونی طریقے سے قید نہیں کیا جائے گا۔ مختصرا یہ کہ انسانی زندگی اور آزادی کا پاکستانی آئین میں مکمل تحفظ دیا گیا ہے۔

آرٹیکل 9 میں فرد کی سلامتی کے بارے میں ہے کہ:

"کسی شخص کو زندگی یا آزادی سے محروم نہیں کیا جائے گا سوائے جب کہ قانون اس کی اجازت دے"۔[1]

انسانی ضروریات میں سے سب سے اہم اور پہلی ضرورت اسکی جان کی حفاظت اور زندگی کی ضمانت ہے۔ اسلام جو کہ دین کامل ہے اس نے ہر انسان کی جان کو محترم قرار دیا ہے۔ اور ہادی کامل صلی اللہ علیہ وسلم غیر مسلموں کے ساتھ معاہدات کرکے نہ صرف اس حق کو مسلمان تک محدود رکھا بلکہ انہیں بھی پورا پورا حق عطا فرمایا۔ یہ معاہدات و امان نامے خواہ نجران کے عیسائیوں کے لیے ہوں یا اہل مقناہ والوں کے لیے ہوں، اہل تیما کے یہودی بنی عادی، صلح حدیبیہ کے وقت قریش مکہ کو تجارتی سفر کے وقت امان نامہ ہو، یا میثاق مدینہ کی دفعات 14، 16، 21، 25، اور 40 ہوں ہر جگہ پر نفس انسانی کی حفاظت کا ذکر ملتا ہے۔

جان کے تحفظ میں ایک مسلمان اور غیر مسلم دونوں برابر ہیں دونوں کی جان کا یکساں تحفظ واحترام کیا جائے گا اسلامی ریاست کی یہ ذمہ داری ہے کہ وہ اپنی غیر مسلم رعایا کی جان کا تحفظ کرے اور انھیں ظلم و زیادتی سے محفوظ رکھے۔ اگر میثاق مدینہ کی دفعہ نمبر 21 کو دیکھا جائے تو وہاں انسانی جان کی حفاظت ان الفاظ میں واضع نظر آتی ہے۔

ارشاد نبوی ہے:

«من قتل معاهدا لم يرح رائحة الجنة، وإن ريحها توجد من مسيرة أربعين عاما»۔[2]

"جو کسی معاہد کو قتل کرے گا وہ جنت کی خوشبو تک نہیں پائے گا، جبکہ اسکی خوشبو چالیس سال کی مسافت سے بھی محسوس ہوتی ہے"۔

1 آئین اسلامی جمہوریہ پاکستان 1973ء، آرٹیکل 9

2 صحیح بخاری، حدیث نمبر 3166، 99/4

اظہار رائے کی آزادی کا حق

اسلامی معاشرے میں ہر شخص کو اظہار رائے کا حق حاصل ہے۔

قرآن حکیم میں اس حق کو بیان کرکے جمہوری بنیادوں کو تقویت بخشی ہے کیونکہ بغیر آزادانہ اظہار اور تبادلہ رائے کے جمہوری اور شورائی عمل آگے نہیں بڑھ سکتا۔ قرآن حکیم نے حضور اکرام صلی اللہ علیہ وسلم کے اسوہ حسنہ کو بیان کرتے ہوئے یوں واضح کیا.

﴿فَبِمَا رَحْمَةٍ مِّنَ اللّٰہِ لِنْتَ لَهُمْ وَلَوْ كُنتَ فَظًّا غَلِيْظَ الْقَلْبِ لَانْفَضُّوْا مِنْ حَوْلِكَ ۔ فَاعْفُ عَنْهُمْ وَاسْتَغْفِرْ لَهُمْ وَشَاوِرْهُمْ فِي الْاَمْرِ ۚ فَإِذَا عَزَمْتَ فَتَوَكَّلْ عَلَي اللّٰہِ اِنَّ اللّٰہَ يُحِبُّ الْمُتَوَكِّلِيْنَ﴾ [1]

ترجمہ: پس اللہ کی کیسی رحمت ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم ان کے لیے نرم طبع ہیں اور اگر آپ صلی اللہ علیہ وسلم تند خو سخت دل ہوتے تو لوگ آپ کے گرد سے چھٹ کر بھاگ جاتے سو آپ ان سے در گزر فرمایا کریں اور ان کے لیے بخشش مانگا کریں اور اہم کاموں میں ان سے مشورہ کیا کریں پھر جب آپ پختہ ارادہ کرلیں تو پھر بھروسہ کیا کریں بیشک اللہ توکل والوں سے محبت کرتا ہے۔

اسلام نے بلا تفریق عقیدہ و مذہب اس اہم انسانی حق کی حمایت کی ہے اس کی واضح امثلہ معاہدات نبویہ میں ملتی ہیں۔ مثلاً میثاق مدینہ دفعہ 37 کے تحت تمام مسلم و غیر مسلم اپنی رائے پیش کرنے میں آزاد ہیں۔

«وان بينكم النصح والنصيحة» [2] "انہیں باہم مشاورت سے کام لینا ہوگا"۔

معاشرتی عدل وانصاف اور مساوات کا حق

آرٹیکل 37 میں معاشرتی عدل وانصاف اور مساوات کے حق کے بارے میں ہے:

مملکت:

ج۔ فنی اور پیشہ وارانہ تعلیم کو عام طور پر ممکن الحصول اور اعلی تعلیم کو لیاقت کی بنیاد پر سب کے لیے مساوی طور پر قابلِ دسترس بنائے گی۔

د۔ سستے اور سہل الحصول انصاف کو یقینی بنائے گی۔

---

1 آل عمران: 3/ 159

2 السیرۃ لابن ہشام 1/ 504// مجموعۃ الوثائق السیاسۃ، حمید اللہ، ص: 20، مزید ملاحظہ ہو: اہل مقنا، حنین اور خیبر والوں کے لیے امان نامہ شق نمبر 17، اہل اقنا و بنی جنبہ کے لیے امان وغیرہ

اسلام کے قائم کردہ سیاسی نظام کی اہم خصوصیت تمام شہریوں کو مساوی بے لاگ و فوری عدل و انصاف کی فراہمی ہے۔ بے لاگ انصاف جہاں ایک طرف شہریوں کا حق ہے تو دوسری طرف ریاست کی ذمی داری بھی ہے۔

اسلامی مساوات کی بنیادیں تو میثاق مدینہ کی ان دفعات میں ملاحظہ کی جا سکتی ہیں:

35،37،38،39،41،45،47 اور اسی طرح اسلام نے غیر مسلموں کو جو عدل انصاف کے حقوق عنائیت فرمائے آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے معاہدات اس کے شاہد ہیں۔ نصارائے نجران سے معاہدہ کی دفعہ نمبر 11، اور دفعہ نمبر 27 معاہدہ نمبر 96 میں عدل وانصاف کے جو حقوق غیر مسلموں کو دیئے گئے ملاحظہ کیے جا سکتے ہیں۔

جائیداد کا حق

پاکستان کا آئین ہر شہری کو جائیداد کی خرید وفروخت کا مکمل حق دیتا ہے اور واضح کرتا ہے کہ قانونی طریقہ اپنائے بغیر کسی شخص کو بھی اس کی جائیداد سے محروم نہیں کیا جائے گا۔ اگر کوئی جائیداد مفاد عامہ کے تحت لی بھی جائے تو اس کا مناسب معاوضہ ادا کیا جائے گا۔ اس سلسلے میں تمام شہری مساوی برتاؤ کے مستحق ہیں۔

آرٹیکل 23 میں جائیداد کے متعلق ہے کہ:

"دستور اور مفادِ عامہ کے پیشِ نظر قانون کے ذریعے عائد کردہ معقول پابندیوں کے تابع، ہر شہری کو جائیداد حاصل کرنے، قبضہ میں رکھنے اور فروخت کرنے کا حق ہوگا"۔[1]

اس کے علاوہ آرٹیکل 24 میں حقوق جائیداد کا تحفظ اس طرح مذکور ہے:

الف۔ کسی شخص کو اس کی جائیداد سے محروم نہیں کیا جائے گا سوائے جب کہ قانون اس کی اجازت دے۔

ب۔ کوئی جائیداد زبردستی حاصل نہیں کی جائے گی اور نہ قبضہ میں لے جائے گی بجز کسی سرکاری غرض کے لیے اور بجز ایسے قانون کے اختیار کے ذریعے جس میں اس کے معاوضہ کا حکم دیا گیا ہو اور یا تو معاوضہ کی رقم کا تعین کر دیا گیا ہو یا اس اصول اور طریقے کی صراحت کی گئی ہو جس کے بموجب معاوضہ کا تعین کیا جائے گا اور اسے ادا کیا جائے گا۔

یہ بات آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے معاہدات سے ملتی ہے کہ اسلامی ریاست مسلمانوں کی طرح غیر مسلموں کے مال وجائیداد کا تحفظ کرے گی، انھیں حق ملکیت سے بے دخل کرے گی نہ انکی زمینوں اور جائیدادوں پر زبردستی قبضہ، حتیٰ کہ اگر وہ جزیہ نہ دیں، تو اسکے عوض بھی انکی املاک کو نیلام وغیرہ نہیں کرے گی۔

غیر مسلموں کو مسلمانوں کی طرح خرید وفروخت، صنعت وحرفت اور دوسرے تمام ذرائع معاش کے حقوق اور فرائض بھی حاصل ہوں گے، نیز انھیں اپنی املاک میں مالکانہ تصرف کرنے کا حق ہوگا، وہ اپنی ملکیت وصیت وہبہ وغیرہ کے ذریعے دوسروں کو منتقل بھی کر سکتے ہیں۔ ان کی جائیداد انھیں کے ورثہ میں تقسیم بھی ہوگی، حتی کہ اگر کسی ذمی

---

1 آئین اسلامی جمہوریہ پاکستان 1973ء، آرٹیکل 23

کے حساب میں جزیہ کابقایاواجب الاداتھااوروہ مرگیاتواسکے ترکہ سے وصول نہیں کیاجائےگااورنہ اسکے ورثہ پر کوئی دباؤڈالاجائےگا۔

کسی جائز طریقے کے بغیر کسی ذمی کامال لیناجائز نہیں ہے۔

جزیرہ عرب میں عیسائیوں کے مختلف مراکز تھے جن میں سب سے بڑامرکز نجران تھا۔ جب پوراجزیرہ عرب دائرہ اسلام میں داخل ہوگیاتو نجران اور دوسرے علاقے کے عیسائیوں نے آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس صلح کے لیے وفد بھیجا اور یہ صلح نامہ کتابوں کی زینت بناہے۔

اسی میں آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے انہیں جائیداد کے حقوق سے اس طرح نوازاکہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

"ولنجران وحاشيتها جوار الله وذمة مُحَمَّد النَّبِيّ رَسُول اللَّهِ عَلَى أنفسهم، وملتهم، وأرضهم، وأموالهم. وغائبهم وشاهدهم وعيرهم وبعثهم. وأمثلتهم لا يغير ما كانوا عَلَيْهِ ولا يغير حق من حقوقهم"[1]

"نجران ان کے ہمدردوں، ہمنواوں اور ان کے پڑوس کے لیے اللہ اور اس کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم کی ذمہ داری ہے کہ ان کی جان، ان کی ملت، ان کی جائیداد، ان کا مال، ان کے موجود اور ان کے غیر موجود تمام افراد محفوظ ہوں گے۔ ان کے کاروان تجارت، ان کی مہم اس کے مثل جو چیزیں ہوں سب مامون ہوں گی اور جس حیثیت میں ہوں وہ اسی حیثیت میں باقی رہے گی"۔

فرائض کے نظائر

مقدس ہستیوں کااحترام

آرٹیکل 297 میں ہے کہ:

"جو کوئی کسی شخص کے مذہب کی تذلیل کرنے کی نیت سے یااس علم سے کہ اس طرح سے کسی کے جذبات مجروح ہونے یا کسی کے مذہب کی تذلیل کرنے کااحتمال کرے، کسی عبادت گاہ میں یا کسی ایسی جگہ جو رسومات تدفین کے لیے ہوں، بے جامداخلت کرے تو اسے کسی ایک سزائے قید اتنی کہ جو ایک سال تک ہو سکتی ہے یا جرمانے کی سزائیں دی جائیں گی"۔[2]

آرٹیکل 298 الف میں ہے کہ:

---

1 فتوح البلدان، البلازری، 1/ 72

2 آئین اسلامی جمہوریہ پاکستان 1973، آرٹیکل 297

"جو کوئی الفاظ کے ذریعے خواہ وہ زبانی ہوں یا تحریری یا مرئی نقوش کے ذریعے یا کسی تہمت، کنایہ یا درپردہ تعریض کے ذریعے بلاواسطہ رسول پاک صلی اللہ علیہ وسلم کی کسی زوجہ مطہرہ یا رسول صلی اللہ علیہ وسلم کے اہل بیت یا خلفائے راشدین یا صحابہ میں سے کسی کی توہین کا مرتکب ہو گا تو اسے کسی ایک قسم کی سزائے قید اتنی کہ جو تین سال تک ہو سکتی ہے یا جرمانے کی سزا یا دونوں دی جائیں گی"۔[1]

اسلام میں عقیدہ و مذہب کی آزادی کا تصور محض فکر و خیال تک ہی محدود نہیں بلکہ اسلام تو ان اداروں، جگہوں اور ان شخصیات کے احترام کا بھی خواہاں ہے جس بنا پر عقیدہ و مذہب کی فکر پروان چڑھتی ہے۔ اسلام نے تو جہاد و قتال کی اجازات کو بھی تحفظ و آزادی سے مشروط کرتے ہوئے اس کی غایت احترام انسانیت و عبادت خانوں کے تحفظ کو قرار دیا۔ مسلمانوں کی طرح غیر مسلموں کی عزت و آبرو اور عصمت و عفت کا تحفظ کیا جائے گا،اسلامی ریاست کے کسی شہری کی توہین و تذلیل نہیں کی جائے گی۔ ایک ذمی کی عزت پر حملہ کرنا،اسکی غیبت کرنا،اسکی ذاتی و شخصی زندگی کا تجسّس،اسکے راز کو ٹوہنا،اسے مارنا پیٹنا اور گالی دینا ایسے ہی ناجائز اور حرام ہے،جس طرح ایک مسلمان کے حق میں معاہدات نبویہ میں غیر مسلم کے امام و پیشواؤں کو جو تکریم دی گئی ہے یہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم ہی کا خاصہ ہے اور احترام مذاہب کی روشن و تابندہ مثال ہے۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم دنیا میں شرف و منزلت عطا کرنے کے لیے تشریف لائے اور اس میں مسلم و غیر مسلم کا لحاظ نہ رکھا۔ معاہدین کے ساتھ معاہدہ کے وقت بھی آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے اس بات کو ملحوظ رکھا اور انہیں ان کے مناصب و مراتب پر فائز رکھا۔

آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

«ولا يغيّر أسقف عن أسقفيّته ولا راهب من رهبانيته»[2]

جہاں آپ صلی اللہ علیہ وسلم غیر مسلموں کے ساتھ معاہدات کرتے ہوئے انکی اہم شخصیات کے مناصب و مراتب کا خیال رکھا وہاں آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے خصوصًا ان جگہوں کا بھی احترام و اکرام کی جہاں پر بیٹھ کر وہ شخصیات کام کرتی تھیں۔ جب آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ابو حارث بن علقمہ نجران کے پاوری اور دیگر نجران کے عیسائیوں کے ساتھ معاہدات فرمائے تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ان گرجہ گھروں کی نہ صرف حفاظت کرنے کو کہا بلکہ ان کی مرمت تک کا حکم ارشاد فرمایا۔

اور اگر وہ اپنی عبادت گاہوں، خانقاہوں یا قومی عمارتوں کی مرمت کرنا چاہیں اور مسلمانوں سے مالی اور اخلاقی اعانت کے طلب گار ہوں تو ان کی اعانت کی جائے۔

---

1 آئین اسلامی جمہوریہ پاکستان 1973،آرٹیکل 298 (الف)

2 سبل الہدی والرشاد فی سیرۃ خیر العباد، 420/6

معاشرتی فلاح و بہبود کا فروغ

آرٹیکل 38 میں معاشرتی فلاح و بہبود کے فروغ کے حوالے سے ہے کہ:

مملکت

الف۔ عام آدمی کے معیارِ زندگی کو بلند کر کے، دولت اور وسائلِ پیداوار و تقسیم کو چند اشخاص کے ہاتھوں میں اس طرح جمع ہونے سے روک کر کہ اس سے مفادِ عامہ کو نقصان پہنچے اور آجر و ماجور اور زمیندار اور مزارع کے درمیان حقوق کی منصفانہ تقسیم کی ضمانت دے کر بلا لحاظ جنس، ذات، مذہب یا نسل، عوام کی فلاح و بہبود کے حصول کی کوشش کرے گی۔

ب۔ تمام شہریوں کے لیے، ملک میں دستیاب وسائل کے اندر، معقول آرام و فرصت کے ساتھ کام اور مناسب روزی کی سہولتیں مہیا کرے گی۔

ج۔ پاکستان کی ملازمت میں، یا بصورت دیگر ملازم تمام اشخاص کو لازمی معاشری بیمہ کے ذریعے یا کسی اور طرح معاشرتی تحفظ مہیا کرے گی۔

د۔ ان تمام شہریوں کے لیے جو کمزوری، بیماری یا بیروزگاری کے باعث مستقل یا عارضی طور پر اپنی روزی نہ کما سکتے ہوں بلا لحاظ جنس، ذات، مذہب یا نسل، بنیادی ضروریات زندگی مثلاً خوراک، لباس، رہائش، تعلیم اور طبّی امداد مہیا کرے گی۔

ہ۔ پاکستان کی ملازمت کے مختلف درجات میں اشخاص سمیت، افراد کی آمدنی اور کمائی میں عدم مساوات کو کم کرے گی۔

ز۔ تمام وفاقی ملازمتوں میں بشمول خود مختار اداروں اور کارپوریشنوں کے جن کا قیام وفاقی حکومت کے ذریعے عمل میں آیا ہو، یا وفاقی حکومت کی زیر نگرانی ہوں، صوبوں کا حصہ یقینی بنایا جائے گا اور ماضی میں صوبوں کے حصوں کی تقسیم میں ہونے والی فرو گزاشت کو درست کیا جائے گا۔[1]

اسلام دین فطرت ہے جس میں معاشرتی فلاح و بہبود پر بہت زور دیا گیا ہے اور دوسروں کا خیال رکھنا ایک اہم فریضہ گردانہ گیا ہے۔ اسی کی وضاحت میں ایک روائت نقل کی جاتی ہے۔

حضرت سعید بن مسیب رضی اللہ عنہ سے ایک روایت ہے:

"أن رسول الله صلي الله عليه وآله وسلم تَصَدَّقَ صَدَقَةً عَلَى أَهْلِ بَيْتٍ مِنَ الْيَهُودِ، فَهِيَ تُجْرَى عَلَيْهِمْ "[2]

---

1 آئین اسلامی جمہوریہ پاکستان 1973ء، آرٹیکل 38

2 کتاب الاموال، ابو عُبید القاسم بن سلام، 728/1

"رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے یہودیوں کے ایک گھرانہ کو صدقہ دیا اور (حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے وصال کے بعد بھی) وہ انہیں دیا جاتا رہا ہے"۔

غیر مسلم شہریوں کی بھی ذمہ داری ہے کہ وہ بھی مملکت کی فلاح و بہبود کا خیال رکھیں اس کی واضح مثال میثاقِ مدینہ کی دفع نمبر 20 سے لی جاسکتی ہے جس میں مذکور ہے کہ:

دشمن سے صلح کی صورت میں اگر کسی نوع کی منفعت ہو گی تو مسلمانوں کی مانند دوسرے شرکائے بھی اس سے منتفع ہوں گے۔

اسی طرح شق نمبر 22 میں ہے کہ:

جنگی حالت میں معاہد فریق کے ہر فرد کو مالی اعانت میں حصہ ادا کرنا ہو گا۔

شہریت کے مساوی حقوق و فرائض

پاکستان میں غیر مسلموں کو مسلم رعایا کی طرح مساوی حیثیت حاصل ہے۔ صرف مذہب کی بنیاد پر ان سے حق شہریت نہیں چھینا جاسکتا۔ کیونکہ قانون کی نظر میں ہر شہری مساوی حیثیت کا مالک ہے۔اور شہریوں میں اس ضمن میں کوئی فرق نہیں رکھا جائے گا یعنی پاکستان میں کوئی بھی دوسرے درجے کا شہری نہیں ہے۔اس کے بارے میں آرٹیکل ۲۵ میں واضح طور پر مذکور ہے کہ:

"تمام شہری قانون کی نظر میں برابر ہیں اور قانونی تحفظ کے مساوی حق دار ہیں"۔[1]

اور اسی طرح آرٹیکل 15 میں ہے کہ:

"ہر شہری کو پاکستان میں رہنے اور مفادِ عامہ کے پیشِ نظر قانون کے ذریعہ عائد کردہ کسی معقول پابندی کے تابع، پاکستان میں داخل ہونے اور اس کے ہر حصے میں آزادانہ نقل و حرکت کرنے اور اس کے کسی حصے میں سکونت اختیار کرنے اور آباد ہونے کا حق ہوگا"۔[2]

میثاق مدینہ کے تحت غیر مسلموں کو سب سے اہم اور پہلا حق یہ دیا گیا کہ انہیں شہریت میں برابری کا درجہ اس انداز میں دیا کہ:

« إِنَّهُمْ أُمَّةٌ وَاحِدَةٌ مِنْ دُونِ النَّاسِ »[3]

"ہر گروہ سیاسی طور پر ایک جماعت کی حیثیت رکھتا ہے"۔

---

1 آئین اسلامی جمہوریہ پاکستان 1973، آرٹیکل 25

2 ایضا: آرٹیکل 15

3 سنن کبری، للبیہقی، 184/8

شہریت کی یہ اساس عقیدہ ومذہب کی اساس کے علاوہ تھی جو اختلاف مذہب و عقیدہ کے باوجود انہیں اسلامی ریاست کافرد شمار کرتی تھی۔

نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کا یہ ارشاد گرامی بھی شہریت کے حقوق کا تعین کرتا ہے۔

« إنّ يهودَ بَنِي عَوْفٍ أُمَّةٌ مِنَ المؤْمنِينَ لِلْيَهُودِ دِينُهُمْ، وَلِلْمُؤْمِنِينَ دِينهُمْ» [1]

حق شہریت کے اس تصور کی بنیادیں میثاق کی دفعہ 15،18،25,22ملاحظہ کی جاسکتی ہیں۔ اور نجران کے عیسائیوں کے نام فرمان کی شق نمبر 8 بھی ملاحظہ کی جاسکتی ہے۔ ریاستِ اسلامی میں غیر مسلموں کے حقوق کا تحفظ اور ان کی شہریت کا احترام احادیث و آثار سے بھی ثابت ہے۔

ارشاد نبوی ہے:

«مَنْ قَتَلَ مُعَاهِدًا لَمْ يُرَحْ رَائِحَةَ الْجَنَّةِ » [2]

"جو معاہد کو قتل کرے گا جنت کی خوشبو نہیں سونگھ سکتا"۔

اطاعت وفرمانبرداری

آرٹیکل 5(ب)میں ہے کہ:

دستور اور قانون کی اطاعت ہر شہری خواہ وہ کہیں بھی ہو اور ہر اس شخص کی جو فی الوقت پاکستان میں ہو واجب التعمیل ذمہ داری ہے

اسلامی اصطلاح میں عوام اور شہریوں کا پہلا فرض ریاست کی طرف سے سمع وطاعت کا عائد ہونا ہے یعنی حدود شرع میں جو حکم بھی دیا جائے اسے سننا اور اس کی اطاعت کرنا ہے شریعت نے جن باتوں کا حکم دیا ہے ان کی اطاعت کرنا اور ان پر عمل کرنا ضروری ہے۔جب تک کہ خلاف شرع حکم نہ ملے اسے خندہ پیشانی سے قبول کرنا اور اس کے تقاضوں پر عمل کرنا فرض ہے.

اس سلسلے میں قرآن پاک میں ارشاد ہے:

﴿يٰاَيُّهَا الَّذِينَ اٰمَنُوْا اَطِيْعُوا اللهَ وَاَطِيعُوا الرَّسُولَ وَاُولِي الْاَمرِ مِنْكُمْ ۚ فَاِنْ تَنَازَعْتُم فِي شَيْءٍ فَرُدُّوْهُ اِلَى اللهِ وَالرَّسُولِ﴾ [3]

ترجمہ :اے ایمان والو اللہ اور اس کے رسول کی اطاعت کرو اور اولی الامر کی پس اگر تم کسی چیز میں جھگڑا کرو تو اسے اللہ اور رسول کی طرف لوٹاؤ۔

---

1 الاموال لابن زنجویہ، 466/2// مجموعہ الوثائق السیاسیۃ للعھد النبوی، وثیقہ نمبر 96،97// سنن کبری، للبیہقی، 184/8،

2 صحیح بخاری، حدیث نمبر 3166، 99/4

3 النساء: 59/5

اور حدیث مبارکہ میں حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد ہے :

« السَّمْعِ وَالطَّاعَةِ، فِي الْعُسْرِ وَالْيُسْرِ، وَالْمَنْشَطِ وَالْمَكْرَهِ» [1]

" تنگی و آسانی، خوشی و ناخوشی ہر حال میں بات کا سننا اور ماننا ضروری ہے"

معاہدہ بنو ضخار کی شق نمبر 4 میں ہے کہ :

ان لوگوں پر پابندی ہے کہ جب اللہ کا نبی ان کو مدد کے لیے بلائے تو یہ مدد دیں۔

وفاداری اور خیر خواہی

آرٹیکل 5 الف میں ہے کہ : مملکت سے وفاداری ہر شہری کا بنیادی فرض ہے۔

مملکت کے ہر شہری خواہ وہ مسلم ہو یا غیر مسلم ہو کا فرض ہے کہ اسلامی ریاست سے دلی خیر خواہی رکھیں، اس کے وفادار رہیں اس کی کامیابی میں ہر وقت کوشش کرتے رہیں اور اس کے نقصان کو بالکل گوارا نہ کریں دل و جان سے اس کی بھلائی چاہیں، اس کی فلاح و بہبود میں کوشاں رہیں اس کے ساتھ دلی وابستگی رکھیں۔

حدیث مبارکہ میں ہے :

«الدِينُ النّصِيحَةُ، لِلَّهِ وَلِرَسُولِهِ وَلأَئِمّةِ الْمُسْلِمِينَ وَعَامّتِهِم» [2]

دین خیر خواہی کا نام ہے یعنی اللہ اور اس کے رسول مسلمانوں کا حکام اور عوام سے قلبی لگاؤ رکھنا دین ہے۔ کسی کو نصیحت کرنا محبت اور الفت پر دلیل ہے۔

غیر مسلم شہریوں کے فریضہ وفاداری و خیر خواہی کی مثال وہ معاہدہ ہے جو ہجرت کے بعد آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے یہود کے ساتھ کیا جس میں ہے کہ :

« وَأَنَّ بَيْنَكُمُ النُّصْحَ وَالنَّصِيحَةَ وَالنَّصْرَ لِلْمَظْلُومِ »[3]

ان کے درمیان نصح و خیر خواہی کا تعلق ہوگا۔ جو مظلوم ہو گا اس کی حمایت کی جائے گی۔

تعاون

آرٹیکل 38 کے تحت مملکت عام آدمی کے معیار زندگی کو اتنا بلند کرے گی کی اشخاص کے مفادِ عامہ کو کوئی نقصان نہ پہنچ سکے اور وہ ایک دوسرے سے تعاون کا معاملہ کریں جیسا کہ آرٹیکل 38 الف میں ہے کہ :

---

1 صحیح مسلم، حدیث نمبر 1709، 1470/3

2 صحیح بخاری، 21/1

3 الاموال لابن زنجویہ، 466/2

عام آدمی کے معیار زندگی کو بلند کرکے، دولت اور وسائل پیداوار و تقسیم کو چند اشخاص کے ہاتھوں میں اس طرح جمع ہونے سے روک کر اس سے مفاد عامہ کو نقصان پہنچے اور آجر و ماجور اور زمیندار اور مزارع کے درمیان حقوق کی منصفانہ تقسیم کی ضمانت دے۔

مملکت کے شہریوں کا یہ فرض ہے کہ ایک دوسرے کے ساتھ تعاون کریں قرآن پاک میں ہے۔

ارشاد الٰہی ہے:

﴿وَتَعَاوَنُوْا عَلَي الْبِرِّ وَالتَّقْوٰى﴾ [1]

ترجمہ: نیکی اور تقویٰ پر ایک دوسرے کے ساتھ تعاون کرو۔

جب تک یہ تعاون کی روح نہ ہو کوئی اچھی بات بروئے کار نہیں آسکتی۔اسلام نے ریاست کا ادارہ مقرر ہی اس لیے کیا ہے تاکہ نیکی کے لیے اجتماعی کوشش بروئے کار لائی جاسکے۔اجتماعی کوشش عوام کے تعاون سے ہی ممکن ہے۔اس لیے شہریوں کو اپنی تمام صلاحیتوں اور خدمات سے اسلامی ریاست کا ساتھ دینا واجب ہے۔

اہلِ نجران وثیقہ نمبر 94 کی شق نمبر 7 کی رو سے غیر مسلم شہریوں کو بھی چاہئے کہ وہ مملکت کے ساتھ تعاون کرتے ہوئے مملکت کی مدد کریں۔

وثیقہ نمبر 94 کی شق نمبر 7 میں ہے کہ:

ہماری طرف سے یمن اور معزہ پر حملے کے وقت انہیں ہم کو 30 گھوڑے 30 زر عیں عاریۃً دینا ہوں گی۔

وثیقہ نمبر 96-97 جو کہ مسیحیانِ نجران کے نام تھا اس کی شق نمبر 41 میں غیر مسلموں کا مسلم اقوام سے تعاون و مدد کرنے کا ذکر اس انداز سے ہے:

"اگر دشمن سے لڑائی کے دوران میں کوئی مسلمان کسی نصرانی کے گھر یا معبد چھپنا چاہے تو ان کی حفاظت اور خورد و نوش کا اہتمام ان کے دشمن سے پوشیدگی وغیرہ بھی نصاریٰ پر واجب ہے"۔

---

1 المائدہ: 5/ 2

فصلِ دوم

قانون توہینِ رسالت و مذہبی شعائر اور اسکی تطبیقات

توہینِ رسالت کا مسئلہ مسلم امہ کی بقا کا مسئلہ ہے جس میں شک کی کوئی گنجائش نہیں ہے کہ عقیدہ رسالت کے بغیر کوئی شخص مسلمان ہونے کا دعوی کرے۔اور اس حقیقت سے بھی انکار نہیں کیا جاسکتا کہ جتنی بڑی کسی کی شان و عظمت ہو اس کے بارے میں احتیاط بھی اتنی ہی زیادہ ہونی چاہیے, یہ نہ ہو کہ جذبات کی رو میں بہہ کے بغیر کسی تحقیق کے کسی شخص کو شک کی بنیاد پر ماورائے عدالت قتل کر دیا جائے اور پھر اس کو تعلیمات اسلام اور تعلیمات رسول صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ نتھی کر دیا جائے ایسی تعلیم اسلام اور پیغمبر اسلام کی نہیں ہے۔

در دل مسلم مقام مصطفیٰ است

آبروئے ما ز نام مصطفیٰ است[1]

اس شعر کے متعلق پروفیسر محمد عثمان لکھتے ہیں:

"رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم سے محبت محض جذباتی یا مذہبی نوعیت کی نہیں ہوتی یہ محبت شخصی ہونے کے ساتھ ساتھ ایک نصب العین ایک اسوۂ حسنہ انسانی سیرت کی ایک معراج سے محبت ہے"۔[2]

قرآن کی روشنی میں قانون توہین رسالت

قرآنِ کریم کے متعدد مقامات شاتم و گستاخ رسول صلی اللہ علیہ وسلم کے کفر و ارتداد پر دلالت کناں ہیں۔

سورۃ الاحزاب میں ارشاد الٰہی ہے:

﴿إِنّ الّذينَ يُؤذونَ اللَّهَ وَرَسولَهُ لَعَنَهُمُ اللَّهُ فِي الدُّنيا وَالاخِرَةِ وَأَعَدّ لَهُم عَذابًا مُهينًا وَالَّذينَ يُؤذونَ المُؤمِنينَ وَالمُؤمِناتِ بِغَيرِ مَا اكتَسَبوا فَقَدِ احتَمَلوا بُهتانًا وَإِثمًا مُبينا﴾[3]

ترجمہ: بلا شبہ جو لوگ اللہ اور اُس کے پیغمبر کو رنج پہنچاتے ہیں، اُن پر اللہ دنیا اور آخرت میں لعنت کرتا ہے اور ان کے لئے اُس نے ذلیل کرنے والا عذاب تیار کر رکھا

---

1 اسرار خودی، ڈاکٹر علامہ محمد اقبال، نیشنل بک فاؤنڈیشن، اسلام آباد، ص:55

2 اقبال کا فلسفۂ خودی (بنیادی تصورات)، محمد عثمان، شاہین بکڈپو، دہلی، 1983ء، ص:33

3 الاحزاب:33/ 57-58

ہے۔ اور جولوگ مؤمن مردوں اور مؤمن عورتوں کو ایسے کام کی تہمت سے جو اُنھوں نے نہ کیا ہوایذادیں تواُنھوں نے بہتان اور صریح گناہ کا بوجھ اپنے سر پر رکھا۔

ارشادالٰہی ہے:

﴿ذلِكَ بِأَنّهُمْ شَاقُّوا اللّٰهَ وَرَسُولَهُ وَمَنْ يُشاقِقِ اللّٰهَ وَرَسُولَهُ فَإِنَّ اللّٰهَ شَدِيدُ العِقَابِ﴾[1]

ترجمہ: یہ حکمِ قتال اس لئے دیا گیا ہے کہ انہوں نے اللہ اور اس کے رسول کی مخالفت کی اور جو اللہ اور اس کے رسول کی مخالفت کرتا ہے تو بلاشبہ اللہ اس کیلئے نہایت سخت گیر ہے۔

ارشادالٰہی ہے:

﴿وَالَّذِينَ يُؤْذُونَ رَسُولَ اللّٰهِ لَهُمْ عَذَابٌ أَلِيمٌ﴾[2]

ترجمہ: اور جو اللہ اوراس کے رسول کو اذیت پہنچانا چاہتے ہیں ان کیلئے دردناک عذاب ہے۔

ان آیات سے یہ واضح ہو جاتا ہے کہ اللہ تعالیٰ نے اطاعتِ رسول صلی اللہ علیہ وسلم کو اپنی اطاعت سے اور اذیّتِ رسول صلی اللہ علیہ وسلم کو اپنی اذیت فرمایا ہے اور جو شخص نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کو اذیت دے, اس نے گویا اللہ تعالیٰ کو اذیت دی اور جس نے اللہ تعالیٰ کو اذیت دی وہ نہ صرف کافر ہے بلکہ دنیا وآخرت کی لعنت اور ذلّت ناک عذاب بھی اس کا مقدر ہو گی۔

توہین رسالت کا اِرتکاب کرنے والے کے کافر و مرتد ہونے کی دلیل سورۃالتوبۃ کی یہ آیات ہیں۔

ارشادِالٰہی ہے:

﴿وَيَحلِفونَ بِاللّٰهِ إِنَّهُم لَمِنكُم وَما هُم مِنكُم وَلٰكِنَّهُم قَوم يَفرَقونَ لَويَجِدونَ مَلجَـًٔا أَو مَغٰرٰتٍ أَو مُدَّخَلًا لَوَلَّوا إِلَيهِ وَهُم يَجمَحونَ وَمِنهُم مَن يَلمِزُكَ فِى الصَّدَقٰتِ فَإِن أُعطوا مِنها رَضوا وَإِن لَم يُعطَوا مِنها إِذا هم يَسخَطون﴾[3]

ترجمہ: اور اللہ کی قسمیں کھاتے ہیں کہ وہ تمہیں میں سے ہیں حالانکہ وہ تم میں سے نہیں ہیں اصل یہ ہے کہ یہ بزدل لوگ ہیں۔ اگر ان کو کوئی بچاؤ کی جگہ جیسے قلعہ یاغار یا زمین کے اندر گھسنے کی جگہ مل جائے تو اسی طرح رسیاں تڑاتے ہوئے بھاگ

---

1 الانفال:13/8

2 التوبۃ:61/9

3 ایضا:9/ 56۔57۔58

جائیں۔ اور ان میں سے بعض ایسے بھی ہیں کہ تقسیم صدقات میں آپ پر طعنہ زنی کرتے ہیں اگر ان کو اس میں سے خاطر خواہ حصہ مل جائے تو خوش رہیں اور اگر اس قدر نہ ملے تو جھٹ خفا ہو جائیں۔

یہاں اللہ تعالیٰ نے نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی تقسیمِ غنائم و صدقات میں 'لمز و طعن' اور عیب جوئی و نکتہ چینی کرنے اور نبی صلی اللہ علیہ وسلم کو غیر منصف باور کروانے والے شخص کو بھی مسلمانوں کی جماعت سے خارج قرار دیا ہے جیسے کہ پہلے قسمیں کھانے والے منافقین کو نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی جماعت کے لوگوں سے خارج قرار دیا ہے۔

سورۃالتوبۃ ہی میں ارشادِ الٰہی ہے:

﴿وَمِنهُم الَّذِينَ يُؤذُونَ النَّبِيَّ وَيَقُولُونَ هُوَ أُذُنٌ قُل أُذُنُ خَيرٍ لَكُمْ يُؤمِنُ بِاللَّهِ وَيُؤْمِنُ لِلْمُؤْمِنِينَ وَرَحْمَةٌ لِلَّذِينَ آمَنُوا مِنْكُمْ وَالَّذِينَ يُؤْذُونَ رَسُولَ اللَّهِ لَهُم عَذَابٌ أَلِيم﴾[1]

ترجمہ: اور ان میں بعض ایسے ہیں جو پیغمبر کو ایذا دیتے ہیں اور کہتے ہیں کہ یہ شخص کان کا کچا ہے۔ ان سے کہہ دیں کہ وہ کان کا کچا ہے تو تمہاری بھلائی کے لئے, وہ اللہ کا اور مؤمنوں کی بات کا یقین رکھتا ہے اور جو لوگ تم میں سے ایمان لائے ہیں ان کے لئے رحمت ہے اور جو لوگ رسول اللہ کو رنج پہنچاتے ہیں۔ ان کے لئے عذابِ الیم تیار ہے۔

سورۃالتوبہ میں مزید ارشاد فرمایا ہے:

﴿أَلَم يَعْلَمُوا أَنَّهُ مَنْ يُحَادِدِ اللهَ وَرَسُولَهُ فَأَنَّ لَهُ نَارَ جَهَنَّمَ خَالِدًا فِيهَا ذَلِكَ الْخِزْيُ الْعَظِيم﴾[2]

ترجمہ: کیا ان لوگوں کو معلوم نہیں کہ جو شخص اللہ اور اس کے رسول سے مقابلہ کرتا ہے تو اس کیلئے جہنم کی آگ ہے جس میں وہ ہمیشہ جلتا رہے گا, یہ بڑی رسوائی ہے۔

اس آیت میں وارد الفاظ ﴿مَن يُحادِدِ اللّهَ وَرَسولَهُ﴾ ترجمہ: جو شخص اللہ اور اس کے رسول سے مقابلہ کرتا ہے۔ یہ بات واضح ہے کہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کو اذیت پہنچانے والا اللہ اور رسول صلی اللہ علیہ وسلم کا محادّ و

---

1 التوبۃ:9/ 61

2 ایضا:9/ 63

دشمن ہے اور اللہ اور رسول صلی اللہ علیہ وسلم کا محاد، محارب اور اذیت رساں کافر ہوتا ہے،اور اس کی سزا اللہ نے یوں بیان فرمائی ہے۔

ارشادِ الٰہی ہے:

﴿فَأَنَّ لَهُ نارَ جَهَنَّمَ خٰلِدًا فيها ۚ ذٰلِكَ الخِزىُ العَظيمُ ﴾[1]

ترجمہ: اس کیلئے جہنم کی آگ ہے جس میں وہ ہمیشہ جلتا رہے گا یہ بڑی رسوائی ہے۔

شاتمِ رسول اور گستاخ رسول صلی اللہ علیہ وسلم کے کفر کے بارے میں سورۃ التوبۃ ہی میں ارشادِ الٰہی ہے:

﴿يَحذَرُ المُنٰفِقونَ أَن تُنَزَّلَعَلَيهِم سورَةٌ تُنَبِّئُهُم بِما فى قُلوبِهِم ۚ قُلِ استَهزِءوا إِنَّ اللَّهَ مُخرِجٌ ما تَحذَرونَ o وَلَئِن سَأَلتَهُم لَيَقولُنَّ إِنَّما كُنّا نَخوضُ وَنَلعَبُ ۚ قُل أَبِاللَّهِ وَءايٰتِهِ وَرَسولِهِ كُنتُم تَستَهزِءونَ o لا تَعتَذِروا قَد كَفَرتُم بَعدَ إيمٰنِكُم إِن نَعفُعَن طائِفَةٍ مِنكُم نُعَذِّب طائِفَةً بِأَنَّهُم كانوا مُجرِمينَ﴾[2]

ترجمہ: منافق ڈرتے رہتے ہیں کہ ان کے پیغمبر پر کہیں کوئی ایسی سورت نہ اُتر آئے کہ ان کے دل کی باتوں کو ان مسلمانوں پر ظاہر کردے۔ کہہ دیں کہ مذاق کئے جاؤ جس بات سے تم ڈرتے ہو اللہ اس کو ضرور ظاہر کردے گا۔ اور اگر آپ ان سے اس بارے میں دریافت کریں تو کہیں گے کہ ہم تو یونہی بات چیت اور دل لگی کرتے تھے۔ کہیں: کیا تم اللہ اور اس کی آیتوں اور اس کے رسول سے ہنسی کرتے تھے؟ بہانے مت بناؤ تم ایمان لانے کے بعد کافر ہو چکے ہو، اگر ہم تم میں سے ایک جماعت کو معاف کر دیں تو دوسری جماعت کو سزا بھی دیں گے، کیونکہ وہ گناہ کرتے رہے ہیں۔

رسول صلی اللہ علیہ وسلم کا اِستہزاو مذاق اُڑانا کفر ہے اور سبّ وشتم تو مذاق اُڑانے سے بھی بدترین فعل ہے للذا سنجیدگی سے ہو یا از راہِ مزاح، رسول صلی اللہ علیہ وسلم کی شان میں گستاخی اور ناموسِ رسالت پر اُنگلی اٹھانے والا صریح نصّ کے مطابق کافر ہو جاتا ہے۔

سورۃ النور میں ارشادِ الٰہی ہے:

---

1 التوبۃ:63/9

2 ایضا:9/ 64تا66

﴿لاتَجعَلوا دُعاءَ الرَّسولِ بَينَكُم كَدُعاءِ بَعضِكُم بَعضًا ۚ قَد يَعلَمُ اللَّهُ الَّذينَ يَتَسَلَّلونَ مِنكُم لِواذًا ۚ فَليَحذَرِ الَّذينَ يُخالِفونَ عَن أَمرِهِ أَن تُصيبَهُم فِتنَةٌ أَو يُصيبَهُم عَذابٌ أَليمٌ﴾[1]

ترجمہ: مؤمنو! پیغمبر کے بلانے کو ایسا خیال نہ کرنا جیسا تم آپس میں ایک دوسرے کو بلاتے ہو۔ بے شک اللہ کو وہ لوگ معلوم ہیں جو تم میں سے آنکھ بچا کر چل دیتے ہیں تو جو لوگ ان پیغمبر کے حکم کی مخالفت کرتے ہیں، ان کو ڈرنا چاہیے کہ ایسا نہ ہو کہ ان پر کوئی آفت پڑ جائے یا تکلیف دینے والا عذاب نازل ہو۔

احادیث کی روشنی میں قانون توہین رسالت

قرآن نے شاتم رسول صلی اللہ علیہ وسلم کی سزا اس دنیا کے لیے سزاے موت مقرر کی ہے اور آخرت میں بھی اس کے لیے عذاب جہنم تیار ہے اور احادیث کی روح سے بھی توہین رسالت صلی اللہ علیہ وسلم کی سزا سزائے موت بطور حد مقرر ہے اور حد میں کوئی کمی بیشی نہیں کی جا سکتی۔

رسول صلی اللہ علیہ وسلم نے جب فتح مکہ کے موقع پر عام معافی کا اعلان کیا تو گستاخان رسول صلی اللہ علیہ وسلم کے بارے میں آپ نے یہ حکم دیا کہ اگر یہ لوگ خانہ کعبہ کے پردے میں بھی لپٹ جائیں۔ تب بھی انہیں معاف نہ کیا جائے اور انہیں ہر صورت قتل کیا جائے۔ ابن خطل کو خانہ کعبہ کے پردے پکڑنے کی حالت میں ہی قتل کیا گیا۔ اسی طرح دو گستاخ رسول عورتیں سارہ اور قریبہ بھی قتل کی گئیں۔[2]

کعب بن اشرف کے بارے میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ:

«من لكعب بن الأشرف، فإنه قد آذى الله ورسوله صلى الله عليه وسلم۔۔۔۔»[3]

رسولِ پاک صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

" کعب بن اشرف کا کام کون تمام کرے گا؟ وہ اللہ اور اس کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم کو بہت ستا رہا ہے۔ اس پر محمد بن مسلمہ انصاری رضی اللہ عنہ کھڑے ہوئے اور عرض کیا یارسول اللہ! کیا آپ اجازت دیں گے کہ

---

1 النور:24/ 63

2 تاریخ الرسل والملوک، وصلة تاریخ الطبری، محمد بن جریر بن یزید بن کثیر بن غالب الاملی، ابو جعفر الطبری، دار التراث، بیروت الطبعۃ: الثانیۃ- 1387ھ، 1044/10

3 صحیح بخاری، حدیث نمبر 4037، 90/5

میں اسے قتل کر آؤں ؟آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا، ہاں مجھ کو یہ پسند ہے۔۔۔ چنانچہ انہوں نے اسے قتل کر دیا اور حضورِ پاک صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوئے اور اس کی اطلاع دی۔

گستاخ رسول کعب بن اشرف کو 3 ہجری میں حضرت محمد بن مسلمہ کی قیادت میں جہنم واصل کیا۔[1]

وہ ایک یہودی شاعر تھا جو کہ حضورِ پاک صلی اللہ علیہ وسلم کو اپنے کلام کے ذریعے ہدف طعن و تشنیع بناتا تھا, اسے قتل کر دیا گیا۔

یہاں تک کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنی توہین کرنے والوں کے قتل کو ضائع قرار دیا جیسا کہ حضرت علی رضی اللہ عنہ سے مروی ہے:

«أَنّ يَهُودِيَّةً كَانَت تَشتُمُ النَّبِيَّ صَلَّى اللهُ عَلَيهِ وَسَلَّمَ وَتَقَعُ فِيهِ، فَخَنَقَهَا رَجُلٌ حَتَّى مَاتَت، فَأَبْطَلَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللهُ عَلَيهِ وَسَلَّمَ دَمَهَا»[2]

"حضرت علی سے روایت ہے کہ ایک یہودی عورت حضور صلی اللہ علیہ وسلم کو بُرا کہتی تھی، اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی ہجو کیا کرتی تھی، اس بات پر ایک شخص نے اس عورت کا گلا گھونٹ دیا، یہاں تک کہ وہ مر گئی، حضور ا نے اس عورت کا خون رائیگاں قرار دیا"۔

اسی طرح آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

« مَنْ سَبَّ الْأَنْبِيَاءَ قُتِلَ، وَمَنْ سَبَّ أَصْحَابِي جُلِدَ»[3]

"جس نے کسی نبی کو گالی دی اسے قتل کیا جائے اور جس نے میرے کسی صحابی کو گالی دی اسے کوڑے لگائے جائیں"

ایک روایت حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے یہ بھی ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا:

---

1 تاریخ الرسل والملوک، 487/2

2 سنن ابی داؤد، باب الحکم فیمن سب النبی ﷺ، حدیث نمبر 4362، 129/4: حکم حدیث: قال البانی "ضعیف الاسناد" فی حاشیۃ ابی داود، 129/4

3 مجمع الزوائد ومنبع الفوائد، ابوالحسن نورالدین علی بن ابی بکر بن سلیمان الھیثمی، المحقق: حسام الدین القدسی، مکتبۃ القدسی، القاہرۃ، عام النشر: 1414 ھ، 1994 م، حدیث نمبر10568، 260/6: حکم حدیث: قال البانی "موضوع" سلسلۃ الاحادیث الضعیفۃ والموضوعۃ واثرہا السیئ فی الامۃ، 372/1

«مَن سَبَّ نَبِيًّا مِنَ الْأَنْبِيَاءِ فَاقْتُلُوهُ، وَمَنْ سَبَّ وَاحِدًا مِنْ أَصْحَابِي فَاجْلِدُوه» [1]

"جس نے انبیا میں سے کسی نبی کو گالی دی اسے قتل کیا جائے اور جس نے میرے اصحاب میں سے کسی کو گالی دے اسے کوڑے لگائے جائیں"

صحابہ رضی اللہ عنہم کا عمل

تاریخ اسلام کا سرسری مطالعہ کیا جائے تو یہ بات عیاں ہو جائے گی کہ جہاں جہاں جس بھی دور میں اسلامی ریاستیں رہیں وہاں وہاں بالاتفاق سزائے موت بطور حد ہی تمام فیصلے کیے جاتے رہے۔ اجماعِ صحابہ کے حوالے سے علامہ ابن تیمیہ رحمۃ اللہ علیہ نے لکھا ہے کہ:

"وأما إجماع الصحابة فلأن ذلك نقل عنهم في قضايا متعددة ينتشر مثلها ويستفيض ولم ينكرها أحد منهم فصارت إجماعا، واعلم أنه لا يمكن ادعاء إجماع الصحابة على مسالة فرعية بأبلغ من هذا الطريق"[2]-

"نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے شاتم و گستاخ اور دریدہ دہن کی سزا قتل ہے اور اس پر تمام صحابہ کرام کا اجماع و اتفاق ہے اور پھر متعدد واقعات سے اس اجماع کو ثابت بھی کیا ہے اور لکھا ہے کہ کسی مسئلہ میں اس سے زیادہ بلیغ اجماع کا دعویٰ ممکن ہی نہیں"۔

"وهَذَا كُلّهُ إِجْمَاعٌ مِنَ الْعُلَمَاءِ وَأَئِمَّةِ الْفَتْوَى مِنْ لَدُنِ الصّحَابَةِ رِضْوَانُ اللَّهِ عليهم -----وَلَا نَعْلَمُ خِلَافًا فِي اسْتِبَاحَةِ دَمِهِ بَيْنَ عُلَمَاءِ الْأَمْصَارِ وَسَلَفِ الْأُمَّةِ،قَدْ ذَكَرَ غَيْرُ وَاحِدٍ الْإِجمَاعَ عَلَى قَتْلِهِ وتكفيره". [3]

تمام صحابہ رضی اللہ عنھم اور ائمہ کا اِن کے کفر اور قتل پر آج تک اجماع چلا آ رہا ہے۔ شاتم رسول کے خون حلال ہونے میں دورِ حاضر کے علما اور اسلافِ اُمت میں کوئی اختلاف نہیں پایا جاتا اور ایک سے زائد ائمہ نے اس شاتم کے قتل اور کافر ہو جانے پر اجماع کا تذکرہ کیا ہے۔

---

1 الفوائد، ابو القاسم تمام بن محمد بن عبد اللہ بن جعفر بن عبد اللہ بن الجنید البجلی الرازی ثم الدمشقی، المحقق: حمدی عبد المجید السّلفی، الناشر، مکتبۃ الرشد، الریاض، الطبعۃ: الاولی، 1412، حدیث نمبر704، 295/1

2 الصارم المسلول علی شاتم الرسول، تقی الدین ابو العباس احمد بن عبد الحلیم بن عبد السلام بن عبد اللہ بن ابی القاسم بن محمد ابن تیمیۃ الحرانی الحنبلی الدمشقی، المحقق: محمد محی الدین عبد الحمید، الناشر، الحرس الوطنی السعودی، المملکۃ العربیۃ السعودیۃ،1/ 200

3 الشفا بتعریف حقوق المصطفیٰ، عیاض بن موسی بن عیاض بن عمرون الیحصبی السبتی، ابو الفضل (المتوفی: 544ھ-) دار الفیحاء، عمان، الطبعۃ: الثانیۃ- 1407 ھ،2/274-475

صحابہ سے لیکر بنو امیہ و بنو عباسیہ اور پھر حضرت عمر بن عبدالعزیز اور پھر انکے بعد تابعین تبع تابعین سے لے کر مسلسل خلافت عثمانیہ تک اور پھر مغلیہ سلطنت میں بھی یہی قانون رہا حتیٰ کہ مغلیہ دور کے انتہائی ملحد بادشاہ اکبر کہ جس نے دین الٰہی ایجاد کیا تھا اسکے دور میں بھی اس جرم کی سزا پر ایک ہندو کو قتل کیا گیا[1]۔

حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ کا عمل

حضرت ابو برزہ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ:

"كُنتُ عِنْدَ أَبِي بَكرٍ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُ، فَتَغَيَّظَ عَلَى رَجلٍ، فَاشْتَدَّ عَلَيْهِ، فَقُلْتُ: تَأْذَنُ لِي يَا خَلِيفَةَ رَسُولِ اللَّهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ أَضْرِبُ عُنُقَهُ؟ قَالَ: فَأَذْهَبَتْ كَلِمَتِي غَضَبَهُ، فَقَامَ، فَدَخَلَ، فَأَرْسَلَ إِلَيَّ، فَقَالَ: مَا الَّذِي قُلت آنِفًا؟ قُلْتُ: ائْذَنْ لِي أَضرِبُ عُنُقَهُ، قَالَ: أَكُنْتَ فَاعِلًا لَوْ أَمَرْتُكَ؟ قُلتُ: نَعَمْ، قَالَ: لَا وَاللهِ، مَا كَانَت لِبَشَرٍ بَعْدَ مُحَمَّدٍ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلّمَ"[2]

"میں حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ کے پاس تھا آپ کسی شخص سے ناراض ہوئے تو وہ بھی جواباً بد کلامی کرنے لگا۔ میں نے عرض کیا۔ اے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے خلیفہ۔ مجھے اجازت دیں۔ میں اس کی گردن اڑا دوں۔ میرے ان الفاظ کو سن کر حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ تعالی عنہ کا سارا غصہ ختم ہو گیا۔ آپ وہاں سے کھڑے ہوئے اور گھر چلے گئے۔ گھر جا کر مجھے بلوایا اور فرمانے لگے ابھی تھوڑی دیر پہلے آپ نے مجھے کیا کہا تھا۔ میں نے کہا۔ کہا تھا کہ آپ رضی اللہ تعالی عنہ مجھے اجازت دیں میں اس گستاخ کی گردن اڑا دوں۔ حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ تعالی عنہ فرمانے لگے اگر میں تم کو حکم دے دیتا۔ تو تم یہ کام کرتے ؟ میں نے عرض کیا اگر آپ رضی اللہ عنہ حکم فرماتے تو میں ضرور اس کی گردن اڑا دیتا۔ آپ رضی اللہ تعالی عنہ نے فرمایا۔ نہیں۔ اللہ کی قسم رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد یہ کسی کے لئے نہیں کہ اس سے بد کلامی کرنے والے کی گردن اڑا دی جائے یعنی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی شان اقدس میں گستاخی کرنے والے کی ہی گردن اڑائی جائے گی"۔

1 رود کوثر، شیخ محمد اکرام، مکتبہ جدید پریس، لاہور، 2005ء، ص: 101 ، منتخب التواریخ، عبدالقادر بن ملوک شاہ بداونی، نشر، انجمن آثار و مفاخر فرہنگی، تہران: 1379ھ، ص: 362

2 سنن ابی داؤد، حدیث نمبر 4363، 129/4

"وروى أن رسول الله صلى الله عليه وسلم كتب مع أبى بكر رضى الله عنه إلى يهود بنى قينقاع يدعوهم إلى الإسلام وإلى إقام الصلاة وإيتاء الزكاة، وأن يقرضوا الله قرضاً حسناً ، فقال فنحاص اليهودي: إنّ الله فقير حين سألنا القرض فلطمه أبو بكر في وجهه وقال: لولا الذي بيننا وبينكم من العهد لضربت عنقك فشكاه إلى رسول الله صلى الله عليه وسلم وجحد ما قاله، فنزلت"[1]

حضرت ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں کہ حضرت ابو بکر رضی اللہ تعالیٰ عنہ ایک دن یہودیوں کے مدرسہ میں تشریف لے گئےاور ان کے ایک عالم فنحاص سے ملاقات کے بعد دعوت اسلام پیش کی جس پر اس نے نہ صرف انکار کیا بلکہ اللہ اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی شان میں نازیبہ کلیمات بھی کہے جس پر آپ رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے اس کے منہ پر تھپڑ مارااور کہاکہ اگر یہودیوں اور مسلمانوں کا معاہدہ نہ ہوتا تو اس کا سر اڑادیتا۔ وہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس شکایت لے کر آیاآپ صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت ابو بکر سے پوچھاتوآپ نے اقرار کرکے سارا معاملہ بتادیا جس پر آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے سکوت فرمایا, تو تھوڑی دیر آپ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے قول و فعل کی تائید میں وحی نازل ہوئی۔

آیت مبارکہ یہ ہے:

﴿لَقَد سَمِعَ اللَّهُ قَولَ الَّذينَ قالوا إِنَّ اللَّهَ فَقيرٌ وَنَحنُ أَغنِياءُ سَنَكتُبُ ما قالوا وَقَتلَهُمُ الأَنبِياءَ بِغَيرِ حَقٍّ وَنَقولُ ذوقوا عَذابَ الحَريقِ﴾ [2]

ترجمہ: اللہ نے ان لوگوں کا قول سن لیا ہے جو کہتے ہیں کہ اللہ فقیر ہے اور ہم امیر ہیں, یہ جو کچھ کہتے ہیں ہم اس کو لکھ لیں گے اور پیغمبروں کو یہ نا حق قتل کرتے رہے ہیں اس کو بھی قلمبند کرکے رکھیں گے, اور قیامت کے دن کہیں گے کہ دردناک عذاب کامزا چکھو۔

1 الکشاف عن حقائق غوامض التنزیل، ابوالقاسم محمود بن عمرو بن احمد، الزمخشری جاراللہ، دارالکتاب العربی – بیروت الطبعۃ الثالثۃ- 1407ھ، 447/1

2 آل عمران:181/3

سیدنا فاروق اعظم رضی اللہ عنہ کا عمل

سیدنا فاروق اعظم رضی اللہ عنہ کا عمل اس پر شاہد و عادل ہے جس کو حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ:

"عنِ ابنِ عَبَّاسٍ: نَزَلَت فِي رَجُلٍ مِنَ الْمُنَافِقِينَ يُقَالُ لَهُ بشر، كان بَيْنَهُ وَبَيْنَ يَهُودِيٍّ خُصُومَةٌ فَقَالَ الْيَهُودِيّ: نَنْطَلِقُ إِلَى مُحَمَّد، وَقَالَ الْمُنَافِقُ: بَل إِلَى كَعْبِ بْنِ الْأَشْرَفِ، وَهُوَ الَّذِي سَمَّاهُ اللَّهُ الطَّاغُوتَ، فَأَبَى الْيَهُودِيُّ أَن يُخَاصِمَهُ إِلَّا إِلَى رَسُولِ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، فَلَمّا رَأَى الْمُنَافِقُ ذَلِكَ أَتَى مَعَهُ إِلَى رَسُولِ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَقَضَى رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ لِلْيَهُودِي ----- هَكَذَا أَقْضِي بَيْنَ مَنْ لَمْ يَرْضَ بِقَضَاءِ اللَّهِ وَقَضَاءِ رَسُولِه"[1]

"بشر نامی منافق کا جھگڑا کسی یہودی سے ہوااور اس کا فیصلہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم فرما چکے تھے جس پر وہ مطمئن نہیں تھا اور فیصلہ حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے پاس لے آیا حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ یہ سن کر کے اس کا فیصلہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم فرما چکے اپنی تلوار سے اس کا سر قلم کیا اور فرمایا میں اس شخص کا فیصلہ اس طرح کرتا ہوں جو اللہ اور اس کے رسول کے فیصلے پر راضی نہ ہو"

انھوں نے جب دیکھا کہ اس شخص کو محبوبِ خدا صلی اللہ علیہ وسلم کا فیصلہ منظور نہیں تو انھوں نے اسے توبہ کرنے کے لیے نہیں کہا بلکہ فی الفور اس کا فیصلہ کر دیا۔اور اس پر اللہ اور اس کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم نے بھی نہیں کہا کہ اسے توبہ کا موقع فراہم کیا جانا چاہیے تھا بلکہ ان کے فیصلے کی تحسین فرماتے ہوئے تاقیامت امت مسلمہ کو سنت فاروقی پر عمل کرنے کا حکم دیا بلکہ اسے علامت ایمان قرار دیا۔

حضرت مجاہد سے روایت ہے کہ:

"عن مجاهد قال: أتي عمر برجل سب النبي صلى الله عليه وسلم فقتله ثم قال عمر: "من سب الله أو سب أحدا من الأنبياء فاقتلوه"[2]

جس شخص نے نبیِ کریم صلی اللہ علیہ وسلم کو گالی دی تھی جب حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے سامنے لایا گیا تو آپ نے اس کی گردن اڑانے کا حکم دیا اور اس کے بعد آپ نے ایک حکم نامہ جاری کیا کہ جو کوئی بھی اللہ، رسولُ اللہ صلی اللہ علیہ وسلم یا کسی بھی نبی کو گالی دے فوراً اس کی گردن اڑا دی جائے۔

---

1 معالم التنزیل فی تفسیر القرآن = تفسیر البغوی، محیی السنة، ابو محمد الحسین بن مسعود بن محمد بن الفراء البغوی الشافعی (المتوفی: 510 ھ-)، المحقق: عبدالرزاق المهدی، دار احیاء التراث العربی –بیروت، الطبعة: الاولی، 1420 ھ، 655/1

2 الصارم المسلول علی شاتم الرسول، 201/1

وہ منافق جو آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی توہین کی غرض سے نماز میں سورہ عبس پڑھتا تھا اور امامت کرواتے ہوئے بھی قصداً یہی سورہ پڑھتا تو آپ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو جب پتا چلا تو آپ رضی اللہ عنہ نے اس کے اس معمول پر جو کہ اس نے قصداً اختیار کیا ہوا تھا آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی شان میں سخت گستاخی قرار دیتے ہوئے اس کا سر تن سے جدا کر دیا۔

روی ان عمر ابن الخطاب رضی اللہ عنہ بلغه ان بعض المنافقين يؤم قومه فلا يقرأ فيهم الا سورة عبس فارسل اليه فضرب عنقه [1]

اسی طرح جب قبیلہ بنی تمیم کے شخص نے حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے سورہ الذاریات, والمرسلات, والنازعات کے متعلق دریافت کیا تو آپ رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے اسے کہا:

"ضع عن رأسك فإذا له وفرة فقال عمر: أما والله لو رأيتك محلوقا لضربت الذي فيه عيناك"[2]

"اپنے سر سے کپڑا ہٹاو جب اس نے کپڑا ہٹایا تو اس کے سر پر بال دیکھ کر فرمایا اللہ کی قسم اگر میں آپ کے سر کو منڈا ہوا پاتا تو میں تیرا سر قلم کر دیتا جس میں یہ دونوں آنکھیں دھنسی ہوئی ہیں"۔

آپ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے اس عمل سے یہ بات بھی معلوم ہوتی ہے کہ شک کی بنا پر ہی کسی کو سزا نہ دی جائے بلکہ اس کی تصدیق و تحقیق کر لی جائے۔

ابن تیمیہؒ نے الصارم میں تو حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے متعلق یہاں تک لکھا ہے:

"فهذا عمر يحالف بين المهاجرين والأنصار أنه لو رأى العلامة التي وصف بها النبي صلى الله عليه وسلم الخوارج لضرب عنقه"[3]

"آپ رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے مہاجرین، انصار اور اہلِ بصرہ کو ذریعِ خط ہدایت کی کہ جس شخص میں دین اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی گستاخی کی کوئی علامت بھی پائی جائے اور یہ بات ثابت بھی ہو جائے تو اس شخص کو قتل کر دو"۔

---

1 روح البیان، اسماعیل حقی بن مصطفیٰ الاستانبولی الحنفی الخلوتی، المولی ابوالفداء، دارالفکر—بیروت، 331/10

2 الصارم المسلول، ص: 188

3 ایضا

حضرت خالد بن ولید کا عمل

"عَنْ عُرْوَةَ بْنِ مُحَمَّدٍ عَنْ " رَجُلٍ " مِنْ بُلْقِينَ أَوْ قَالَ: أَلْفَيْنِ أَنَّ امْرَأَةً كَانَتْ تَسُبُّ النَّبِيَّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، فَقَالَ النَّبِيُّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: «مَنْ يَكْفِينِي عَدُوِّي؟» فَخَرَجَ إِلَيْهَا خَالِدُ بْنُ الْوَلِيدِ فَقَتَلَهَا"[1]

"عروہ بن محمد نے ایک آدمی جس کا نام بلقین یا الفین ہے سے روائت کیا ہے کہ ایک عورت نے آپ ﷺ کو گالی دی تو آپ ﷺ نے فرمایا میرے دشمن کے خاتمے کے لیے کون ہے؟ تو حضرت خالد بن ولید رضی اللہ عنہ گئے اور اسے قتل کر دیا"

توہین رسالت آئمہ و فقہاء کی نظر میں

تمام آئمہ وفقہائے کا اجماع ہے کہ جو لوگ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی اہانت و گستاخی اور توہین و تنقیص کا ارتکاب کرے، وہ مسلم وغیر مسلم ہو اسے سزائے موت دی جائے گی، اگر وہ پہلے مسلمان تھے تو اب مرتد ہو گئے اور ایسے شخص کی سزا قتل ہے۔

فقہاء مالکیہ اور سزائے توہین رسالت

فقہاء مالکیہ کے نزدیک بھی توہینِ رسالت کے مرتکب شخص کو سزائے موت دی جائے گی۔ جیسا کہ ابو مصعب اور ابن ابی اویس کی روایت میں ہے:

"وِمِن رِوَايَة أَبِي الْمُصعَبِ وَابنِ أَبِي أُوَيْسٍ سَمِعْنَا مَالِكًا يَقُولُ:مَن سَبّ رَسُولَ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ أَوْ شَتَمَهُ أَو عَابَهُ أَوْ تَنَقَصَهُ قُتِل مُسْلِمًا كَانَ أَو كَافِرًا وَلَا يُستَتَاب"[2]

"ابو مصعب اور ابن ابی اویس بیان کرتے ہیں کہ ہم نے امام مالک کو کہتے ہوئے سنا ہے کہ کوئی بھی شخص، چاہے وہ مسلم ہو یا کافر، اگر وہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو گالی دے یا برا بھلا کہے، الزام دے، یا بے عزتی کی بات کرے اس کو سزائے موت دینی چاہیے"۔

---

1 المصنف، ابو بکر عبد الرزاق بن ہمام، الصنعانی، حدیث نمبر 9705، 307/5

2 الشفاء، 475/2

قاضی عیاض مالکی رحمۃ اللہ لکھتے ہیں:

"وَقَالَ عَبْدُ اللَّهِ بْنُ الْحَكَمِ[1]: مَنْ سَبَّ النَّبِيَّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مِنْ مُسْلِمٍ أَوْ كَافِرٍ قُتِلَ وَلَمْ يُسْتَتَبْ وَحَكَى الطَّبَرِيُّ[2] مِثْلَهُ عَنْ أَشْهَب[3] عَنْ مالك"[4][5]

"اور عبداللہ بن حکم نے کہا: جس نے آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی توہین کی وہ کافر ہو یا مسلم اسے قتل کیا جائے گا اور اسکی توبہ بھی قبول نہیں کی جائے گی"

فقہاء حنفیہ اور سزائے توہین رسالت

عَن أَبِي حَنِيفَةَ وَأَصحَابِهِ فِيمَنْ تنقصه صلّى الله عليه وسلم أو برىء مِنْهُ أَوْ كَذَّبَهُ[6]

حضرتِ امامِ ابو حنیفہ رحمۃ اللہ علیہ اور ان کے اصحاب کے نزدیک یہ ہے کہ: جو شخص بھی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو گالی دے یا بیہودہ گوئی کرے یا ان کی طرف جھوٹ منسوب کرے اس کا خون بہا دینا چاہیے۔

اِمام ابو یوسف لکھتے ہیں:

---

1 عبد اللہ بن عبد الحکم: بن اعین الفقیہ المصری ثقۃ یروی عن مالک واللیث وغیر ہما. توفی سنۃ اربع عشر ومائتین، انظر: الشفا بتعریف حقوق المصطفیٰ، عیاض بن موسی بن عیاض بن عمرون الیحصبی السبتی، ابو الفضل (المتوفی: 544ھ-) دار الفیحاء — عمان، الطبعۃ: الثانیۃ- 1407 ھ، 478/2

2 ہو محمد بن جریر ابو جعفر الطبری، احد الاعلام، وصاحب التصانیف المشہورۃ، من اہل طبرستان کان کثیر الطواف والعبادۃ، ولد سنۃ 224ہ-وتوفی سنۃ 310ہ-، انظر: الشفاء، 182/1

3 ہو ابن عبد العزیز بن داود ابو عمرو بن القیسی المصری الفقیہ ویروی عن اللیث ومالک وطائفۃ، وعنہ سحنون وجماعۃ توفی بعد الشافعی بثمانیۃ عشر یوماولہ اربع وستون سنۃ، اخرج لہ ابو داود والنسائی. . قال ابن یونس: ہو احد فقہاء مصر وذوی رایہا. و قال ابن عبد البر: کان فقیہا حسن الرای والنظر فضلہ ابن عبد الحکم علی ابن القاسم فی الرای، انظر: الشفاء، 154/2 مالک بن انس بن مالک بن ابی عامر ولد سنۃ 95ہ-الامام المشہور فی الفقہ والحدیث وکفاہ فخرا ان الشافعی من اصحابہ وکان مبالغا فی تعظیم العلم والدین توفی سنۃ 179

4 مالک بن انس بن مالک بن ابی عامر ولد سنۃ 95 ھ-الامام المشہور فی الفقہ والحدیث وکفاہ فخرا ان الشافعی من اصحابہ وکان مبالغا فی تعظیم العلم والدین توفی سنۃ 179، انظر: الشفاء، 341/1

5 الشفاء، 478/2

6 الشفاء، 475/2

"قالَ أَبُو يُوسُف: وَأَيُّمَا رَجُلٍ مُسْلِمٍ سَبَّ رَسُولَ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ أَوْ كَذَّبَهُ أَوْ عَابَهُ أَو تَنْقُصهُ؛ فَقَدْ كَفَرَ بِاللَّهِ وَبَانَتْ مِنْهُ زَوْجَتُهُ؛ فَإِنْ تَابَ وَإِلا قُتِل"[1]

"جس مسلمان نے رسول اللہ ﷺ کی توہین کی، یا آپ کی کسی بات کو جھٹلایا، یا آپ میں کوئی عیب نکالا یا آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی تنقیص کی، وہ کافر ومرتد ہوگیا اور اس کا نکاح ٹوٹ گیا، پھر اگر وہ اپنے اس کفر سے توبہ کرکے اسلام ونکاح کی تجدید کرلے تو ٹھیک، ورنہ اسے قتل کردیا جائے"۔

علامہ سبکی رحمۃ اللہ علیہ اپنی کتاب "السیف المسلول علیٰ من سب الرسول" میں لکھتے ہیں کہ:

"قال القاضی عیاض: أجمعت الأُمّة علٰی قتل منتقصة .... وقال أبو سلیمان الخطابی: لا أعلم أحدًا من المسلمین اختلف فی وجوب قتله اذا کان مسلما"۔[2]

"قاضی عیاض فرماتے ہیں کہ اُمت کا اِجماع ہے کہ مسلمانوں میں سے جو شخص آنحضرت ﷺ کی شان میں تنقیص کرے اور سب وشتم کرے، وہ واجب القتل ہے۔ ابوبکر ابن المنذر فرماتے ہیں کہ تمام اہلِ علم کا اس پر اجماع ہے کہ جو شخص حضور ﷺ کو سب وشتم کرے، اس کا قتل واجب ہے۔ اِمام مالک بن انس، اِمام لیث، اِمام احمد اور اِمام اسحاق اسی کے قائل ہیں، اور یہی مذہب ہے اِمام شافعی کا۔ قاضی عیاض فرماتے ہیں کہ اس طرح کا قول اِمام ابوحنیفہ اور ان کے اَصحاب سے اور اِمام ثوری سے اور اِمام اوزاعی سے شاتمِ رسول کے بارے میں منقول ہے۔ اِمام محمد بن سحنون فرماتے ہیں کہ علماء نے نبی کریم ﷺ کو سب وشتم کرنے والے اور آپ ﷺ کی شان میں گستاخی کرنے والے کے کفر پر اِجماع کیا ہے، اور ایسے شخص پر عذابِ اِلٰہی کی وعید ہے، اور جو شخص ایسے موذی کے کفر وعذاب میں شک وشبہ کرے، وہ بھی کافر ہے۔ اِمام ابوسلیمان الخطابی فرماتے ہیں کہ مجھے کوئی ایسا مسلمان معلوم نہیں جس نے ایسے شخص کے واجب القتل ہونے میں اِختلاف کیا ہو"۔

علامہ شامی لکھتے ہیں:

---

1 الخراج، ابویوسف ص:199

2 السیف المسلول علی من سب الرسول، 121-119/1

"وفي الاشباہ: لا تصح ردة السكران، إلا الردة بسب النبي فإنه يقتل ولا يعفى عنه "[1]

"اور الاشباہ میں ہے کہ نشے میں مست آدمی کے ارتداد کا اعتبار صحیح نہیں البتہ اگر کوئی آدمی نبی ﷺ کو گالی دینے کی وجہ سے مرتد ہو جاتا ہے تو اس کو (مرتد شمار کرکے) قتل کر دیا جائے گا اور اس گناہ کو معاف نہیں کیا جائے گا"

قرآن وسنت اور اِجماعِ اُمت سے ثابت ہے کہ حضور اور تمام انبیائے کرام علیہم السلام کی گستاخی اور توہین وتنقیص اِرادةً ہو، یا بلااِرادہ موجبِ کفر اور موجبِ قتل ہے۔

قاضی عیاض مالکی رحمۃ اللہ لکھتے ہیں کہ:

قالَ أَبُو حَنِيفَة وَأَصحَابُهُ[2] وَالثَّوْرِيُّ[3] وَأَهْلُ الْكُوفَةِ وَالْأَوزَاعِيُّ[4] فِي الْمُسْلِمِينَ[5]

" امامِ ابو حنیفہ اور اصحابِ ابو حنیفہ، امام ثوری اور اہل کوفہ اور امام اوزاعی بھی شامل ہیں کا بھی یہی فتوی ہے کہ توہین رسالت کرنے والے شخص کو موت کی سزا سنا کر قتل کر دینا چاہیے"۔

"ولَا خلَافَ بَيْنَ الْمُسلِمِينَ أَنَّ مَن قصد النبي صلّى الله عليه وآله وَسَلَّمَ بِذَلِكَ فَهُوَ مِمَّن يَنْتَحِلُ الْإِسْلَامَ أَنَّهُ مُرْتَدّ يَسْتَحِقُّ الْقَتْلَ"[6]

"اس میں کسی کا اختلاف نہیں ہے کہ جس نے آپ ﷺ کے متعلق ایسی جسارت کی تو وہ دائرہ اسلام سے خارج ہے اور قتل کا مستحق ہے"

ابن نجیم حنفی لکھتے ہیں کہ:

---

1 الدر المختار شرح تنویر الابصار وجامع البحار، محمد بن علی بن محمد، 345/1

2 ای محمد، وابی یوسف، وزفر۔ انظر: الشفاء: 2/ 475

3 سفیان بن سعید بن مسروق ابو عبد اللہ. الکوفی عالم عصرہ الزاہد المحدث اخرج لہ الائمۃ الستۃ توفی سنۃ 161 ھ۔ انظر: الشفاء: 186/1

4 الاوزاعی، الامام العابد الزاہد الحافظ، صاحب المذہب الذی کان علیہ اہل المغرب قبل اتباع مذہب الامام مالک.. سکن الشام حتی مات مرابطا فی ثغر بیروت.. وہو منسوب للاوزاع بطن من حمیر او ہمدان. انظر: الشفاء: 111/2

5 الشفاء، 475/2

6 احکام القرآن، احمد بن علی ابو بکر الرازی الجصاص الحنفی (المتوفی: 370ھ-)، المحقق: محمد صادق القمحاوی- عضو لجنۃ مراجعۃ المصاحف بالازہر الشریف، دار احیاء التراث العربی –بیروت، تاریخ الطبع: 1405 ھ، 276/4

"ہر ارتداد برابر ہوتا ہے اگر مرتد اسلام کی طرف راغب ہو جائے تو اس کو چھوڑ دیا جائے گا مگر اس سے کچھ مسائل مستثنیٰ ہیں ان میں پہلا یہ ہے کہ جو گستاخِ رسول صلی اللہ علیہ وسلم ہو اسے چھوڑا نہیں جائے گا اور اسکی توبہ نہیں قبول کی جائے گی"۔[1]

فقہاء شوافع اور سزائے توہین رسالت

شافعی مکتبِ فکر کے ائمہ و فقہا شاتمِ رسول صلی اللہ علیہ وسلم ذمّی کے بارے میں کہتے ہیں کہ اسے قتل کیا جائے گا۔ امام شافعی کے بارے میں امام ابن منذر اور امام خطابی نے لکھا ہے کہ اسے قتل کیا جائے گا

"وأما الشافعي فالمنصوص عنه نفسه أن عهده ينتقض بسب النبي وأنه يقتل هكذا حكاه ابن المنذر والخطابي وغيرهما"[2]

امام شافعی رحمۃاللہ علیہ سے بالنص ثابت ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم کو گالی دینے سے ذمّی کا عہد وذمّہ ختم ہو گا اور اسے قتل کر دیا جائے گا۔ امام ابن منذر و خطابی وغیرہ نے ان سے اسی طرح نقل کیا ہے۔

علامہ شوکانی رحمۃاللہ علیہ نے ائمہ و فقہاے شافعیہ کی رائے نقل کرتے ہوئے لکھا ہے:

"ونقَلَ أَبو بَكرٍ الْفَارِسِيُّ أَحَدُ أَئِمَّةِ الشَّافِعِيَّةِ فِي كِتَابِ الْإِجْمَاعِ أَنَّ مَن سَبَّ النَّبِيَّ – صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ – بِمَا هُوَ قَذفٌ صَرِيحٌ كَفَرَ بِاتِّفَاقِ الْعُلَمَاءِ، فَلَوْ تَابَ لَمْ يَسْقُطْ عَنْهُ الْقَتْلُ، لِأَنَّ حَدَّ قَذْفِهِ الْقَتْلُ، وَحَدُّ الْقَذْفِ لَا يَسْقُطُ بِالتَّوْبَة"[3]

ابو بکر فارسی ائمہ شافعیہ میں سے ہیں جنہوں نے کتاب الاجماع میں نقل کیا ہے کہ:

جس نے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کو گالی دی اور صریحاً قذف و تہمت لگائی وہ تمام علما کے اتفاق سے کافر قرار دیا جائے گا اور اگر وہ توبہ کرلے تو اس سے سزائے قتل زائل نہیں ہوگی، کیونکہ اس کے نبی صلی اللہ علیہ وسلم پر تہمت لگانے کی سزا قتل ہے اور تہمت کی سزا توبہ کرنے سے ساقط نہیں ہوتی۔

قاضی عیاض مالکی رحمۃاللہ علیہ لکھتے ہیں:

"حضرت ابو یعقوب اسحاق بن ابراہیم الخزلی معروف بہ ابن رواحہ کا فیصلہ ہے کہ کہ جو شخص اللہ کی تضحیک کرے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو گالی دے اور قرآن کے کسی حصے یا آیت کو ترک کر دیتا ہے وہ بے

---

1 البحر الرائق شرح کنز الدقائق، زین الدین بن ابراہیم بن محمد، المعروف بابن نجیم المصری، دار الکتاب الاسلامی، الطبعۃ الثانیۃ- بدون تاریخ، 135/5

2 الصارم المسلول علی شاتم الرسول، 8/1

3 فتح الباری شرح صحیح البخاری، 281/12

حرمتی اور کفر گوئی کا مجرم ہے اور کافر ہو جاتا ہے چاہے اس کے بعد بھی اسلام اور قرآن پر ایمان کا دعوی ہی کیوں نہ کرتا ہو"۔[1]

فقہاء حنابلہ اور سزائے توہین رسالت

"قال حنبل: "سمعت أبا عبد الله يقول: "كل من شتم النبي أو تنقصه مسلما كان أو كافرا فعليه القتل وأرى أن يقتل ولا يستتاب"[2]

"احمد بن حنبل رحمۃ اللہ علیہ نے کہا کہ انہوں نے ابو عبداللہ سے سنا کہ وہ کہتے کہ جو شخص رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو گالی دے، چاہے وہ مسلم ہو یا غیر مسلم اسے قتل کیا جائے اور اس کی توبہ بھی قبول نہ کی جائے"۔

امام قرطبیؒ نے لکھا ہے کہ:

أجمع عامةأهل العلم على أن من سب النبي عليه القتل. وممن قال ذلك مالك والليث وأحمد وإسحاق، وهو مذهب الشافعي[3]

"اہل علم کا اس بات پر اجماع ہے کہ جو کوئی بھی آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی توہین کرے اسے قتل کیا جائے، یہ قول امام مالک، ابو لیث، امام احمد، اور امام اسحاق کا ہے اور یہی مذہب امام شافعی کا بھی ہے"

زیدیہ وامامیہ علماء کا فتوی

جو شخص رسولُ اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اور اھل بیت یا اماموں میں سے کسی کو بھی گالی دیتا ہے وہ سزائے موت کا مستحق ہے اور اس کو کوئی بھی شخص جسے موقع ملے مار دے۔[4]

اسلام کی اساسی تعلیمات میں آپ کی محبت و اطاعت لازم اور آپ کی نافرمانی اور اذیت دینے کو حرام قرار دیا ہے۔ رسول صلی اللہ علیہ وسلم رحمتُ للعالمین ہیں آپ کی محبت و شفقت بے مثال رہی ہے۔ اس لئے آپ کو اختیار حاصل تھا کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم عفو و درگزر کی مثال قائم کریں یا سختی کریں۔ مگر امت مسلمہ کے کسی فرد کو یہ حق کبھی نہیں دیا گیا کہ وہ توہین رسالت کے ضمن میں معافی نامہ جاری کر سکے۔

---

1 الشفاء، 484/2

2 الجامع لعلوم الامام احمد –الفقہ، ابو عبداللہ احمد بن حنبل، خالد الرباط، سید عزت عید [بمشارکۃ الباحثین بدار الفلاح]، دار الفلاح للبحث العلمی و تحقیق التراث، الفیوم - جمہوریۃ مصر العربیۃ، الطبعۃ: الاولی، 1430 ھ - 2009م، 311/12

3 جامع لاحکام القرآن = تفسیر القرطبیؒ، 82/8

4 شرح الاسلام، ص: 251

اُمت کا مفاد اسی میں ہے کہ اس عظیم ترین محبوب دو جہان کی مرکزی شخصیت کے حقوق و مفادات کا دفاع کرے تاکہ معاشرے کا امن قائم رہے اور افراد کی اصلاح کیلئے بھی یہ ضروری ہے کہ اس مثالی شخصیت کے ساتھ عقیدت و محبت میں ذرہ برابر کمی نہ ہو۔

مغرب روحانی اقدار سے بیگانہ ہو گیا ہے اور یہ زمانہ اپنی روح کے اعتبار سے مادے پر استوار عقلیت Rationalism کا شکار ہے۔ مسلمان بھی اسی مادی ماحول سے متاثر ہو کر ایمان کو اپنے جلیل القدر رب العالمین اور رسول صلی اللہ علیہ وسلم کے احکام کی روشنی میں پرکھنے کی بجائے یورپی مادی عقلیت کے میزان میں تولتے ہیں اور اپنی غیرت و خودداری سے غافل ہو جاتے ہیں۔ اسی لئے علامہ اقبالؒ نے فرمایا:

اے تہی از ذوق و شوق و سوز و درد
می شناسی عصر ما با ما چہ کرد
عصر ما مارا اس زما بیگانہ کرد
از جمال مصطفٰی بیگانہ کرد[1]

ترجمہ: اے عشق و محبت اور سوز و درد، عشق سے تہی دامن مسلمان! تمہیں کچھ خبر ہے کہ زمانے نے میرے ساتھ کیا کیا۔ میرے زمانے نے مجھے مجھ سے اور میری خودی سے غافل کر دیا اور حد تو یہ ہے کہ حضور کے عشق سے بھی بیگانہ کر دیا۔ اس غفلت کی پیدا کردہ محرومی کا مداوا یہی ہے کہ امت کی روحوں میں سوز و عشق مصطفٰی کی تپش تیز کر دی جائے۔

عشق رسول لازمہ ایمان ہے اور ہر مسلمان کے رگ و پے میں خون کی طرح جاری و ساری ہے۔ حقیقی مسلمان کبھی یہ برداشت نہیں کر سکتا کہ کوئی دریدہ دہن حضور کی شان میں گستاخی کا مرتکب ہو۔ تاریخ زندہ مثالوں سے بھری پڑی ہے چاہے وہ صحابہ کا دور ہو یا امت کے زوال کا دور, ناموس رسالت کے باب میں امت حد درجہ حساس رہی ہے اور والہانہ عقیدت سے سرشار رہی ہے اس لئے اس بات کی اشد ضرورت ہے کہ نظریاتی سرحدوں کی بھی اسی طرح حفاظت کی جائے جس طرح جغرافیائی حد بندیوں کی, کی جاتی ہے اور معاشرے کا استحکام بھی تبھی ممکن ہے کہ شر پسند عناصر جو توہین رسالت کے مرتکب ہوں ان کیلئے سخت ترین قانون موجود ہو کیونکہ دنیا کے ہر قانون میں ہتک عزت کا قانون موجود ہے, تاکہ وطن عزیز فتنہ و فساد سے پاک رہ سکے۔

---

1 پس چہ باید کرد مع مسافر، ڈاکٹر محمد اقبال، ترجمہ یوسف سلیم چشتی، عشرت پبلشنگ ہاوس، لاہور، 1957، 280/24

اگر قانونِ توہین رسالت موجود نہ ہو تو پھر مجرموں اور ان کے خلاف مشتعل ہونے والے مدعیوں پر عدالت کے دروازے بند ہو جائیں گے۔ جس کی وجہ سے ہر کوئی قانون اپنے ہاتھ میں لیکر مجرموں سے انتقام لے گا۔ جس سے ملک میں انارکی پھیلے گی اور یہ ملکی سلامتی کیلئے انتہائی خطرناک ہوگا جہاں تک قانون توہین رسالت کے غلط استعمال کا تعلق ہے تو یہ غلط استعمال تو تمام قوانین کا ہو رہا ہے۔ انسان کے بنائے ہوئے تمام قوانین میں خرابی اور سقم موجود ہے اور انہیں غلط طور پر استعمال کیا جارہا ہے۔ لہٰذا ضرورت اس امر کی ہے کہ قرآن و سنت کی واضح تعلیمات پر مبنی قوانین کا نفاذ کیا جائے جس میں کسی بے گناہ کو سزا نہیں مل سکتی اور گناہگار سزا سے بچ نہیں سکتا اور انبیاء کی بدولت یہ دنیا نیکی اور سچائی، حق پرستی و عدل و انصاف جیسی قدروں سے آشنا ہوئی۔ ان کی شان میں گستاخی کو کوئی مذہب، معاشرہ برداشت نہیں کر سکتا اور جب بات حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے احترام کی ہو جو آج بھی اس گئے گزرے دور میں اُمت کو متحد رکھنے کا آخری سہارا ہے۔

مذاہب عالم میں شعائر مذہب

دنیا میں مذاہب کی تقسیم دو طرح سے ہے سامی اور غیر سامی, سامی مذاہب میں یہودیت اور عیسائیت, جبکہ اسلام نمایاں حیثیت کے حامل ہے۔ یہ مذاہب چونکہ الہامی تعلیمات کے پیرو ہیں اور دوسرے مذاہب سے زیادہ مقدس مقامات اور مقدس ہستیوں کی عزت و تکریم کرتے ہیں۔اسی وجہ سے ہر مذہب نے اپنے ماننے والوں یہ تاکید کی ہے کہ وہ اپنے مذہب، مقدس ہستیوں اور شعائر مذہب کی نہ خود تحقیر کریں اور نہ ہی کسی اور کو ان کی توہین کرنے کی اجازت دیں،اور جو کوئی اس کا مرتکب ہوتا ہے اُسے سخت سے سخت سزا دی جائے گی۔

یہودیت اور شعائر مذہب

الہامی مذاہب میں یہودی مذہب جو کہ قدیم مذہب ہے اس میں بھی اللہ, انبیاء اور شعائر اللہ کی توہین اور گستاخی پر سخت احکامات اور سزائے موت کا بڑا واضح ذکر موجود ہے۔

بائبل مقدس میں ہے کہ:

"اور جو خداوند کے نام پر کفر بکے ضرور جان سے مارا جائے ساری جماعت اسے قطعی سنگسار کرے، خواہ دیسی ہو یا پردیسی جب وہ پاک نام پر کفر بکے تو وہ ضرور جان سے مارا جائے"۔[1]

توہین کے واقعات اس وقت روح پذیر ہوتے ہیں جب آپس میں لڑائی جھگڑے جنم لیں اور یہ کوئی نئی بات نہیں ہے بلکہ حضرت موسیٰ علیہ السلام کے زمانے میں بھی ایسا ہی ایک واقع ہوا جسے ''احبار''میں کچھ اس طرح ذکر کیا ہے:

---

1 کتاب مقدس، پرانا اور نیا عہد نامہ، بائبل سوسائٹی انارکلی بازار، لاہور، 2004، احبار، 24: 16

"حضرتِ موسی علیہ السلام کے زمانے میں ایک اسرائیلی عورت کے لڑکے نے جس کا باپ مصری تھا کسی اسرائیلی سے مار پیٹ کی اور دوران لڑائی پاک نام پر کفر بکا. لوگ اسے پکڑ کر حضرت موسی علیہ السلام کے پاس لے گئے جہاں اسے حوالات میں ڈال دیا گیا اور اللہ تعالی نے اسے سنگسار کرنے کا حکم دیا"۔[1]

"استثناء" میں تو انبیاء علیہم السلام کے بارے میں بھی مذکور ہے کہ:

"خدائے پاک کے نام و پیغام کی عظمت اس قدر ہے کہ جو نبی گستاخ بن کر کوئی ایسی بات میرے نام سے کہے جس کے کہنے کا میں نے اس کو حکم نہیں دیا اور معبودوں کے نام سے کچھ کہے تو نبی قتل کیا جائے"۔[2]

یہودیت میں تو یہاں تک ہے کہ جو کوئی توہین کا مرتکب ہوتا ہے تو وہ خود بخود عذاب میں مبتلا ہو جاتا ہے۔ جیساکہ ‘‘یسعیاہ’’[3] میں مذکور ہے کہ:

"شاہ اسور نے اللہ کی نعمتوں کا کفر کیا اور اس کی اور اس کے نبی کی شان میں گستاخی کی تو اللہ نے اسے تباہ و برباد کرنے کا ارادہ ظاہر فرمایا"۔[4]

شاہ اسور سخیرب نے جب بنی اسرائیل کو تباہ کرنے کی غرض سے شہر کا محاصرہ کیا اور خدا کے مقرب بندوں کی شان میں گستاخی کی تو اس پر عذاب نازل ہوا جیسے کے بائیبل میں ہے کہ:

"اس کے نوکروں نے خداوند اور اس کے بندے حزقیاہ کے خلاف بہت سی اور باتیں کیں اور اس نے خداوند خدا اسرائیل کے خدا کی اہانت کرنے اور اس کے حق میں کفر بکنے کے لیے اس مضمون کے خط بھی لکھے کہ جیسے اور ملکوں کی قوموں کے معبودوں نے اپنے لوگوں کو میرے ہاتھ سے نہیں بچایا ہے ویسے ہی حزقیاہ کا معبود بھی اپنے لوگوں کو میرے ہاتھ سے نہیں بچاسکے گا۔’’ لہٰذا خدا نے اس گستاخ کے سرداروں اور اس کے بیٹوں کو مار ڈالا"۔[5]

اسی طرح ہود سیع میں مذکور ہے کہ:

---

1 کتاب مقدس، پرانا اور نیا عہد نامہ، احبار، 24: 10۔15

2 ایضا، الاستثناء 18: 20

3 کتاب کا نام ہے جس کے مصنف یسع یاہابن آموص ہے ۔ وہ یروشلم کے رہنے والے تھے۔ اعلیٰ تعلیم یافتہ اور شاہی دربار کے آداب اور طور طریقوں سے واقف بھی تھے۔اپنے زمانے کے حالات اور واقعات سے بھی بخوبی آگاہ تھے۔ کتاب مقدس کے مطابق وہ نبی بھی تھے اور اُن کی نبوت کا زمانہ عزیاہ، یوتام، آخزاور حزقیاہ کے دور حکومت تک پھیلا ہوا تھا۔ یہ مدت تقریباً 740 قبل مسیح تا 681 قبل مسیح ہے۔(ملاحظہ ہو: کتاب مقدس یعنی پرانا اور نیا عہد نامہ، (یوحنا) باب 12 آیت 38 تا 41 تک)

4 کتاب مقدس، پرانا اور نیا عہد نامہ، یسعیاہ 10: 12۔19

5 ایضا، تواریخ 32: 9۔23

"جب میں اسرائیل کو شفاء بخشنے کو تھا تو افرائیم کی بد کرداری اور سامدیہ کی شرارت ظاہر ہوئی۔۔۔ وہ رجوع ہوتے ہیں پر حق تعالی کی طرف نہیں, وہ دغا دینے والی کمان کی مانند ہیں ان کے امراء اپنی زبان کی گستاخی کے سبب تہہ تیغ ہوں گے"۔[1]

اللہ اپنے خاص بندوں کو خوشخبری دیتے ہوئے فرماتا ہے کہ دنیا میں غیر قوم کو سخت عذاب کی وعید ہے اس لیے کہ انہوں نے بڑی گستاخی کی ہے۔[2]

اسی طرح" ملاکی"[3] میں ہے کہ:

"رب الافواج تم کو فرماتا ہے اے میرے نام کی تحقیر کرنے والے کاہنو, بیٹا اپنے باپ کی اور نوکر اپنے آقا کی تعظیم کرتا ہے پس اگر میں باپ ہوں تو میری عزت کہاں ہے"۔[4]

" سموئیل"[5] میں حضرت داود علیہ السلام کی گستاخی کرنے والوں کے متعلق حضرت داوود علیہ السلام کا حکم نامہ اس طرح مذکور ہے: تب داوود علیہ السلام نے اپنے لوگوں سے کہا اپنی تلوار باندھ لو سو ہر ایک نے اپنی تلوار باندھی اور داوود نے اپنی تلوار حمائل کی, سو قریبا چار سو جوان داوود کے پیچھے چلے۔[6]

مزید مذکور ہے کہ جب یہ خبر گستاخ نابال کی بیوی کو ملی تو اس نے حضرت داوود علیہ السلام کی منت سماجت کر کے روک دیا، لیکن خدا کو اپنے رسول کی گستاخی گوارا نہیں تھی اس نے نابال کو دس دن کے اندر اندر مار دیا۔[7]

---

1 کتاب مقدس، پرانا اور نیا عہد نامہ، ہوسیع 7: 1۔16

2 ایضا، یوایل 2: 20

3 اس کتاب کو ملاکی نبی نے لکھا ہے۔ یہ کتاب غالباً پانچویں صدی قبل مسیح میں ہی ہیکل کی دوبارہ تعمیر کے بعد وجود میں آئی۔ اس کے لکھے جانے کی تاریخ پانچویں صدی قبل مسیح کا زمانہ تھا جب نحمیاہ وہاں کا گورنر تھا۔

ملاحظہ ہو: The Brown-Driver-Briggs Hebrew and English Lexicon, Francis Brown, S. R. Driver, and Charles A. Briggs, (Peabody, Mass.: Hendrickson, 2006,p: 521

4 کتاب مقدس، پرانا اور نیا عہد نامہ، ملاکی 1: 6

5 آسمانی کتاب ہے اور نبی کا نام ہے جن کو شموئیل کے نام سے بھی جانا جاتا ہے۔ عہد 1100 سے 1020 قبل مسیح ہے۔ ملک شام قدیم میں ایک کوہستان یعلاقہ افرائیم کے نام سے تھا۔ اسکے شہر رامہ میں آپ رہتے تھے۔ نبی اسرائیل کے تقاضے پر اُنکے لیے پہلا بادشاہ اللہ تعالیٰ کی وحی سے چنا جو کہ طالوت علیہ السلام یا ساؤل تھے۔ ملاحظہ ہو: تفسیر ماجد، مولانا عبدالماجد دریا بادی تفسیر سورۃ البقرہ آیت 246

6 کتاب مقدس، پرانا اور نیا عہد نامہ، سموئیل 25: 2۔13

7 ایضا، 25: 13۔38

اسی طرح کلام خدا جو کے ایک صندوق میں رکھا ہوتا تھا جسے ‘‘ عہد کا صندوق’’ کہا جاتا تھا۔[1] کی بے حرمتی کی باقاعدہ سزا مقرر تھی۔ جیسا کہ سموئیل میں ہے کہ:

ایک مرتبہ ‘‘عہد کا صندوق’’ کو بیل گاڑی پر لاد کر لے جایا جا رہا تھا بیل گاڑی کو عزہ ہانک رہا تھ کہ بیلوں نے ٹھوکر کھائی تو غیر ارادی طور پر عزہ کا ہاتھ صندوق کو لگ گیا اسے عزہ کی طرف سے صندوق کی گستاخی قرار دیتے ہوئے مار دیا گیا۔[2]

امثال میں ہے کہ:

جو کلام کی تحقیر کرتا ہے اپنے آپ پر ہلاکت لاتا ہے۔[3]

اس سے پتا چلتا ہے کہ یہودیت میں بھی مقدس ہستیوں کی عزت و تکریم کرنا ان کی ناموس پر حرف نہ آنے دینا موجود ہے اور جو مقدس مقامات و ہستیوں کی توہین کا مرتکب ہو وہ سزا کا موجب ہے۔

مسیحیت اور شعائر مذہب

مسیحیت میں بھی تقریبا شعائر مذہب کی توہین کی سزا کا وہی تصور ہے جو یہودیت میں ہے کیوں کہ اس مذہب میں بھی خدا اور اس کے شعائر کی توہین کے وہی الفاظ مذکور ہیں جو یہودیت میں ہیں۔

‘‘ مرقس’’ میں حضرت عیسی علیہ السلام کے حوالے سے مذکور ہے کہ:

" میں تم کو سچ کہتا ہوں کہ بنی آدم کے سب گناہ اور جتنا کفر وہ بکتے ہیں معاف کیا جائے گا لیکن جو کوئی روح القدس کے حق میں کفر بکے گا وہ ابد تک معافی نہ پائے بلکہ ابدی گناہ کا قصور وار ہے"۔[4]

عیسائیت میں تو والدین کے گستاخ کی سزا بھی سزائے موت ہے جیسا کہ انجیل متی میں مذکور ہے کہ:

" جو باپ یا ماں کو برا کہے وہ ضرور جان سے مارا جائے"۔[5]

اسی طرح پولس کے متعلق ‘‘اعمال’’ میں مذکور ہے کہ:

جب اسے گرفتار کر کے "اگرپا " بادشاہ کے سامنے پیش کیا گیا تو اس نے اقرار کیا کہ جب وہ مسیح نہیں تھا تو اس نے مسیحیوں کو سزائے موت دلوانے کے لیے متعدد بار ان پر یہ الزام دہرایا کہ یہ لوگ انبیاء، رسل، شریعت

---

1 کتاب مقدس، پرانا اور نیا عہد نامہ، خروج 25: 10۔22

2 ایضا: سموئیل 6: 6۔8

3 ایضا: امثال، 13: 13

4 ایضا: مرقس، 3: 28، 29

5 ایضا: متی، 10: 37// لوقا، 1: 26، 33

اور خدا کی توہین کرتے ہیں اور انہیں یہ سزا دلوانے کے لئے اس نے مذہبی حیثیت و مقام کا ناجائز استعمال بھی کیا۔[1]

غیر سامی مذاہب اور شعائر مذہب

سامی مذاہب کی طرح غیر سامی مذاہب بھی مقدس ہستیوں کی تعظیم و تکریم کا نہ صرف حکم دیتا ہے بلکہ شعائر مذہب کی توہین کرنے والے سے سختی سے نپٹنے کے احکامات بھی دیتے ہیں۔

ہندو مذہب اور شعائر مذہب

ہندو مذہب میں وید، مقدس کتابوں اور مقدس ہستیوں کی بے عزتی و بے حرمتی کرنے والے کو مسلک و جماعت سے جدا کرنے کا حکم ہے۔

جیسا کہ ہندو مذہب کی مشہور کتاب'' سمرتی '' میں منو مہاراج لکھتے ہیں:

"جو شخص وید اور عابد لوگوں کی وید کے مطابق بنائی ہوئی کتابوں کی بے عزتی کرتا ہے، اس وید کی برائی کرنے والے منکر کو ذات، جماعت اور مسلک سے نکال دینا چاہیے"۔[2]

ہندو مذہب تو اونچی ذات والے کو اس قدر عزت دیتا ہے کہ اس کی عزت پر انگلی اٹھانے والے کو برے القاب دیتا ہے جیسا کہ مہاراج بدھ کہتے ہیں کہ:

"کوئی برہمن پر حملہ نہ کرے، جو برہمن کو مارتا ہے اس پر تف ہے"۔[3]

ہندو مذہب میں عزت و تکریم کے ساتھ ساتھ مقدس ہستیوں کی خاطر تواضع کا بھی حکم مذکور ہے۔

شری کرشن کہتے ہیں:

"دیوتا، برہمن، گرو اور پنڈت کی تعظیم و تکریم۔ خاطر تواضع کی جائے خود برھمچریہ کے اصولوں کا برتاو کر کے دلآزاری سے متنفر رہو"۔[4]

شری کرشن مزید کہتے ہیں:

"انسان ہر ایک سے میٹھے بول بولے کسی کی دل آزاری نہ کرے"۔[5]

---

1 کتاب مقدس، پرانا اور نیا عہد نامہ، 26: 11

2 سمرتی۔ منو مہاراج، 2: 12// سیتارتھ پرکاش، 100

3 کتاب مقدس، پرانا اور نیا عہد نامہ، دھم پر، 26: 388

4 گیتا، شری کرشن، 17: 14

5 ایضا: 17: 15

سکھ مذہب اور شعائر مذہب

جس طرح باقی مذاہب کے پیرو اپنے مذاہب کی مقتدر اور مقدس ہستیوں کی عزت و تکریم پر مر مٹنے کو اپنا مذہبی فریضہ گردانتے ہیں اسی طرح سکھ بھی اپنے مذہبی رہنماوں مقدس ہستیوں اور شعائر مذہب کی پاسداری کرتے نظر آتے ہیں۔ جس کے چند نظائر درج ذیل ہیں:

1947ء کو ماسٹر تارا سنگھ نے پنجاب اسمبلی کی سیڑیوں پر کرپان لہرا کر یہ اعلان کیا تھا کہ اپنی مقدس گرووں کی توہین کا بدلہ لینے کے لیے مسلمانوں کو ختم کر دیا جائے اور اب پنجاب میں صرف " خالصہ "میں حکومت ہو گی۔[1]

جب 4 جون 1984ء میں اندرا گاندھی نے امرتسر دربار صاحب پر فوجی ایکشن کروایا جسے " اپریشن بلیو سٹار" کا نام دیا گیا جس میں جہاں بے شمار زائرین مارے گئے وہاں مقدس کتب، اشیاء اور مقدس عمارت کی بے حرمتی کی گئی جس پر تمام دنیا میں موجود سکھوں نے شدید احتجاج کیا۔ اور ایک ہٹ لسٹ جاری کی جس میں اندرا گاندھی کا نام بھی تھا جس کے قتل کی رپورٹ 27 فروری 1986ء کو جاری ہوئی جس میں لکھا تھا کہ:

"مسٹر گاندھی کے قتل کا اصل اور بنیادی سبب سکھ مسئلہ اور اپریشن بلیو سٹار ہے، سکھوں کی اکثریت اس پر اندرا جی کے خون کی پیاسی تھی"۔[2]

غیر مسلم ممالک اور قانون توہین شعائر مذہب

یہ قانون ایک عالمگیر قانون ہے مسلم ممالک سے ہٹ کے یورپ، امریکہ اور دیگر غیر مسلم ممالک پر لادینی عناصر اور قوانین کے تسلط سے قبل "توہین شعائر مذہب" کا قانون صدیوں تک نافذ رہا اور اسی قانون کے تحت کئی گستاخوں کو سزائے موت دی گئی۔

مغربی ممالک میں یہ قانون "Blasphemy" کے نام سے موسوم رہا اور اس سے مراد خدا تعالی، اس کے اختیارات، قدرت، روح القدس، حضرت عیسی مسیح، تثلیث، آخرت، یوم الحساب، تورات و انجیل مقدس، حواریوں اور دینی بزرگوں یا مسیحیت کی تعلیمات و شعائر کی تضحیک و تحقیر ہے۔[3]

رومن سلطنت کے شہنشاہ Justinian نے جب دین مسیحیت قبول کیا تو قانون موسوی کو منسوخ کر کے انبیائے بنی اسرائیل کی بجائے صرف حضرت مسیح علیہ السلام کی توہین اور انجیل کی تعلیمات سے انحراف کی سزا سزائے موت مقرر کی۔[4]

---

1 قومی ڈائجسٹ، اگست 1994ء، ص: 84؛ تحریک پاکستان میں مسلم خواتین کا کردار، ص: 94

2 روزنامہ جنگ، 20 جنوری 1989ء، ص: 11 (میگزین)

3 EAST AFRICAN LAW REPORTS, 4/62 // E.B (1910), 4/43

4 E.A, 4/62

تمام رومن کیتھولک ممالک میں بھی اس ناپاک جرم کی سزا موت ہی مقرر تھی۔

انگلینڈ میں نے پانچ یا چھ اشخاص کو اس بات پر زندہ جلانے کی سزا دی کہ انہوں نے حضرتِ عیٰسی علیہ السلام کے خدا ہونے سے انکار کیا اور کہا کہ نا بالغ بچے کو بپتسمہ دینے کی کوئی ضرورت نہیں ہے۔[1]

انگلینڈ میں GEORGE iii نے 1661ء اور 1695ء کے ایکٹ میں ترمیم کرکے اس کی سزا سزائے قید کو جرمانہ میں تبدیل کر دیا۔ [2]

روم میں ایک شخص Giordano Bruno کو 1600ء میں توہین شعائر مذہب پر زندہ جلانے کی سزا دی گئی۔[3]

1676ء میں Taylor نامی شخص کو اس قانون کے مطابق اس لیے سزا دی گئی کہ اس نے مذہب کو ایک دھوکہ اور حضرت عیسی علیہ السلام کی شان میں گستاخی کی۔[4]

Edinlurgh کے سرجن کا بیس سالہ بیٹا جس کا نام Thamas Aiken Lead تھا جس نے توہین مذہب کی اس جرم میں اسے سزائے موت سنائی گئی۔[5]

1611ء امریکہ کی ریاست درجنیا میں توہین رسالت عیسی کا قانون بنا جس میں نظریہ تثلیث کی مخالفت یا حضرت عیسی علیہ السلام کی توہین کی سزا موت مقرر کی گئی۔[6]

سکاٹ لینڈ میں بھی 1661ء اور 1698ء کے قوانین کے تحت توہین مسیح کی سزا موت ہی تھی۔[7]

1825ء اور 1837ء کی ترامیم میں سکاٹ لینڈ میں سزائے موت کو سزائے قید اور جرمانے میں تبدیل کر دیا۔[8]

فرانس میں مسیحی ایمان ویقین اور مقدس ہستیوں کی توہین پر سزا سزائے موت مقرر تھی سزا کی صورتین ملزم کو یا تو زندہ جلایا جاتا یا مثلہ کیا جاتا یا مار مار کر مار ہی دیا جاتا۔[9]

جرمنی میں اس جرم کی سزا ایک دن کی قید سے تین سال کی قید تک مقرر کی گئی۔[10]

---

1 ENGLISH REPORTS 1220-1865, 2/241

2 N.P.E, 2/203

3 E.R, 2/240-241

4 ibid, 2/241

5 N.P.E,2/203

6 E.R, 2/241

7 E.B(1929), 2/701; E.B(1910), 4/44

8 Ibid ,2/701

9 ibid(1910), 4/44

10 ibid,(1910), 4/44

آسٹریا میں توہین شعائر مذہب کی سزا چھ ماہ کی قید مقرر کی گئی۔[1]

1838ء میں امریکہ میں کامن ویلتھ بنام لی لینڈ Knee Lnd کے مقدمہ میں عدالت نے یہ فیصلہ سنایا کہ مذہبی امور کو عدالتی امور سے الگ رکھا جائے۔ 1883ء انگلینڈ کے لارڈ چیف جسٹس نے بھی یہی نظریہ اپنایا۔[2]

ان مذکورہ نظائر سے یہ واضح ہوتا ہے کہ شعائر مذہب کا احترام ہر دور میں رہا ہے اور یہ نا صرف مذہبی طبقے کے لیے تھا بلکہ عدالتی سطح پر قانون دانوں نے اس پر قوانین بنائے اور مجرم کو کڑی سے کڑی سزا کا مستحق ٹھرایا۔

اسلامی ممالک اور قانون توہین رسالت

مسلمانوں نے جس جس علاقے میں حکومت کی ایک مثالی حکومت کی۔ مسلمان حکمرانوں کی ہمیشہ سے کوشش رہی ہے کہ حکومت کے دوران قانون کی بالا دستی ہو۔ اسی قانونی بالادستی کو قائم رکھنے کے لیے انھوں نے اپنے محسن حقیقی رسول صلی اللہ علیہ وسلم کی شان اقدس میں گستاخی کرنے والوں کے لیے سزائے موت بطور حد دینے کا قانون ملک کے common Law کے طور پر نافذ کرتے رہے۔اسلامی ممالک کے حکمرانوں نے اسلامی تعلیمات کا لحاظ کرتے ہوئے دیگر مذاہب وادیان کے معبودان باطل کو برا بھلا کہنے پر بھی قانونی سزائیں مقرر کیں۔

صلاح الدین ایوبی اور ریجی نالڈ

صلیبی جنگوں میں مسلمانوں کا سخت مخالف و دشمن یہ کرک کا امیر, جب اس نے 1186ء میں مسلمان تاجروں کا قافلہ لوٹا رسولُ صلی اللہ علیہ وسلم کی شان میں سخت گستاخی کی اور شعائرِ اسلام کا مذاق اڑایا تو صلاح الدین ایوبی نے قسم کھائی کے وہ اسے اپنے ہاتھ سے قتل کرے گا۔ ۷ جولائی 1187ء کو جب سلطان صلاح الدین ایوبی نے قلعہ طبریہ پر قبضہ کیا تو دیگر قیدیوں میں رینالڈ بھی تھا, سلطان صلاح الدین ایوبی نے باقی قیدیوں کے ساتھ اچھا سلوک کیا اور اسے اپنے ہاتھوں سے قتل کیا۔[3]

سپین اور گستاخان رسول کی سزا

سپین پر جب مسلمانوں کی حکومت قائم ہوئی تو وہاں کے عام شہریوں کو کلیسا اور پادریوں کے خود ساختہ قوانین سے نہ صرف نجات ملی بلکہ اسلام کے عادلانہ اور فلاحی نظام کی وجہ سے انہیں خوشحالی، امن وسلامتی جیسا معاشرہ ملا۔ لیکن یہ بات اھل کلیسا کو ہضم نہ ہوئی تو انھوں نے نہ صرف مسلمانوں کی حکومت و نظام حکومت پر تنقید کی بلکہ مسلمانوں

---

1 E.B(1910), 4/44

2 E.R, 2/242

3 صلاح الدین ایوبی، قاضی عبدالستار، وحید بُک سینٹر، لاہور، پاکستان، 1998، ص: 450

کو برا بھلا بھی کہا حتی کہ انہوں نے رسولُ اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی شان پاک میں گستاخی کا ناپاک منصوبہ بنایا اور یہ منصوبہ ایک منظّم سازش کے تحت ایک نہایت متعصب پادری وراہب یولوجیس اور اس کے حواریوں نے شروع کیا۔[1]

مغلیہ دور حکومت اور گستاخان رسول کی سزا

مغل حکمرانوں کے آخری دور حکومت میں سیالکوٹ کے کھتری خاندان کے پندرہ سالہ بیٹے حقیقت رائے باگھ مل پوری جو کہ مسلمان بچوں کے ساتھ ہی پڑتا تھا ایک دن جب استاد نے بت پرستی کے خلاف کچھ کہا تو حقیقت رائے نے احتجاج کیا اور انتقام ارسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اور حضرت فاطمہ رضی اللہ عنھا کی شان میں نازیبا کلمات کہے , جس پر حقیقت رائے کو گرفتار کرکے لاہور عدالتی کاروائی کے لیے بھیجا جس پر عدالت کی طرف سے سزائے موت اس طرح دی گئی کہ پہلے اسے ستون کے ساتھ باندھ کر کوڑے مارے گئے اور پھر ۱۷۳۴ء میں اس کی گردن اڑادی۔[2]

Dr B.S Nijjar نے یہ انکشاف بھی کیا ہے کہ پنجاب میں بسنت کا تہوار ہندووں نے اسی حقیقت رائے کی یاد میں شروع کیا تھا۔[3]

برصغیر پاک وہند میں قانون توہین رسالت اور اسکی سزا

نبی پاک صلی اللہ علیہ وسلم سے عشق تو مومن کے ایمان کا جزولاینفک ہے اور مسلمان اپنے آقا و مولا سرورِ عالم صلی اللہ علیہ وسلم کے نام و ناموس پر مرمٹنے اور اس کی خاطر دنیا کی ہر چیز قربان کرنے کو اپنی زندگی کا ماحصل سمجھتے ہیں۔ برصغیر پاک وہند میں برطانوی دورِ استعمار سے قبل ٗ حتی کہ مغل شہنشاہ اکبر کے سیکولر دور میں بھی شاتمِ رسول صلی اللہ علیہ وسلم کو سزائے موت دی گئی۔ جیسا کہ 1589ء میں متھرا کے قاضی عبدالرحیم نے ایک مسجد بنانے کے لئے سامان جمع کیا اس پر ایک برہمن رئیس نے اعتراض کیا اور اس سامان کو زبردستی اُٹھوا کر مندر کی تعمیر کرائی، جب قاضی عبدالرحیم اور ان کے ساتھیوں نے اس کو اس فعل سے روکنا چاہا تو اس نے برملا مسلمانوں کو برا بھلا کہا، اہل اسلام اور رسول اللہ ﷺ کی شان میں اہانت آمیز اور گستاخانہ باتیں کہیں۔ جس پر مقدمہ صدرالصدور شیخ عبدالنبی کے پاس آیا۔

جس میں ثابت ہوگیا کہ وہب دبخت واقعی رسول اللہ ﷺ کی شان میں اہانت آمیز باتیں کرنے کا مرتکب ہوا ہے چنانچہ اس جرم کیسزا میں شیخ عبدالنبی نے اس کو موت کی سزا سنائی۔ اس کی سفارش

---

1 الصلۃ، ابن بشکوال، المحقق: ابراہیم الابیاری، سنۃ النشر: 1410 - 1989، ص: 390

2 Nijjar, Dr B.S Nijjar, p: 278

3 ibid, p: 279

میں اکبر بادشاہ کے وفادار راجپوت، ہندورانیاں اور شیخ عبدالنبی کے مخالف علماء اُٹھ کھڑے ہوئےاوراس کی رہائی کی کوشش کی اور اکبر کو مجبور کیاجس پر بادشاہ اس فیصلہ پر بہت بگڑا۔

لیکن شیخ عبدالنبی نے صاف کہہ دیاکہ "میرا کچھ بھی انجام ہو لیکن میں حبیب پاک صلی اللہ علیہ وسلم کی اہانت کرنےوالے کو معاف نہیں کر سکتا"۔

لہٰذااس برہمن کو قتل کی سزادلوائی حالانکہ شیخ کو بھی اپنی جان سے ہاتھ دھونا پڑااوران کو بھی شہید کردیاگیا۔[1]

سلطنت مغلیہ کے سقوط کے بعد جب ہندستان پر سازشوں کے ذریعہ انگریزوں نے غاصبانہ قبضہ کیا تو 1860ء میں گورنر جرنل ہند کی منظوری سے تعزیرات کو نافذ العمل کر دیا تعزیرات کی تدوین لارڈ میکالے کی سربراہی میں تشکیل شدہ کمیشن نے نپولین کوڈ کو سامنے رکھ کر کی لیکن اس میں قانون توہین مذہب اور شعائر مذہب و مسیح شامل نہیں کیا حالانکہ یہ 1860ء میں اور آج بھی برطانوی قانون میں شامل ہے۔اس کے برعکس حکومت برطانیہ کے خلاف منافرت پھیلانے, توہین حکومت یاحکومت کے خلاف اشتعال انگیزی پر ایک دفعہ شامل کی گئی جس میں سزا عمر قید مقرر کی گئی1898ء دفعہ 124 الف میں معمولی ترمیم کرکے تعزیرات میں شامل کیا۔ اسی دفعہ میں معمولی اضافہ کرکے دفعہ 153 الف کااضافہ کیاکہ:

جو کوئی الفاظ سے بذریعہ تقریر یا تحریر یااشاروں سے کسی بھی طریقہ سے ہندوستان میں ہر میجسٹی کی رعایا کی مختلف جماعتوں میں دشمنی یامنافرت کے جذبات ابھارنے یاانہیں بھڑکانے کی کوشش کرےاسے دوسال قیدتک سزا یاجرمانہ یادونوں سزائیں دی جاسکتی ہیں۔[2]

جس سے توہین رسالت صلی اللہ علیہ وسلم کا یہ قانون یکسر موقوف کر دیا گیا۔ اورانگریز حکومت ہی کی شہ پر جب ہندووں، آریہ سماجیوں اور مہاسبھائیوں نے مسلمانوں کی دل آزاری کرتے ہوئے پیغمبر اسلام علیہ الصلوۃ والسلام کی ذاتِ گرامی پر حملے کرنے شروع کردیئے تو مسلمانوں نے شاتمانِ رسول صلی اللہ علیہ وسلم کو قتل کرکے, اقرار جرم کرتے ہوئے دارورسن کی روایت کواز سرنوزندہ کیا۔

جیساکہ سوامی شردھانند کے ایک چیلے نے سوامی جی کے ایماپر ایک کتاب ‘‘ جڑپٹ’’ لکھی جس میں اس نے انبیا کرام اور حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے متعلق نہایت عریاں انداز میں سخت گستاخیاں کیں۔[3]

---

1 رود کوثر، شیخ محمد اکرام، ص:101، منتخب التواریخ، ص:362

2 The Law of Crime, p: 315

3 صوت الاسلام، فیصل آباد، دسمبر85ء، ص:27

اسی طرح پنڈت لیکھ رام نے" کلیات آریہ مسافر" لکھی اور آریہ سماجی بھی دن رات مسلمانوں کے خلاف دلآزار تقریریں کرتا رہتا تھا, یہ بھی عاشقِ رسول صلی اللہ علیہ وسلم کے ہاتھوں واصل جہنم ہوا۔[1]

اس پر مسلمانوں کے احتجاج اور مولانا محمد علی جوہرؒ کی تحریک نے زور پکڑا حتی کہ 27جون 1927ء کے ''ہمدرد'' دھلی میں کنور دلیپ سنگھ کے فیصلے پر تبصرہ کرتے ہوئے لکھتے ہیں کہ:

میں صاف لکھنا چاہتا ہوں کہ غالبا وہ کنور دلیپ سنگھ پہلے جج ہیں جنہوں نے ہم پر یہ احسان کیا ہے خواہ وہ کتنے ہی بھونڈے طریقے سے کیوں نہ کیا ہو کہ ہم پر ظاہر کر دیا گیا کہ تعزیرات ہند میں ایک دفعہ بھی ایسی نہیں جس کی روح سے ا۔ توہین بانی اسلام ۲۔ توہین اسلام ۳۔ بانی اسلام کے خلاف نفرت پھیلانا۔ ۴۔ اسلام کے خلاف نفرت پھیلانا۔ ۵۔ مسلمانوں کی دلآزاری اور ٦۔ مسلمانوں کے خلاف غیر مسلموں کے دلوں میں حقارت پیدا کرنا, ان چھ سنگین ترین جرائم میں سے ایک جرم ہو۔[2]

مولانا نے جولائی 1927ء کو لکھنو میں ایک عظیم الشان جلسہ میں صدارتی خطبہ دیتے ہوئے کہا کہ:

''ایسی کتابیں اور مضامین یقینا ہر مسلمان کا خون کھولا دینے کے لیے کافی ہیں، جتنا بھی جوش و خروش پیدا ہوا سب بجا مگر اصل کوشش فتنہ کے سرچشمہ کو بند کرنے کی ہونی چاہیے کہ فلان جج کو ہٹا دینے کا قصور قاضی کا نہیں، قصور فلاں کا ہے۔۔۔۔ مجھ عاصی کا مشورہ یہی ہے کہ آئندہ سد باب فتنہ کے لیے قانون ہی کو بدلوائیں اور تعزیرات ہند میں ایک مستقل دفعہ بڑھوا کر توہین بانیان مذاہب کو جرم قرار دیجیئے، اب تک یہ کوئی مستقل جرم کے طور پر آپ کے ملکی قانون میں نہیں ہے''۔[3]

اس کے بعد مولانا محمد علی جوہر نے نہایت جان فشانی و عرق ریزی کے بعد اس کام کے لیے ایک مسودہ تیار کیا جو کے بعد میں من وعن تعزیرات پاکستان کا حصہ بنا۔

رئیس احمد جعفری لکھتے ہیں کہ:

"مولانا نے خود ہی ترمیم کا مسودہ تیار کیا جو انہی الفاظ اور جملوں پر مشتمل تھا, جو تعزیرات ہند میں استعمال ہوئے"۔[4]

مولانا نے مسودہ وائسرائے کو بھیجا اور ان کو خط میں لکھا کہ:

---

1 نعت، لاہور، اپریل 1991ء، ص: 92-93

2 افادات محمد علی، تصحیح وترمیمی اترتیب: رئیس احمد جعفری، محل اشاعت، حیدرآباد، ص: 170

3 محمد علی ذاتی ڈائری، ناشر، دارالمصنّفین، اعظم گڑھ، 1956ء، ص: 418

4 سیرت محمد علی، رئیس احمد جعفری، مکتبہ جامعہ ملیہ اسلامیہ، دہلی، 1932ء، ص: 438،439

"ھزایکسلنسی کی گورنمنٹ کی توجہ کے لیے میں یہ عرض کروں گا کہ وہ سرکاری مسودہ کو قانون کی حیثیت سے کو پیش کریں"۔[1]

اسمبلی میں بحث و منظوری

حکومت ہند کے ہوم ممبر نے مولانا محمد علی کے اداریوں اور زبانی تقریروں کی وجہ سے, ہندستان کی قانون ساز اسمبلی میں یہ مسودہ 5 ستمبر 1927ء کو پیش کیا۔[2]

ہوم ممبر نے اس بل کو سترہ ارکان پر مشتمل مجلس منتخبہ کے سپرد کرنے اور سات روز کے اندر اپنی رپورٹ ایوان میں پیش کی تجویز پیش کی۔ ہوم ممبر نے مسودہ کے اغراض و مقاصد پر طویل تقریر کی, انہوں نے مجموعہ تعزیرات ہند میں موجودہ دفعات کو توہین مذہب کے سلسلے میں ناکافی قرار دیا اور تجویز کیا کہ ملک کی صورت حال کے پیش نظر یہ ترمیمی بل فورا منظور کیا جائے جبکہ بمبئی کے ڈی۔ وی بیلوی نے یہ ترمیم پیش کی کہ بل کو مجلس منتخبہ کی بجائے رائے عامہ معلوم کرنے کے لیے مشتہر کیا جائے۔ بحث و تمحیص کے بعد ایوان سے رائے لی گئی جس نے بیلوی صاحب کی رائے مسترد کر دی اور بل کا مسودہ مجلس منتخبہ کے سپرد کر دیا گیا۔[3]

اس پر اسمبلی نے 16 ستمبر سے 19 ستمبر تک غور کیا گیا اور پھر مسودہ قانون رائے شماری کے ایون میں پیش کیا گیا, 26 ووٹوں کی مخالفت اور 61 ووٹوں کی موافقت سے مسودہ قانون منظور کیا گیا, اور ۱۹ ستمبر کو کونسل آف سٹیٹ کو بھیج دیا گیا جو 21 ستمبر 1927ء کو کونسل آف سٹیٹ کے سامنے پیش ہوا, بحث کے بعد مسودے پر رائے شماری ہوئی اور کثرت رائے سے منظور ہوا۔[4]

اور 1927ء میں ایک معمولی سی دفعہ 295 اے کی صورت میں تعزیرات ہند میں شامل کیا گیا اور بعد میں یہی مجموعہ تعزیرات پاکستان میں بھی شامل ہوا۔

پاکستان میں قانون توہین رسالت کا آغاز وارتقاء آئینی و قانونی تناظر میں

پاکستان کے معرضِ وجود میں آنے کے بعد یہ توقع تھی کہ یہاں توہین رسالت صلی اللہ علیہ وسلم کے جرم کی شرعی سزا، سزائے موت کا قانون پھر سے بحال ہو جائے گا، لیکن یہ کام التواء کا شکار ہوتا گیا۔ یہاں تک کہ اسلامی نظریاتی کونسل نے شیخ محمد غیاث سابق اٹارنی جنرل صاحب، کی تحریک پر حکومت سے سفارش کی کہ توہین رسالت صلی اللہ علیہ

---

1 افادات محمد علی، ص: 215

2 سیرت محمد علی، ص: 440

3 رپورٹ تیسری قانون ساز اسمبلی، 1927ء، ص: 130

4 رپورٹ دوسری کونسل آف سٹیٹ، 153/2-160

وسلم اور ارتداد کی سزا، سزائے موت مقرر کی جائے۔اس کے باوجود حکومت وقت نے اس نازک مسئلہ کو مستحق توجہ نہیں سمجھا' جس پر محمد اسماعیل قریشی ایڈوکیٹ نے 18 جنوری 1984ء کو وفاقی شرعی عدالت میں صدر مملکت جنرل محمد ضیاء الحق اور تمام صوبوں کے گورنروں کے خلاف پٹیشن دائر کردی۔[1]

جس میں یہ موقف اختیار کیا گیا تھا کہ تعزیراتِ پاکستان میں رسولُ اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی شان اقدس میں گستاخی، توہین و تنقیص جیسے سنگین جرم کی سزا مقرر نہیں اس لیے اسے قرآن وسنت کے مطابق سزائے موت مقرر کیا جائے۔

فریقین کے دلائل کی سماعت کے بعد وفاقی شرعی عدالت نے اپنا فیصلہ محفوظ کر لیا۔[2]

قومی اسمبلی سے قانون توہین رسالت کی منظوری

جولائی 1986ء میں اسلام آباد میں منعقدہ ایک تقریب کے دوران ایڈوکیٹ عاصمہ جہانگیر نے تقریر کے دوران حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے بارے میں ناخواندہ و تعلیم سے عاری الفاظ کا استعمال کیا جو سامعین اور امت مسلمہ کی دلآزاری کا باعث بنے۔جس پر ہنگامہ آرائی اور غم وغصہ کی لہر ہر طرف پھیل گئی، مختلف قراردادیں حکومت کو بھجوائی گئیں کہ عاصمہ جہانگیر کو اس پر سزا دی جائے اور اس پر سزا مقرر بھی کی جائے۔قومی اسمبلی میں سب سے پہلے اس معاملے پر ایم این اے محترمہ نثار فاطمہ نے نوٹس لیتے ہوئے توہین رسالت کے مجرم کے لئے سزاے موت کا بل پیش کیا جو 2 اکتوبر 1986ء کو پارلیمنٹ میں متفقہ طور پر منظور کر لیا گیا۔ بل کی منظوری سے توہین رسالت کے جرم کی سزا سزائے موت یا سزائے قید مقرر ہوئی۔اور تعزیرات پاکستان میں دفعہ 295 ج کا اضافہ کیا گیا۔[3]

بل کی منظوری کے باوجود اس میں جو سقم سزائے موت یا سزائے عمر قید کا تھا اسے دور کرنے کے لیے ایڈووکیٹ محمد اسماعیل قریشی نے دوبارہ فیڈرل شریعت کورٹ میں اس بناء پر چیلنج کر دیا کہ توہین رسالت کی سزا بطور حد سزائے موت مقرر ہے اور حد کی سزا میں حکومت ہی نہیں' بلکہ پوری امت مسلمہ کو بھی سوئی کی نوک کے برابر کمی یا اضافہ کرنے کا اختیار نہیں اور یہ ناقابل معافی جرم ہے۔جس کی باقاعدہ سماعت یکم اپریل 1987ء کو شروع ہوئی، جس میں تمام مکاتب فکر کے علماء کو بھی معاونت کی دعوت دی گئی۔ سماعت کے بعد فاضل عدالت نے وفاقی و صوبائی حکومتوں کو نوٹس جاری کر دیئے اس کے بعد اس مقدمہ کی سماعت لاہور، اسلام آباد اور کراچی میں ہوتی رہی۔اس میں منجملہ دیگر علمائے کرام کے، ایڈووکیٹ محمد اسماعیل قریشی، مولانا مفتی غلام سرور قادری، مولانا حافظ صلاح الدین

---

1 F.S.C (1.L, 1984)P:259

2 Ibid, P:270

3 روزنامہ جنگ، لاہور، 3، اکتوبر 1986ء، ص:1

یوسف, مولانا حافظ یوسف صلاح الدین اور جناب سید ریاض الحسن نوری نے سیر حاصل بحث کی۔ حکومت پاکستان کی جانب سے ڈپٹی اٹارنی جنرل میاں عبدالستار نجم اور صوبائی حکومت پنجاب کی طرف سے نذیر غازی اور جلال الدین خلد پیش ہوئے, حکومت سرحد کی نمائندگی میاں محمد اجمل نے کی اور سندھ اور بلوچستان کی طرف سے وہاں کے ایڈیشنل ایڈووکیٹ جنرلز نے نمائندگی کی۔[1]

بالآخر وہ ساعت سعید آ ہی گئی' جب فیڈرل شریعت کورٹ نے متفقہ طور پر توہین رسالت صلی اللہ علیہ وسلم کی متبادل سزا عمر قید، کو غیر اسلامی اور قرآن وسنت کے خلاف قرار دیا اور حکومت پاکستان کے نام حکم نامہ جاری کیا کہ عمر قید کی سزا کو دفعہ 295 سی سے حذف کیا جائے' جس کے لیے 30 اپریل 1991ء کی مہلت حکومت کو دی گئی۔ اس مدت کے اختتام پر عمر قید کی سزا حکم عدالت کی رو سے خود بخود حذف ہو کر غیر مئوثر ہو گئی۔[2]

اس کے بعد فیڈرل شریعت کورٹ کے اس فیصلے کے خلاف سپریم کورٹ میں اپیل دائر کر دی جس پر وزیر اعظم پاکستان میاں محمد نواز شریف نے 1991ء میں اس انتباہ کا بروقت نوٹس لیا اور بر سر عام اعلان کیا کہ اس جرم کی سزا سزائے موت بھی کم تر سزا ہے۔ جس پر یہ اپیل سپریم کورٹ سے فوری طور پر واپس لے لی گئی, جس کے بعد بفضل تعالیٰ اب پاکستان میں توہینِ رسالت صلی اللہ علیہ وسلم کی سزا بطور حد سزائے موت حتمی اور قطعی طور پر جاری ہو چکی ہے۔ قومی اسمبلی نے 2 جون 1992ء کو متفقہ قرارداد منظور کی کہ توہینِ رسالت کے مرتکب کو سزائے موت دی جائے۔

خبر کا متن حسبِ ذیل ہے:

"اسلام آباد نمائندہ جنگ قومی اسمبلی نے .....مرتکب کو پھانسی کی سزا دی جائے اور اس ضمن میں مجریہ تعزیراتِ پاکستان کی دفعہ 295 ج میں ترمیم کی جائے اور عمر قید کے لفظ حذف کرکے صرف پھانسی کا لفظ رہنے دیا جائے۔ یہ قرارداد آزاد رکن سردار محمد یوسف نے پیش کی اور کہا کہ ہر مسلمان کا عقیدہ ہے کہ توہینِ رسالت کے مرتکب شخص کو سزائے موت دی جائے, جبکہ قانون میں عمر قید اور پھانسی کی سزا متعین کی گئی ہے۔ مذہبی اُمور کے وفاقی وزیر مولانا عبدالستار خان نیازی نے بتایا کہ وزیر اعظم کی صدارت میں ایک اِجلاس ہوا تھا, جس میں تمام مکتبۂ فکر کے علماء نے شرکت کی تھی, اس اِجلاس میں طے پایا تھا کہ توہینِ رسالت کے مرتکب کو کم تر سزا نہیں دینی چاہئے, اس کی سزا موت ہونی چاہئے۔ وفاقی وزیر پارلیمانی اُمور چوہدری امیر حسین نے کہا کہ حکومت اس قرارداد کی مخالفت نہیں کرتی,

1 P.L.D (F.S.C-1991), XL111:10.11,16

2 Ibid , XL111:10

حکومت اس ضمن میں پہلے بھی قانون سازی کی تیاری کر رہی ہے۔ انہوں نے بتایا کہ اس ضمن میں ایک ترمیمی بل سینیٹ میں پیش ہو چکا ہے"۔[1]

بلآخر 8 جولائی 1992ء کو پاکستان کی سینیٹ نے بھی اس بل کو اتفاقِ رائے سے منظور کیا۔

لاہور ہائیکورٹ نے اس قانون پر تبصرہ کرتے ہوئے اپنے فیصلے میں لکھا کہ:

" کوئی بھی شخص، کجا ایک مسلمان، ممکنہ طور پر اس قانون کی مخالفت نہیں کر سکتا، کیونکہ یہ من مانی کا سد باب کرتا ہے اور قانون کی حکمرانی کو فروغ دیتا ہے۔ اگر تعزیرات پاکستان کی دفعہ C-295 کے احکامات کی تنسیخ کر دی جائے یا انہیں دستور سے متصادم قرار دے دیا جائے تو معاشرے میں ملزموں کو جائے واردات پر ہی ختم کرنے کا پرانا دستور بحال ہو جائے گا"[2]

قانون توہین رسالت کے خاتمہ پر دباؤ

پاکستان میں قانون توہین رسالت کو ختم کرنے کے لیے یورپ اور امریکی حکومت متعدد مرتبہ دباو ڈال چکی ہیں۔

1993ء میں جب امریکی نائب وزیر خارجہ پاکستان آئے تو وزیر اعظم کو کہا کہ اس قانون کو ختم کیا جائے۔[3]

1996ء میں ایک مرتبہ پھر اس قانون کے خاتمے کا مطالبہ کیا گیا۔[4]

امریکی ایوان نمائندگان کی خارجہ امور سے متعلق کمیٹی کے چئیرمین سی۔ اچ۔ ہمائن سے امریکی کرسچیئن ایسوسی ایشن کے انسانی حقوق کمیشن نے تحریری درخواست کی کہ پاکستان کو دی جانے والی امداد کو توہین رسالت کے قانون کے خاتمے سے مشروط کر دیا جائے۔[5]

سلامت مسیح اور منظور مسیح کو جب 1995ء میں توہین رسالت کیس میں سزائے موت ہوئی تو اس وقت برطانوی پارلیمنٹ میں ۱۷ ارکان کے دستخطوں کے ساتھ ایک تحریک پیش ہوئی جس میں اس فیصلے پر نہ صرف تنقید ہوئی بلکہ قانون کے خاتمے کا مطالبہ کیا گیا۔[6]

---

1 روزنامہ جنگ، کراچی، 3، جون 1992ء

2 پی ایل ڈی، 1994ء، لاہور، ص: 485

3 زندگی، لاہور، 10، مارچ 1995ء، ص: 16

4 نوائے وقت، لاہور، 9 مارچ، 1996ء، ص: 1

5 زندگی، لاہور، 10، مارچ 1995ء، ص: 16

6 روزنامہ جنگ، لندن، 11، فروری 1995ء، ص: 1

قانون توہینِ رسالت میں ترامیم کی کوششیں

بینظیر بھٹو صاحبہ کے دور میں اس قانون میں ترمیم کرکے اسے غیر موثر کرنے کا فیصلہ کیا گیا۔ وفاقی وزیر قانون سید اقبال حیدر نے آئرلینڈ میں آئرش ٹائمز کے نمائندے ڈیوڈ شیانکس کو ایک سوال کے جواب میں یہ کہا کہ کابینہ نے قانون توہین رسالت میں ترمیم کی منظوری دے دی ہے جس کے مطابق پولیس سے ملزم کو گرفتار کرنے کا اختیار واپس لے کر یہ اختیار عدالتوں کو دے دیا گیا ہے، اس طرح کسی پر الزام عائد کرنے کو قابل سزا جرم قرار دیا گیا۔[1]

اسی طرح کی یقین دہانی مذکورہ وزیر نے لندن میں مسیحی برادری کے ایک وفد سے ملاقات کے دوران بھی کرائی۔[2]

شدید عوامی ردعمل کی وجہ سے پنجاب اسمبلی نے اپریل 1995ء میں ایک متفقہ قرارداد منظور کی، جس میں حکومت سے یہ مطالبہ کیا گیا کہ توہینِ رسالت کے انسداد کے قانون 295 ج میں ترمیم نہ کی جائے اور اہانت رسول صلی اللہ علیہ وسلم کے سنگین جرم کا ارتکاب کرنے والوں کے لیے موت کی سزا کو برقرار رکھا جائے بلکہ اس میں یہ اضافہ کیا جائے کہ نہ صرف حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم بلکہ کسی بھی نبی کی شان میں گستاخی کرنے والے کو سزائے موت دی جائے۔[3]

- تجاویز

☆ توہین رسالت کی سزا حکومت وقت کی ذمہ داری ہے اس لیے اسے ایسے مجرموں کے خلاف فوری سزا کا فیصلہ کرنا معاشرے کو بہت سے مسائل سے بچا سکتا ہے۔

☆ غیر مسلم شہریوں کے خدشات کو دور کرنے کے لیے ایسی کمیٹیوں کو تشکیل دیا جائے جو نچلی سطح پر کام کریں اور اپنی رپورٹ اعلیٰ حکام کو پیش کریں جو انتہائی عرق ریزی اور منصفانہ طور پر اس مسئلے کو دیکھیں اور الزام ثابت ہونے کی صورت میں ملزم کو کیفر کردار تک پہنچائیں۔

☆ تفتیشی اور قانون نافذ کرنے والے اداروں پر اس نوعیت کے مقدمات کے اندراج اور تفتیش میں انتہائی احتیاط اور غیر جانبداری اور تعصب سے بالاتر ہو کر کام کرنا چاہیے۔

☆ توہین رسالت کا الزام ثابت ہونے کی صورت میں حکومتی و قانونی اداروں کو بالائی طاقتوں کی پروا کیے بغیر ملزم کو جلد سے جلد عبرت ناک سزا دینی چاہیئے تاکہ اس حساس معاملے کے بارے میں زبان درازی کرنے والوں کے منہ بروقت بند ہو جائیں۔

---

1 Irish Times, Dublam, 1.7.94, p:2

2 روزنامہ جنگ، کراچی، 7، جولائی 1994، ص:8

3 روزنامہ جنگ، لاہور، 5، مئی 1995ء، ص:11

☆ مسلم اور بالخصوص غیر مسلم شہریوں کو چاہیے کہ وہ اپنی تقریر و تحریر میں کوایسی بات ذکر نہ کریں جس سے کسی سچے عاشق رسول کے جذبات کو ٹھیس پہنچے اور معاملہ سمبھلنے کی بجائے بگڑ جائے۔

☆ وارثان منبر و محراب کو بھی چاہیے کہ مسئلہ توہین رسالت اور اس کے تمام پہلوؤں میں عوام کی درست سمت رہنمائی کریں۔تاکہ منصب رسالت کے بارے میں مکمل آگاہی ہر مسلم و غیر مسلم پر واضح ہو۔

☆ توہین رسالت کی سزا جسے 30 اکتوبر 1990ء کو وفاقی شرعی عدالت نے عمر قید کی بجائے سزائے موت میں بدل دیا ہے, حکومتی عہدے داران اور قانونی اداروں کی ذمہ داری ہے کہ وہ تعزیرات پاکستان سے بھی عمر قید کی بجائے سزائے موت کے الفاظ کی تبدیلی کانوٹیفیکیشن جاری کردیں تاکہ آخری قانونی تقاضا بھی پورا ہو جائے۔

☆ پاکستان اس میں بسنے والے مسلم وغیر مسلم شہری شہریت میں برابری کا حق رکھتے ہیں۔اگرچہ مسیحی برادری کی طرف سے دائر کردہ درخوست پر لاہور ہائی کورٹ یہ واضح کرچکی ہے کہ اس ایکٹ کے تحت تمام انبیاء کی توہین کی سزاموت ہے، اس قانون میں حضرتِ محمد صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ حضرت عیسی علیہ السلام اور دیگر تمام انبیاء علیہم السلام کی توہین کی سزا موت ہوگی،کے الفاظ کااضافہ کردیا جانا چاہیے۔

فصلِ سوم

پاکستانی آئین و قانون میں اصلاحات و توضیحات، معاہداتِ نبویہ

دستورِ پاکستان جو کہ اسلامی تعلیمات کے بہت زیادہ قریب ہے اور مقتدر قانون دانوں نے اس کے لیے اپنا خون پسینہ ایک کیا ہے اور مسلسل کرتے چلے آ رہے ہیں۔ اسی تسلسل کی ایک کاوش اس مقالہ کا بھی حصہ بنی ہے کہ دستورِ امریکہ ہو جو کہ چند صفحات پر مشتمل چیدہ چیدہ اصولوں کا مجموعہ ہے یا دستور اسلامی جمہوریہ پاکستان ہو جس میں معمولی معمولی جزئیات تک بیان ہوئی ہیں۔ اس کا مقصد صرف اور صرف ریاست کے مقصد وجود سے مکمل ہم آہنگ کرنا ہے۔ اس کی مثال اس پوشاک کی ہے جسے پہننے والے کے جسم سے ہر لحاظ سے مناسبت ہونی چاہیے۔ اس مناسبت میں پوشاک کی تراش خراش سے لے کر اس کے رنگ تک شامل ہے۔

مملکت خدادادِ پاکستان اسلام کے نام پر معرضِ وجود میں آنے والی وہ مملکت ہے جس کی دستوری ابتدا کے لیے بھی اس بات کا پورا خیال رکھنے کی کوشش کی گئی کہ دستورِ پاکستان اسلامی اصولوں کا منہ بولتا ثبوت ہو۔ اور یہ بات کسی حد تک درست بھی ہے کہ جن مقاصد کے حصول کے لیے اس خطہ کا حصول ہوا اسلامی ریاست کی وہ بنیاد تھی جہاں اسلامی اصولوں کو پریکٹیکلی طور پر دیکھنا تھا۔ جہاں تک اس کے غیر مسلم شہریوں کی بات ہے تو انہیں بھی وہ تمام حقوق و فرائض کا برابر حصہ دار گردانے کی کوشش کی گئی جس کی بدولت بنیادی انسانی حقوق، عوامی فلاح اور مذہبی برداشت پر خصوصی توجہ دی گئی۔

اِس سے قطعاً انکار نہیں ہے کہ دستورِ پاکستان اسلامی اصولوں کے عین مطابق بنانے کی مکمل سعی ہے لیکن یہ بھی مسلمہ حقیقت ہے کہ قانونِ خداوندی اور قانون انسانی برابر نہیں ہو سکتے۔ یہی وجہ ہے کہ دستورِ پاکستان بھی اصلاحی پہلو سے یکسر خالی نہیں ہے۔ دستورِ پاکستان کو اگر معاہداتِ نبویہ صلی اللہ علیہ وسلم کے تناظر میں دیکھا جائے تو دستورِ پاکستان آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے معاہدات کے سامنے چراغ کو آئینہ دیکھانے کے مترادف ہو گا۔ یہاں پر صرف ان چند باتوں کو واضح کرنے کی سعی ہے کہ جہاں پاکستانی آئین و قانون معاہدات نبویہ کا منہ بولتا ثبوت ہے اور وہاں آئینِ پاکستان میں غیر مسلموں کے حقوق و فرائض کو معاہدات کے تناظر میں مزید بہتر کیا جا سکتا ہے۔

اسی وجہ سے قانون دانوں نے اس بات کا خاص خیال کیا ہے کہ پاکستان جس مقصد کے لیے معرضِ وجود میں آیا اس میں کمی نہ آئے۔ اس کے باوجود بھی جہاں کوئی معمولی بات جو ان کی تحقیق کے دائرے میں نہیں آئی تو یہ بشری کمزوری ہی کہا جا سکتا ہے۔ اسی بات کو سامنے رکھتے ہوئے کہ اس بشری کمی و کجی کی تکمیل صرف اور صرف الوہی قوت سے ہی ممکن ہے۔ یہاں پر پاکستانی آئین و قانون اور معاہدات نبویہ میں مماثلت اور جن چند دفعات کی اصلاح و توضیح کی ضرورت ہے کا ذکر کیا جاتا ہے۔

اولاً جن حقوق و فرائض میں مماثلت کا پہلو ہے اس کا ذکر کیا جائے گا اور ثانیاً جن حقوق و فرائض میں اصلاح و توضیح کی ضرورت ہے ان کا ذکر کیا جائے گا۔

مذہبی عقائد و رسومات کی ادائیگی کے حقوق اور معاہداتِ نبویہ

اسلام رواداری اور برداشت سیکھاتا ہے، مذہب و عقیدے میں تنگ نظری کا قائل نہیں اور اسلام غیر مسلموں کے عقیدہ و مذہب کو بھی تسلیم کرتا ہے۔ پاکستانی آئین و قانون میں ان حقوق کو دیکھا جائے تو وہ بھی اسلامی تعلیمات اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے معاہدات سے مختلف نہیں ہیں۔

ڈاکٹر حمید اللہ لکھتے ہیں:

"قرآن مجید میں ہمیں یہ اصول ملتا ہے کہ ہر مذہبی کمیونٹی کو کامل داخلی خود مختاری دے دی جائے حتیٰ کہ انہیں نہ صرف عقائد کی آزادی حاصل ہو بلکہ وہ اپنی عبادت اپنے مذہبی طریقے پر کر سکیں"۔[1]

اس مذہبی آزادی کو نبی پاک صلی اللہ علیہ وسلم کے غیر مسلموں سے کیے گیے معاہدات کی روشنی میں دیکھا جائے تو ہمارے سامنے سب سے پہلے کیا جانے والا میثاق "میثاق مدینہ "اس کی دفعات 25 تا 35 میں فرد کو مذہبی آزادی کے حقوق دیئے گیے ہیں۔ ان دفعات میں تمام قبائل کو اپنے اپنے دینی عقائد میں آزادی کا حق دیا گیا ہے۔

آپ صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد ہے:

«لِلْيَهُودِ دِينُهُمْ، وَلِلْمُسْلِمَيْنِ دِينُهُمْ»[2]

ان الفاظ سے واضح ہو تا ہے کہ اسلام کا موقف کتنا واضح ہے کہ یہودیوں کے لیے ان کا اپنا دین ہے اور مسلمانوں کے لیے ان کا اپنا دین ہے۔ اس کے علاوہ بھی آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے معاہدات سے بے شمار شواہد ملتے ہیں۔ چنانچہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے شاہان حمیر، ہمدان، بنی حارث بن کعب اور نجران کی طرف جو تحریریں بھیجیں ان میں عقیدہ مذہب کی آزادی کے متعلق واضح احکام موجود ہیں۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ہمیشہ مذہبی آزادی کو ملحوظ خاطر رکھا۔

ارشاد فرمایا:

«ومَن كان على نَصرانيَّتِه أو يَهوديَّته فإنَّه لا يُفتَنُ عَنها» [3]

''جو کوئی یہودی یا نصرانی ہے اسے اس کے مذہب سے نہیں ہٹایا جائے گا'۔

---

1 رسول اکرم کی سیاسی زندگی، ص: 162

2 الاموال لابن زنجویہ، 466/2// تفسير القرآن الحكيم (تفسير المنار)، محمد رشيد بن علي رضا بن محمد شمس الدين بن محمد بهاء الدين بن منلا علي خليفة القلموني الحسيني (المتوفى: 1354هـ)، الهيئة المصرية العامة للكتاب، سنة النشر: 1990م، 350/6

3 سنن کبری، 40/19// السیرۃ لابن ہشام، 596/2

اس حدیث مبارکہ سے جہاں ان کے حقوق کا ذکر ہے وہاں ان کے فرائض کی بھی بات واضح ہوتی ہے کہ جو جو ذمہ داریاں ان کی ہیں وہ انہیں پورا کریں ان میں کوتاہی نہیں ہونی چاہیئے۔

اکراہ اسلام میں دخول سے منع فرما کر نبی پاک صلی اللہ علیہ وسلم نے احترامِ مذاہب کی اعلیٰ مثال قائم کر دی۔اور ان ادلہ سے یہ واضح ہوتا ہے کہ آئینِ پاکستان میں جو غیر مسلموں کو حقوق دیئے گئے ہیں وہ معاہداتِ نبویہ کا ہی ایک عکس ہیں۔

معاشرتی حقوق وفرائض اور معاہداتِ نبویہ

فرد کی سلامتی

پاکستان کے وجود کا مقصد اسلام کی حقیقی روح کو پاکستانی باشندوں میں پھونکنا تھااور یہ اسی وقت ہی ممکن تھا کہ جب پاکستانی باشندوں کی رہنمائی کے لیے بنائے گئے اصول اسلامی تعلیمات کے مطابق ہوں۔اب جبکہ مملکت خداداد پاکستان میں نمائندوں کے پاس مکمل مواقع تھے کہ اسے حصول پاکستان کے مقاصد کو سامنے رکھتے ہوئے اس کی خاکہ نگاری کرتے۔انسانی ضروریات میں سے سب سے اہم اور پہلی ضرورت اسکی جان کی حفاظت اور زندگی کی ضمانت ہے۔

اسلام جو کہ دین کامل ہے اس نے ہر انسان کی جان کو محترم قرار دیا ہے اور ہادی کامل صلی اللہ علیہ وسلم نے غیر مسلموں کے ساتھ معاہدات کرکے نہ صرف اس حق کو مسلمان تک محدود رکھا بلکہ انہیں بھی پورا پورا حق عطا فرمایا۔

یہ معاہدات و امان نامے خواہ نجران کے عیسائیوں کے لیے ہوں یا اہل مقناہ والوں کے لیے ہوں، اہل تیما کے یہودی بنی عادی، صلح حدیبیہ کے وقت قریش مکہ کو تجارتی سفر کے وقت امان نامہ ہو، یا میثاق مدینہ کی دفعات 14، 16،21، 25،اور 40 ہوں ہر جگہ پر نفسِ انسانی کی حفاظت کا ذکر ملتا ہے۔

جان کے تحفظ میں ایک مسلمان اور غیر مسلم دونوں برابر ہیں دونوں کی جان کا یکساں تحفظ واحترام کیا جائے گا۔ اسلامی ریاست کی یہ ذمہ داری ہے کہ وہ اپنی غیر مسلم رعایا کی جان کا تحفظ کرے اور انھیں ظلم وزیادتی سے محفوظ رکھے۔

اگر میثاق مدینہ کی دفعہ نمبر 21 کو دیکھا جائے تو وہاں انسانی جان کی حفاظت ان الفاظ میں واضح نظر آتی ہے۔ ارشاد نبوی ہے:

«من قتل نفسا معاهدالم يرح رائحة الجنة، وإن ريحها ليوجد من مسيرة أربعين عاما»[1]

---

1 صحیح بخاری، حدیث نمبر 6914، 12/9 // مجموعۃالوثائق السیاسیۃ، معاہدہ میثاق مدینہ، شق نمبر 21، صلح حدیبیہ شق نمبر 31، وثیقہ نمبر 19، وثیقہ نمبر 33, 31 کی شق نمبر 11،30،34 کا مقدمہ شق نمبر 11، وثیقہ نمبر 94 شق نمبر 8 وغیرہ

"جو کسی معاہد کو قتل کرے گا وہ جنت کی خوشبو تک نہیں پائے گا، جبکہ اسکی خوشبو چالیس سال کی مسافت سے بھی محسوس ہوتی ہے"۔

غیر مسلم شہریوں کی سرکاری تعطیلات

پاکستان میں غیر مسلم شہریوں کو ان کے مذہبی عقائد کی ادائیگی، مذہبی تہوار اور رسوم و رواج کی مکمل آزادی حاصل ہے۔ یہی وجہ ہے کہ ان کے مذہبی تہواروں کے موقع پر حکومت کی طرف سے چھٹی کی اجازت ہوتی ہے۔ جن تہواروں پر انہیں چھٹی کی اجازت ہے وہ درج ذیل ہیں:

"کرسمس، ہولی، بسنت، پنچمی، بساکھی، شوراتری، خوردسال، جنم اشٹمی، دسہرہ، درگاپوجا، میلاد گورو بالمیک سوامی جی، بدھاپورینما، دیوالی، میلاد باباگورونانک دیوجی، کرسمس کے بعد کا دن، ایسٹر"۔[1]

پاکستان میں مسیحیوں کو نہ صرف مذہبی تہواروں میں شرکت کرنے اور مذہبی عقائد کے مطابق زندگی گزارنے کے مواقع فراہم کیے جاتے ہیں بلکہ ان تہواروں پر تعطیلات کا بھی اہتمام کیا جاتا ہے۔

اس بات کو سیرت طیبہ کے تناظر میں دیکھا جائے تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم کا مدینہ منورہ جانے کے بعد مسلمانوں کو جو عیدین کی خوشیوں سے نوازا اس کے پسِ منظر کو دیکھا جائے تو یہ بات سامنے آتی ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے استفسار پر صحابہ رضی اللہ عنھم کا بتانا کہ یہ ان کے خوشیوں کے تہوار ہیں تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے یہ نہیں فرمایا کہ انہیں بتائیں کہ اب اسلام یہاں آچکا ہے اس لیے یہاں صرف اسلامی تہوار ہی ہوں گے بلکہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے یہ فرمایا کہ:

«إنّ الله قَد أبدَلَكم بهما خَيرًا مِنهما: يَوم الأضحى، ويَوم الفِطرِ»[2]

"اللہ نے تمھیں ان کے بدلے میں ان سے بہتر دن دیئے ہیں یعنی فطر اور اضحیٰ کا دن"۔

شہریت کے مساوی حقوق و فرائض

پاکستان میں غیر مسلموں کو مسلم رعایا کی طرح مساوی حیثیت حاصل ہے۔ صرف مذہب کی بنیاد پر ان سے حق شہریت نہیں چھینا جاسکتا۔ کیونکہ قانون کی نظر میں ہر شہری مساوی حیثیت کا مالک ہے۔ اور شہریوں میں اس ضمن میں کوئی فرق نہیں رکھا جائے گا یعنی پاکستان میں کوئی بھی دوسرے درجے کا شہری نہیں ہے۔ اس کے بارے میں آرٹیکل ۲۵ میں واضح طور پر مذکور ہے کہ:

---

1 اقلیتوں کی سرکاری تعطیلات، "المذاہب"، ص: 240، جلد: 7، شمارہ: 8، اگست 1995ء

2 سنن ابی داوٗد، حدیث نمبر 1134، 295/1: حکم حدیث: قال البانی "صحیح" فی حاشیۃ ابی داود، 295/1

"ملکِ پاکستان کے تمام شہری قانون کی نظر میں برابر ہیں اور قانونی تحفظ کے مساوی حق دار ہیں"۔[1]

اور اسی طرح آرٹیکل 15 میں ہے کہ:

"ملکِ پاکستان کے تمام شہریوں کو پاکستان میں رہنے اور مفادِ عامہ کے پیشِ نظر قانون کے ذریعہ عائد کردہ کسی معقول پابندی کے تابع، پاکستان میں داخل ہونے اور اس کے ہر حصے میں آزادانہ نقل و حرکت کرنے اور اس کے کسی حصے میں سکونت اختیار کرنے اور آباد ہونے کا حق ہوگا"۔[2]

میثاق مدینہ کے تحت غیر مسلموں کو سب سے اہم اور پہلا حق یہ دیا گیا کہ انہیں شہریت میں برابری کا درجہ اس انداز میں دیا کہ:

«إنّهُمْ أُمَّةٌ وَاحِدَةٌ دُونَ النّاسِ»[3]

"ہر گروہ سیاسی طور پر ایک جماعت کی حیثیت رکھتا ہے"۔

شہریت کی یہ اساس عقیدہ ومذہب کی اساس کے علاوہ تھی جو اختلافِ مذہب و عقیدہ کے باوجود انہیں اسلامی ریاست کا فرد شمار کرتی تھی۔

نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کا یہ ارشاد گرامی بھی شہریت کے حقوق کا تعین کرتا ہے۔

« إنّ يَهُود بَنِي عَوْفٍ أُمَّةٌ مِنَ الْمُؤْمِنِينَ لِلْيَهُودِ دِينُهُمْ، وَلِلْمُؤْمِنِينَ دِينُهُم»[4]

حق شہریت کے اس تصور کی بنیادیں میثاق کی دفعہ 15، 18، 22، 25 ملاحظہ کی جاسکتی ہیں۔ اور نجران کے عیسائیوں کے نام فرمان کی شق نمبر 8 بھی ملاحظہ کی جاسکتی ہے۔ اسلامی ریاست میں غیر مسلم شہریوں کے حقوق کا تحفظ اور ان کی شہریت کا احترام احادیث وآثار سے بھی ثابت ہے۔

ارشاد نبوی ہے:

«مَن قَتَلَ نفسا مُعَاهِدًا لَمْ يُرِح رَائِحَةَ الْجَنَّةِ »[5]

"جو معاہد کو قتل کرے گا جنت کی خوشبو نہیں سونگھ سکتا"۔

---

1 آئین اسلامی جمہوریہ پاکستان 1973ء، آرٹیکل 25

2 ایضا، آرٹیکل 15

3 الاموال لابن زنجویہ، 331/1// سنن کبری، للبیہقی، 184/8

4 ایضا، 466/2// مجموعہ الوثائق السیاسیۃ للعہد النبوی، وثیقہ نمبر 97، 96

5 صحیح بخاری، حدیث نمبر: 6914، 12/9

پاکستان میں غیر مسلموں کو مسلم رعایا کی طرح مساوی حیثیت حاصل ہے۔اس مساویت میں ان کے فرائضِ منصبی بھی شامل ہیں کہ جو ذمہ داری انہیں دی جائے وہ اس پر مکمل کاربند رہیں صرف مذہب کی بنیاد پر ان سے حق شہریت نہیں چھینا جاسکتا۔ کیونکہ قانون کی نظر میں ہر شہری مساوی حیثیت کا مالک ہے۔اور شہریوں میں اس ضمن میں کوئی فرق نہیں رکھا گیا۔

اس حقیقت کی تائید سابقہ صوبائی وزیر قانون و اقلیتی امور ڈاکٹر خالد رانجھا کے اس قول سے ہوتی ہے جو انہیوں نے ہیومن فوکس پاکستان کے ایک وفد سے گفتگو کرتے ہوئے کہا:

"پاکستان میں صحیح معنوں میں اکثریت و اقلیت کا سرے سے ہی کوئی تصور نہیں اقلیتیں بھی ملک کی اتنی ہی وارث ہیں جتنی اکثریت"۔[1]

سیاسی حقوق وفرائض اور معاہداتِ نبویہ

اظہارِ رائے کی آزادی کا حق

اسلامی معاشرے میں ہر شخص کو اظہار رائے کا بنیادی حق ہے۔قرآن حکیم میں اس حق کو بیان کرکے جمہوری بنیادوں کو تقویت بخشی ہے کیونکہ بغیر آزادانہ اظہار اور تبادلہ رائے کے جمہوری اور شورائی عمل آگے نہیں بڑھ سکتا۔قرآن حکیم نے حضور اکرام صلی اللہ علیہ وسلم کے اسوہ حسنہ کو بیان کرتے ہوئے یوں واضح کیا۔

﴿فَبِمَا رَحْمَةٍ مِّنَ اللهِ لِنتَ لَهُمْ وَلَوْ كُنْتَ فَظًّا غَلِيْظَ الْقَلْبِ لَانفَضُّوْا مِنْ حَولِكَ ۠ فَاعْفُ عَنْهُمْ وَاسْتَغْفِر لَهُم وَشَاوِرْهُم فِي الْأَمْرِ ۚ فَإِذَا عَزَمْتَ فَتَوَكَّل عَلَي اللهِ اِنَّ اللهَ يُحِبُّ الْمُتَوَكِّلِيْنَ﴾ [2]

ترجمہ: پس اللہ کی کیسی رحمت ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم ان کے لیے نرم طبع ہیں اور اگر آپ صلی اللہ علیہ وسلم تند خو سخت دل ہوتے تو لوگ آپ کے گرد سے چھٹ کر بھاگ جاتے سو آپ ان سے در گزر فرمایا کریں اور ان کے لیے بخشش مانگا کریں اور اہم کاموں میں ان سے مشورہ کیا کریں پھر جب آپ پختہ ارادہ کرلیں تو پھر بھروسہ کیا کریں بیشک اللہ توکل والوں سے محبت کرتا ہے۔

اسلام نے بلا تفریق عقیدہ و مذہب اس اہم انسانی حق کی حمایت کی ہے اس کی واضح امثلہ معاہدات نبویہ میں ملتی ہیں۔مثلاً میثاق مدینہ دفعہ 37 کے تحت تمام مسلم و غیر مسلم اپنی رائے پیش کرنے میں آزاد ہیں۔

---

1 ماہنامہ " المذاہب" لاہور، ص:18، جلد:13، شمارہ:4، اپریل 2000ء

2 آل عمران: 3/ 159

« وأَنَّ بَيْنَكُمُ النُّصحَ وَالنَّصِيحَةَ »[1]

"بے شک تمہیں باہم مشاورت سے کام لینا ہوگا"۔

آئینِ اسلامی جمہوریہ پاکستان میں اجتماع کی آزادی کے متعلق یہ حکم ہے کہ تمام شہریوں کو آزادی کا حق ہے کہ وہ ایک جگہ اکھٹے ہو کر اپنی رسومات ادا کریں۔

آرٹیکل 16 میں مذکور ہے کہ:

"امن و امان کے مفاد میں قانون کے ذریعے عائد کردہ پابندیوں کے تابع تمام شہریوں کو پرامن اور اسلحہ کے بغیر ایک جگہ اکھٹے ہونے کا حق ہوگا"۔[2]

مذہبی اجتماع کے حوالے سے آرٹیکل 296 میں ہے کہ:

"جو کوئی کسی جائز طریقہ پر مذہبی عبادت یا مذہبی رسومات کی ادائیگی میں مصروف ہو، اور وہ عملا خلل ڈالے تو اسے کسی ایک قسم کی سزا سزائے قید اتنی مدت کے لئے دی جائے گی جو ایک سال تک ہو سکتی ہے یا جرمانے کی سزائیں دی جائیں گی"۔[3]

معاشی حقوق فرائض اور معاہدات بنویہ

پاکستان میں غیر مسلم شہریوں کو مکمل معاشی آزادی حاصل ہے۔

سب سے پہلے اگر ملازمت کے حقوق کو دیکھا جائے تو پاکستان کا آئین ہر شہری کو ملازمت کے لیے مکمل آزادی دیتا ہے۔ ہر شہری کو پاکستان میں کسی جگہ پر بھی ملازمت کرنے کا مکمل حق حاصل ہے۔

آرٹیکل نمبر 27 اس بات کا شاہد ہے:

"کسی بھی شہری کے ساتھ جو باعتبار دیگر پاکستان کی ملازمت میں تقرر کا اہل ہو، کسی ایسے تقرر کے سلسلے میں محض نسل، مذہب، ذات پات، سکونت یا مقام پیدائش کی بناء پر امتیاز روا نہیں رکھا جائے گا۔ مگر شرط یہ کہ یوم آغاز سے زیادہ سے زیادہ چالیس سال کی مدت تک کسی طبقے یا علاقے کے لوگوں کے لئے آسامیاں محفوظ کی جاسکیں گی تا کہ پاکستان کی ملازمت میں ان کو مناسب نمائندگی حاصل ہو جائے"۔[4]

اور مزید ملازمت کے حوالے سے آرٹیکل 36 میں اقلیتوں کو اس انداز میں تحفظ دیا گیا ہے کہ:

---

1 الاموال لابن زنجویہ، 466/2 // مجموعۃ الوثائق السیاسۃ، حمید اللہ، ص: 20، مزید ملاحظہ ہو: اہل مقنا، حنین اور خیبر والوں کے لیے امان نامہ شق نمبر 17، اہل اقنا و بنی جنبہ کے لیے امان وغیرہ

2 آئین اسلامی جمہوریہ پاکستان، آرٹیکل 16

3 ایضا، آرٹیکل 296

4 ایضا، آرٹیکل 27

"مملکت : اقلیتوں کے جائز حقوق اور مفادات کا، جن میں وفاقی اور صوبائی ملازمتوں میں ان کی مناسب نمائندگی شامل ہے، تحفظ کرے گی"[1]

معاہداتِ نبویہ میں غیر مسلم کے امام و پیشواؤں کو جو تکریم دی گئی ہے یہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم ہی کا خاصہ ہے اور احترام مذاہب کی روشن و تابندہ مثال ہے۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم دنیا میں شرف و منزلت عطا کرنے کے لیے تشریف لائے اور اس میں مسلم و غیر مسلم کا لحاظ نہ رکھا۔ معاہدین کے ساتھ معاہدہ کے وقت بھی آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے اس بات کو ملحوظ رکھا اور انہیں ان کے مناصب و مراتب پر فائز رکھا۔

آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

«ولا يغيّر أسقف عن أسقفيّته ولا راهب من رهبانيته»[2]

معاشی حقوق کے حوالے سے صدیق شاہ بخاری لکھتے ہیں کہ:

"وطن عزیز پاکستان میں اقلیتوں کے لیے ترقی کے تمام دروازے کھلے ہیں۔ تمام اعلی عہدے ہمیشہ ان کی راہوں میں آنکھیں بچھاتے رہے۔ وزیر قانون جوگندر ناتھ منڈل سے لے کر چیف جسٹس کارنیلیس تک وزیر خارجہ ظفر اللہ سے لے کر جے سالک تک ہماری رواداری کے مظاہر اور شاہد ہیں"۔[3]

ذیل میں ان حقوق و فرائض کا ذکر کیا جارہا ہے جن کی اصلاح و توضیح معاہداتِ نبویہ کی روشنی میں کی جائے تو معاشرے میں اس کے ثمرات اور بھی بہتر ہو سکتے ہیں۔

1۔ تبلیغ مذہب کی اجازت اور معاہدات نبویہ سے اس کی توضیح

آرٹیکل نمبر 20 جز الف، ب، میں ہے کہ:

"ا۔ ہر شہری کو اپنے مذہب کی پیروی کرنے اس پر عمل کرنے اور اس کی تبلیغ کرنے کا حق ہوگا۔

ب۔ ہر مذہبی گروہ اور فرقے کو اپنے مذہبی ادارے قائم کرنے، برقرار رکھنے اور ان کا انتظام کرنے کا حق ہو گا"۔[4]

اس آرٹیکل کے حصہ الف میں ہر شہری کو اپنے مذہب کی پیروی کرنے اس پر عمل کرنے کا حق ہو گا تک تو عبارت واضح ہے جبکہ اس کے آگے اس کی تبلیغ کرنے کا حق ہوگا، اس میں ابہام ہے اس کو دور ہونا چاہئے کیونکہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ کیے گئے معاہدات کی نوعیت اور آج کے پاکستانی غیر مسلم شہریوں کی شہریت میں فرق ہے۔

---

1 آئین اسلامی جمہوریہ پاکستان، آرٹیکل 36

2 سبل الهدى والرشاد في سيرة خير العباد، 420/6// مجموعة الوثائق السياسية، وثيقه نمبر: 94 تا 97

3 پاکستان میں اقلیتوں کے لیل و نہار، "المذاہب"، ص: 22، جلد، 6، شمارہ: 8، اگست 1994ء

4 آئین اسلامی جمہوریہ پاکستان، 1973، آرٹیکل 20

اگر تقسیم ہند سے ذرا قبل 1940ء کی قراداد پاکستان پر نظر دوڑائی جائے تو واضح ہو جاتا ہے کہ ہندوستان مذہب کی بنیاد پر دو حصوں میں منقسم ہوا۔اور اس کی تقسیم اور اس کی بنیادوں سے بھی ہر دانشور واقف وآگاہ تھا اور ہے بھی۔

اس میں شک کی کوئی گنجائش نہیں ہے کہ جدو جہدِ آزادی میں ہندو، مسلم، سکھ، عیسائی اور دیگر قوموں نے حصہ لیا لیکن یہ کہنا نامناسب ہی نہیں بلکہ ناممکن بھی ہے کہ مسلمانوں کے علاوہ کسی اور مذہب کے افراد نے خطہ ہندوستان کی جغرافیائی حدود میں مذہب کی بنیاد پر اپنے لیے الگ ریاست کے لیے جدوجہد کی ہو یا اس کا مطالبہ بھی کیا ہو۔

اس کارِ خیر کے لیے ان میں سے باقی مذاہب کے لوگ خاموش تماشائی تھے۔آزادی کے بعد ہندو اور سکھ اکثریت میں ہجرت کر کے ہندوستان چلے گئے اور جو یہاں مقیم رہے انہوں نے یہاں رہنا اس لیے پسند کیا کہ یہ ملک مسلمانوں نے اپنی تاریخی جدوجہد سے حاصل کیا ہے اور اس کو وہ اپنی خواہشات کے مطابق چلائیں گے۔جسے باقی سب مذاہب کے لوگوں نے قبول بھی کر لیا۔جس بنا پر انہیں آزادی مذہب کا حق تو دیا مگر اس میں مسلمانوں کے شعائر کے خلاف نہ ہو۔یہ نہ ہو کہ وہ سر عام اپنے مذہب کی تبلیغ کرتے پھریں جس سے مسلم اکثریت کی دل آزاری ہو گی جس بنا پر کشیدگی بڑھ سکتی ہے۔

اس میں بھی کوئی شک نہیں ہے کہ مذہبی آزادی کو نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے غیر مسلموں کے ساتھ کیے گیے معاہدات کی روشنی میں دیکھا جائے تو ہمارے سامنے سب سے پہلے کیا جانے والا میثاق ''میثاق مدینہ'' اس کی دفعات 25 تا 35 میں فرد کو مذہبی آزادی کے حقوق دیئے گیے ہیں۔ان دفعات میں تمام قبائل کو اپنے اپنے دینی عقائد میں آزادی کا حق دیا گیا ہے۔

لیکن یہ بات واضح ہے کہ اس انداز سے مذہبی آزادی ہو کہ اس سے کسی دوسرے مذہب والے کی دل آزاری نہ ہو۔جس کی صراحت علامہ کاسانی کی اس عبارت سے بھی ہوتی ہے۔

علامہ کاسانی نے ذکر کیا ہے کہ:

"اگر کسی مسلمان کی بیوی نصرانیہ ہو جائے تو شوہر کو حق نہیں ہے کہ وہ اسے عبادت سے روکے، بیوی کا حق ہے کے گھر کے جس حصہ میں چاہے دوسروں کے معمولات میں خلل ڈالے بغیر عبادت کرے لیکن اسے گھر کے اندر صلیب نصب کرنے کی اجازت نہیں ہے"۔[1]

2۔ غیر مسلموں کے مذہبی شعائر و تہوار کا احترام

پاکستانی آئین کی خوبصورتی یہ ہے کہ اسے صفحہ قرطاس میں لانے والوں نے غیر مسلموں کے مذہبی شعائر و تہوار کے احترام کو بھانپتے ہوئے، آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی سیرت میں معاہداتِ نبویہ سے خوب استفادہ کیا۔

---

1 بدائع الصنائع، 114/7

جس کی تصویر آئین پاکستان میں جگہ جگہ نظر آتی ہے۔ پاکستان میں بسنے والے غیر مسلم شہریوں کو ان کے عقائد و رسومات میں شرکت کرنے اور مذہبی عقائد کے مطابق زندگی گزارنے کا مکمل حق حاصل ہے۔ جو نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے اہل نجران سے اس معاہدے کا منہ بولتا ثبوت ہے۔ جس میں آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے نہ صرف انہیں بلکہ ان کے ہم مشربوں کو بھی عقائد و رسوم اور مذہب کے تحفظ کی ذمہ داری دی۔ اس کے متعلق ڈاکٹر حمید اللہ نے آپ صلی اللہ علیہ وسلم کا اہل نجران کے معاہدہ نمبر 97،96 کے الفاظ اس طرح ذکر کیے:

"إذاصارت النصرانية عندالمسلم، فعليه أن يرضى بنصرانيتها، ويتبع هواها في الاقتداء برؤسائها، والأخذ بمعالم دينها، ولا يمنعها ذلك- فمن خالف ذلك وأكرهها على شيء من أمر دينها، فقد خالف عهد الله وعصى ميثاق رسوله، وهو عند الله من الكاذبين"[1]

" اگر کوئی نصرانی عورت مسلمان کے گھر میں ہو تو اسے اپنے مذہبی شعائر ادا کرنے کی اجازت ہے۔ وہ عورت جب چاہے اپنے علماء سے مسائل دریافت کر سکتی ہے۔ جو شخص اپنی نصرانی بیوی کو اس کے مذہبی شعائر ادا کرنے سے منع کرے گا وہ خدا اور رسول کی طرف سے ان کو دیئے گئے میثاق کا مخالف اور عنداللہ کاذب ہوگا"۔

لیکن یہاں آئینِ پاکستان کو مزید واضح کرنے کی ضرورت ہے کہ جہاں اسے عبادت کے معاملات میں آزادی اسلام اور پیغمبرِ اسلام نے دی ہے وہاں علامہ کاسانی کی اس بات کو سمجھنے کی بھی ضرورت ہے کہ وہ عورت اپنے گھر میں صلیب نہیں لٹکا سکتی۔ کاسانی لکھتے ہیں:

"لَا يُمَكِّنُهَا مِن نَصْبِ الصّلِيبِ فِي بَيتِهِ" [2]

"اس کی بیوی کے لیے ممکن نہیں کہ اپنے شوہر کے گھر صلیب نصب کرے"

3۔ قانون توہین رسالت

توہین رسالت کی سزا جسے 30 اکتوبر 1990ء کو وفاقی شرعی عدالت نے عمر قید کی بجائے سزائے موت میں بدل دیا ہے, حکومتی عہدے داران اور قانونی اداروں کی ذمہ داری ہے کہ وہ تعزیرات پاکستان سے بھی عمر قید کی بجائے سزائے موت کے الفاظ کی تبدیلی کا نوٹیفیکیشن جاری کر دیں تاکہ آخری قانونی تقاضا بھی پورا ہو جائے۔

کیونکہ یہ ایسا حساس معاملا ہے کہ اس میں کسی قسم کی کوئی گنجائش ہی نہیں ہے۔ اس کی تائید اس واقعہ سے ہوتی ہے کہ جب آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فتح مکہ کے موقع پر لاتثریب علیکم الیوم کی صدائے دل نوز کے باوجود ان ناپاک لوگوں کے قتل کا حکم صادر فرمایا جنھوں نے آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی شان اقدس میں گستاخی کی جسارت کی۔

---

1 مجموعۃالوثائق السیاسیۃ، وثیقہ نمبر: 189/1،96،97

2 بدائع الصنائع، 7/ 114

رسول صلی اللہ علیہ وسلم نے جب فتح مکہ کے موقع پر عام معافی کا اعلان کیا تو گستاخان رسول صلی اللہ علیہ وسلم کے بارے میں آپ نے یہ حکم دیا کہ اگر یہ لوگ خانہ کعبہ کے پردے میں بھی لپٹ جائیں۔ تب بھی انہیں معاف نہ کیا جائے اور انہیں ہر صورت قتل کیا جائے۔ ابن خطل کو خانہ کعبہ کے پردے پکڑنے کی حالت میں ہی قتل کیا گیا۔ اسی طرح دو گستاخ رسول عورتیں سارہ اور قریبہ بھی قتل کی گئیں۔

4۔ صدارتی نیابت کا مسئلہ

دستور کے آرٹیکل 41 ب کے تحت پاکستان کے صدر کا مسلم ہونا ضروری ہے لیکن نیابت کے متعلق میں دستور خاموش ہے۔

آرٹیکل 41 ب: کوئی بھی شخص اس وقت تک صدر کی حیثیت سے منتخب ہونے اس وقت تک حامل نہیں ہو گا جب تک وہ 45 سال کی عمر کا مسلمان نہ ہو اور قومی اسمبلی کا رکن منتخب ہونے کی شرائط پوری نہ کرتا ہو۔[1]

اس آرٹیکل میں نیابت کا ابہام ہے کہ نیابت کی ذمہ داری کون سنبھال سکتا ہے۔ اس میں مسلم و غیر مسلم کی کوئی قید نہیں ہے کیونکہ یہ ابہام آرٹیکل 49 الف میں بھی یوں کا توں باقی ہے کہ نیابت چیئرمین سینٹ یا اسپیکر قومی اسمبلی کو تفویض ہو گی، جس میں بھی ان کے مسلم ہونے کی شرط نہیں رکھی گئی۔

آرٹیکل 49 الف: اگر صدر کا عہدہ درج ذیل بنا پر خالی ہو جائے: صدر کی وفات، استعفیٰ یا برطرفی تو چیئرمین یا اگر وہ صدر کے عہدے کے کارہائے منصبی انجام دینے کے قاصر ہو تو قومی اسمبلی کا سپیکر اس وقت تک قائم مقام صدر ہو گا جب تک کہ دفعہ 41 ج کے مطابق کو صدر منتخب نہ ہو جائے۔

آرٹیکل 49 ب جب صدر پاکستان سے غیر حاضری یا کسی دیگر وجہ سے اپنے کارہائے منصبی انجام دینے سے قاصر ہو تو چیئرمین یا، اگر وہ بھی غیر حاضر ہو تو صدر کے عہدے کے کارہائے منصبی انجام دینے سے قاصر ہو تو قومی اسمبلی کا اسپیکر، صدر کے پاکستان آنے تک یا جیسی صورت حال ہو، اپنے کارہائے منصبی دوبارہ سنبھال لینے تک صرد کے کارہائے منصبی انجام دے گا۔[2]

اس آرٹیکل میں بھی ابہام موجود ہے کہ چیئرمین اور قومی اسمبلی کے اسپیکر کی حیثیت واضح نہیں ہے کہ وہ مسلم ہو یا غیر مسلم اور اس کا واضح ہونا اس لیے بھی ضروری ہے کہ اس عہدے پر فائز شخص نے ایسے فیصلے کرنا ہوتے ہیں جن کا براہ راست واسطہ مسلمانوں کے دین سے ہے۔ اسلامی جمہوریہ پاکستان کی سیکورٹی کے بارے میں بھی حتمی معلومات بھی صدر پاکستان کے پاس ہی آتی ہیں۔

---

1 آئین اسلامی جمہوریہ پاکستان 1973، آرٹیکل 41 (الف)

2 ایضا، آرٹیکل 49 (الف-ب)

اگر آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی حیات طیبہ کو دیکھا جائے تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے جو میثاق مدینہ آتے ہی ان سے کیا تھا اس میں صدارتی عہدہ ہر حال میں اپنے پاس رکھا۔ اسلامی حکومت حقیقت میں الہی حکومت ہوتی ہے جس میں حتمی اختیار و فیصلہ اللہ تعالی کے پاس ہوتا ہے۔ اور اللہ کے براہ راست نمائندے پیغمبر ہوتے ہیں جن کی پیروی حقیقت میں اللہ کی پیروی ہوتی ہے.

اللہ تعالی کا ارشاد ہے:

﴿مَنْ يُّطِعِ الرَّسُوْلَ فَقَدْ اَطَاعَ اللّٰهَ﴾ [1]

ترجمہ: جس نے رسولِ پاک صلی اللہ علیہ وسلم کی اطاعت کی اس نے اللہ کی اطاعت کی۔

5۔ نشہ آور مشروبات کا استعمال

دستور کے آرٹیکل 37 ح میں بھی ابہام موجود ہے جس کی اصلاح بھی ضروری معلوم ہوتی ہے۔ نشہ آور مشروبات کے استعمال کی حدود کا تعین ضروری ہے بلخصوص شراب نوشی کہ یہ ایسا گنونا جرم ہے کہ جو کہ ہر مذہب میں جرم ہی ہے جبکہ اس آرٹیکل کے ذریعے پاکستانی غیر مسلم شہریوں کی دل آزاری بھی ہوتی ہے۔

آرٹیکل 37 ح میں مملکت کی ذمہ داری ہے کہ:

" وہ نشہ آور مشروبات کے استعمال کی روک تھام کرے گی، سوائے اس کہ وہ طبی اغراض کے لیے یا غیر مسلموں کی صورت میں مذہبی اغراض کے لئے ہو " [2]

شراب جس کے بے شمار نقصانات ہیں، جس پر اسلام اور عیسائیت سمیت دیگر مذاہب میں بھی پابندی موجود ہے۔ اس کے متعلق جمعیت علماء اسلام "ف" کی رکن قومی اسمبلی محترمہ آسیہ ناصر نے 6 مئی 2014ء کو دیگر 15 ارکان کے ساتھ مل کر قومی اسمبلی میں ایک بل پیش کیا، جن میں مسلم لیگ ن کی مسیحی رکن قومی اسمبلی نیلس عظیم، مسلم لیگ فنکشنل کی ہندو رکن ریتا ایشور اور مسلم لیگ ن کے رکن ڈاکٹر رمیش کمار بھی شامل تھے، "اس بل میں آئین کے آرٹیکل 37 ح میں ترمیم پیش کی گئی، جس کے تحت آئین کی اس شق سے غیر مسلم اور مذہبی مقاصد کا لفظ حذف کرنے کیلئے کہا گیا تھا، اس بل کا مقصد پاکستان میں شراب کے استعمال پر پابندی کا دائرہ غیر مسلموں تک وسیع کرنا تھا، ------ شراب پر مکمل پابندی لگوانے کے حوالے سے پیش کیا جانے والا اقلیتی رکن اسمبلی کا بل وزیر مملکت برائے پارلیمانی امور آفتاب شیخ نے قومی اسمبلی کی قائمہ کمیٹی کے سپرد کیا... مگر اسلامی جمہوریہ پاکستان کی قومی اسمبلی کہ جس کی عمارت کی پیشانی پر کلمہ طیبہ لاالہ الا اللہ محمد الرسول اللہ درج ہے، اس قومی اسمبلی کی قائمہ کمیٹی نے وہ بل یہ کہہ کر مسترد کر دیا کہ ''اس ترمیم کی منظوری سے دنیا بھر میں پاکستان کی بدنامی ہو گی"۔

---

1 النساء: 80/4

2 آئین اسلامی جمہوریہ پاکستان 1973، آرٹیکل 37 (ح)

جمعیت علماء اسلام کی مسیحی رکن اسمبلی آسیہ ناصر نے بڑے دکھی لہجے میں بتایا کہ "قائمہ کمیٹی کی اس بات سے مجھے بہت صدمہ ہوا ہے کہ شراب پر پابندی سے ملک کی بدنامی ہوگی... آئین کی اس شق سے ایسا لگتا ہے کہ جیسے عیسائی مذہب نے ہمیں شراب پینے کی اجازت دے رکھی ہے... حالانکہ ہمارے مذہب میں شراب نوشی کی قطعاً اجازت نہیں ہے اور بائبل مقدس میں اس کو ناپسندیدہ قرار دیا گیا ہے"۔[1]

آخر میں اس کا ذکر کرنے میں کوئی حرج نہیں ہے کہ اس میں کوئی شک نہیں کہ آئین و قانونِ پاکستان کی آبیاری اور اسے تناور درخت بننے تک جنتے لوگوں کی کاوشیں رہی ہیں ان میں سے اکثر قرآن و حدیث اور بلخصوص غیر مسلموں کے حقوق وفرائض کے حوالے سے معاہداتِ نبویہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ہر گوشے کو جانتے تھے۔اس کے باوجود جو سقم پاکستانی آئین و قانون میں غیر مسلموں کے حقوق وفرائض کے حوالے سے دیکھنے کو ملتا ہے اسے بشری تقاضا کہا جا سکتا ہے۔ چونکہ یہ آئین و قانون انسانی اذھان کی کاوشوں کا نتیجہ ہے اس لیے ایسا ہونا فطری امر ہے۔ جبکہ معاہدات نبویہ صلی اللہ علیہ وسلم امر ربانی ہیں۔

1 شراب، خانہ خراب، قاری نوید مسعود ہاشمی، شمارہ، قلم تلوار، ہفت روزہ، (شمارہ 466)

نتائجِ بحث

- تحریک پاکستان میں غیر مسلموں کا کردار نمایاں رہا۔اہم شخصیات کے نام یہ ہیں: سیتا پرکاش سنگھا، سی۔ای۔ گبن، آر۔اے۔ گومز، ایس۔ایس البرٹ، الفرڈ پرشاد، ایف۔ای۔ چوہدری۔ وغیرہ
- قرار داد پاکستان کی منظوری میں جہاں مسلمانوں نے حصہ لیا وہاں ہزاروں غیر مسلموں نے بھی حصہ لیا،ایس۔ پی سنگھا، ایم۔ایل۔اے جوشوا فضل الدین وغیرہ ہی کے جذبات کی ترجمانی کرتے ہوئے قرارداد پاکستان میں پیرا نمبر ۲ منظور کیا گیا۔
- تحریک پاکستان کے دوران قیام پاکستان کے سلسلے میں پنجاب اسمبلی کے تین مسیحی ممبران نے قیام پاکستان کے حق میں ووٹ ڈالا۔
- تشکیل پاکستان میں بھی غیر مسلم شہریوں نے نمایاں خدمات سرانجام دیں، چند ایک کے نام یہ ہیں: چوہدری چندو لعل، محترمہ اینی بسنت، ایف۔ای۔ چوہدری وغیرہ جنہوں نے مختلف شعبہ جات، سیاست، صحافت، صنعت وحرفت وغیرہ میں بڑھ چڑھ کے حصہ لیا۔
- رفائے عامہ میں غیر مسلم شہریوں کا کردار قابل ستائش ہے مثلا، ویلفئیر سوسائٹیز، سکول، ہاسپیٹلز وغیرہ کا قیام وانتظام۔
- تمام پاکستانی غیر مسلم آرٹیکل 5 کے مطابق پاکستان سے وفاداری ووفا شعاری کے پابند ہیں۔
- پاکستان کے بری، بحری اور فضائی دفاع میں غیر مسلم شہریوں کی خدمات مسلمہ ہیں۔
- چیف آف آرمی سٹاف کے عہدہ کے لیے پاکستانی آئین میں مسلم ہونے کی شرط نہیں ہے۔
- پاکستانی آئین کے آرٹیکل 27، 36 کے مطابق تمام غیر مسلم شہریوں کو ملازمت کا حق حاصل ہے۔
- آرٹیکل 227 (الف) کے وضاحتی پیرا (3) کے مطابق غیر مسلم شہریوں کے شخصی قوانین کی تعبیر انہیں کے مذاہب ومسالک کے مطابق ہو گی۔

- پاکستانی آئین و قانون میں تمام غیر مسلم شہریوں کے شادی وطلاق کے قوانین میرج ایکٹ 1872ء سیکشن 23 اور 37 کے مطابق موجود ہیں۔
- غیر مسلم شہریوں کے عقوبات کے معاملات پاکستانی آئین و قانون کے آرٹیکل 227 کے مطابق ہی ہوں گے۔
- غیر مسلم شہریوں کے لیے پاکستانی پارلیمنٹ میں پاکستانی آئین و قانون کے مطابق نمائندگی کا حق حاصل ہے۔
- مذہبی شعائر و تہوار کے احترام کا ذکر معاہدات نبویہ اور آئین پاکستان کے آرٹیکل 297،298 میں موجود ہے۔
- معاشی حقوق کا ذکر معاہدات نبویہ میں اور آئین پاکستان کے آرٹیکل 27 میں موجود ہے۔
- سیاسی حقوق کا ذکر معاہدات نبویہ میں مثیاق مدینہ کے آرٹیکل 37 اور آئین پاکستان کے آرٹیکل 16 میں موجود ہے۔
- شہریت کے حقوق وفرائض کا ذکر میثاق مدینہ کی دفعہ 18,22,25 , 15 اور آئین پاکستان کے آرٹیکل 15،25 میں موجود ہے
- قانون توہین رسالت کو نافذ کرنے کے لیے مقدمہ کے اندراج سے فیصلے تک کا عمل تاخیر کا شکار ہے، جسے بہتر بنانے کی ضرورت ہے۔
- مسیحی برادری کی طرف سے دائر کردہ درخوست پر لاہور ہائی کورٹ یہ واضح کر چکی ہے کہ تمام انبیاء کی توہین کی سزا موت ہے۔
- عہدہ صدارت کے لیے آرٹیکل 41ب کے تحت مسلم ہونا ضروری ہے جبکہ آرٹیکل 49الف میں نیابت کے متعلق ابہام ہے جس میں مسلم و غیر مسلم کی کوئی قید نہیں ہے۔
- تبلیغ مذہب کی آزادی کے آرٹیکل 20 الف میں ابہام ہے جس کا حل میثاق مدینہ کے آرٹیکل 25 تا 35 کی روشنی میں موجود ہے کہ تبلیغ مذہب میں دوسروں کی دل آزاری نہ ہو۔

تجاویز و سفارشات

اللہ کے فضل و کرم سے یہ مقالہ پاکستانی آئین و قانون میں غیر مسلم شہریوں کے حقوق و رفرائض معاہدات نبویہ کی روشنی میں وہ منفرد کام ہے جو بلخصوص پاکستانی ہر فرد اور پاکستان کے علاوہ تمام افراد خواہ ان کا تعلق کس مذہب سے ہے کو ایک وحدت کی لڑی میں منسلک کرنے کا ایک عظیم کام ہے۔ اس کی بدولت پرامن معاشرہ کی تعمیر نو اور مذہبی ہم آہنگی کے حسین گلدستے میں آ کر محبت و مودت کی مہک سے معطر ہو کر محبتوں کے فروغ میں خاطر خواہ اضافہ کیا جا سکتا ہے۔ موجودہ حال میں پاکستانی شہریوں میں جو غلط فہمیاں پیدا ہو رہی ہیں انہیں دور کرنے کے لیے پاکستانی شہریوں کو ان کے حقوق و فرائض کی آگاہی کے ساتھ ساتھ ماحول کو پرامن اور اس چمنستان کے ہر پھول کی مہک سے چمنستان عالم کو معطر کرنے کے لیے درج ذیل تجاویز و سفارشات انتہائی موثر ثابت ہو سکتی ہیں۔

- ملک میں مذہبی ہم آہنگی کے فروغ کے لیے تحریک پاکستان میں غیر مسلم شہریوں کے کردار کو مطالعہ پاکستان کے نصاب میں شامل کیا جانا چاہیے۔
- تشکیل پاکستان اور پاکستان کی تعمیر و ترقی میں غیر مسلم شہریوں نے جن جن شعبہ جات مثلاً، تعلیمی، تجارتی اور زرعی میں کردار ادا کیا اسے قومی سطح پر اجاگر کیا جائے۔
- سرکاری ملازمتوں کے کوٹے کی نشر و اشاعت کو یقینی بنایا جائے کہ غیر مسلم شہریوں کے لئے مختص کوٹے پر عمل کیلئے مناسب اقدامات کئے جائیں تاکہ آپس میں پیدا شدہ غلط فہمیوں کا قلع قمع بر وقت ہو سکے۔
- پاکستانی قانون ساز اسمبلی کو چاہیے کہ تمام قوانین کا جائزہ لے کر انہیں قرآن و سنت کے مطابق ڈھالا جائے۔
- پاکستانی مجلس قانون ساز میں ہر مذہب و مسلک کے ماہر اور جدید و قدیم علوم پر عبور رکھنے والے ماہرین کو بھرپور نمائندگی دی جائے۔
- حکومت پاکستان کو چاہیے کہ ایسے مفکرین اسلام تیار کرے جو شرعی علوم کے ساتھ ساتھ جدید عصری علوم معاشیات، سیاسیات، ریاضی اور طبیعات کے بھی ماہر ہوں۔
- ملک پاکستان میں بسنے والے غیر مسلم شہریوں کیلئے ایک آزاد اور مستقل کمیشن قائم کیا جائے تاکہ مذہبی انتہا پسندی کی بھینٹ چڑھنے والوں کے لیے غیر جانبدارانہ تحقیقات کرائی جا سکیں اور مجرم کو جلد از جلد کیفرِ کردار تک پہنچایا جا سکے۔

- حکومت پاکستان کو چاہیے کہ فرائض کی اہمیت کے متعلق مکمل آگاہی دینے کو توجہ کا مرکز بنائے اور غیر سیاسی عناصر کو اس کی پامالی کرنے سے روکنے کے لیے اقدامات کا لائحہ عمل مہیا کرے۔
- چیف آف آرمی سٹاف کے عہدہ کے لیے پاکستانی آئین و قانون میں مسلم ہونے کی شرط کو شامل کیا جانا چاہیے۔
- مختلف مذاہب کے درمیان ہم آہنگی پیدا کرنے، مغربی دنیا اور اسلام کے مابین یگانگت، مفاہمت، وحدت، امن وآشتی کے قیام کے لئے میڈیا کو واضح تشریح فراہم کی جائے کہ ایسا مواد جو شر پھیلانے والا ہو اس کے خلاف دستور کے آرٹیکل A-153 کے تحت ایکشن لیا جائے اور پیمرا کو اس کا پابند بنایا جائے کے ایسا مواد منظر عام تک نہ آئے۔
- قانون نافذ کرنے والے اداروں مثلا عدلیہ کے ارکان میں غیر مسلموں کے حقوق و فرائض اور امتیازی سلوک کے بارے میں ایسے تربیتی پروگرام کا انعقاد ہونا چاہیے جس میں یہ احساس اجاگر کیا جائے کہ مسلم و غیر مسلم شہری، شہریت میں برابر کا حق رکھتے ہیں اس لیے احساس محرومی کو ختم کیا جائے۔
- سرکاری پالیسیوں کا از سر نو جائزہ لیا جائے تا کہ شہری حقوق کی فراہمی کے حوالے سے ہر قسم کی مذہبی منافرت اور مذہبی امتیاز کی بنا پر ہونے والے فسادات کی بیخ کنی کی جاسکے۔

  اس کے لیے مندرجہ ذیل امور پر خصوصی توجہ دی جائے:

  1۔ اشاعتی اور الیکٹرانک ذرائع ابلاغ

  ۲۔ سرکاری و عوامی سطح پر مسلم و غیر مسلم حقوق کے متعلق مکمل آگہی کے اقدامات

  ۳۔ مذہب کی بنیاد پر سماجی و معاشی امتیازات کے خاتمے کے لئے شعور و آگہی خصوصا غیر مسلم شہریوں کے آئینی حقوق کا شعور وادراک، وفاقی شرعی عدالت، سپریم کورٹ اور شریعت ایکٹ کے فیصلوں کی روشنی میں قانون سازی کا عمل بھی تعطل کا شکار ہے ان اعلی عدالتوں کی آزادی و خودمختاری کو از سر نو بحال کیا جائے۔
- مسیحی برادری کی طرف سے دائر کردہ درخوست پر لاہور ہائی کورٹ یہ واضح کر چکی ہے کہ تمام انبیاء کی توہین کی سزا موت ہے. غیر مسلم شہریوں کے اطمینان قلب کے لیے اس قانون میں حضرت محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ حضرت عیسی علیہ السلام اور دیگر تمام انبیاء علیہم السلام کی توہین کی سزا موت ہو گی، کے الفاظ کا اضافہ کر دیا جانا چاہیے۔

- ہر مذہب کے رسوم و رواج کا احترام مسلمہ ہے اور پاکستانی آئین و قانون بھی اس کی اجازت دیتا ہے حکومت وقت کو بھی چاہیے کہ تمام مذاہب کی مذہبی تقریبات، شادی بیاہ اور طلاق وغیرہ کو میرج ایکٹ 1872ء کے سیکشن 23 اور 37 کے مطابق ادا کیے جانے کو یقینی بنائے۔
- آرٹیکل 49 الف میں نیابت کے متعلق ابہام ہے جس میں مسلم و غیر مسلم کی کوئی قید نہیں ہے اس ابہام کو نبی ﷺ کے نیابتی امور اور قانونی تقاضوں کے عین مطابق دور کیا جانا چاہیے۔
- مقدس ہستیوں کی اہانت کے جرم کی سزا کی دفعات تمام ممالک کے تعزیری قوانین میں شامل کی جائے۔
- اقوام متحدہ کے چارٹر میں آرٹیکل نمبر 1 کی شق نمبر 3 پر نظر ثانی کی جائے اور توہینِ مذاہب کو آزادیِ رائے کے دائرے سے خارج کرتے ہوئے عالمی جرم قرار دیا جائے۔
- تضحیک مذہب یا مقدس مقامات و کتابوں کی بے حرمتی کے مقدمات میں ججوں کو دی جانے والی باقاعدہ اور منظّم دھمکیوں کی روک تھام کے لیے ٹھوس اقدامات کیے جانے چاہئے تاکہ مشتبہ افراد کے حقوق کے تحفظ کے لیے قواعد و ضوابط کی عملدرامدی اور انصاف کو یقینی بنایا جاسکے۔
- حکومت پاکستان کو چاہیے کہ آرٹیکل 227 کے تحت غیر مسلم شہریوں کے شخصی قوانین کی تعبیر کے مطابق مذہبی رسومات مثلا: مذہبی تقریبات، شادی بیاہ اور طلاق کے قوانین کے نفاذ کو یقینی بنائے۔
- آئین پاکستان کے آرٹیکل 297، 298 میں مذہبی شعائر و تہوار کے احترام کا ذکر تو موجود ہے لیکن مذہبی ہم آہنگی اور امن وامان کی بدولت حکومت وقت کو چاہیے کہ معاہدات کی روشنی میں اس کے طریقہ کار کو واضح کرے۔

فہارس

فہرست آیات قرآنیہ

فہرست احادیث نبویہ

فہرست اعلام

فہرست مصادر ومراجع

فہرست آیات

آیات	سورت	آیت نمبر	صفحہ نمبر
يٰۤاَيُّهَا النَّاسُ اعْبُدُوْا رَبَّكُمُ الَّذِىْ خَلَقَكُمْ	البقرۃ:2	21	109
قُوْلُوْۤا اٰمَنَّا بِاللّٰهِ وَمَاۤ اُنْزِلَ اِلَيْنَا وَمَاۤ اُنْزِلَ اِلٰۤى اِبْرٰهِيمَ	//	136	147
وَالْمُوْفُوْنَ بِعَهْدِهِمْ اِذَا عٰهَدُوْا	//	177	123
لَاۤ اِكْرَاهَ فِي الدِّيْنِ قَدْ تَّبَيَّنَ الرُّشْدُ مِنَ الْغَيِّ	//	256	146
تَعَالَوْا اِلٰى كَلِمَةٍ سَوَاۤءٍۢ بَيْنَنَا وَبَيْنَكُمْ	آل عمران:3	64	/108/106 135
تَاْمُرُوْنَ بِالْمَعْرُوْفِ وَتَنْهَوْنَ عَنِ الْمُنْكَرِ	//	110	157
وَتِلْكَ الْاَيَّامُ نُدَاوِلُهَا بَيْنَ النَّاسِ	//	140	22
فَبِمَا رَحْمَةٍ مِّنَ اللّٰهِ لِنْتَ لَهُمْ وَلَوْ كُنْتَ فَظًّا غَلِيْظَ الْقَلْبِ	//	159	/186/157 235
لَّقَدْ سَمِعَ اللّٰهُ قَوْلَ الَّذِيْنَ قَالُوْۤا اِنَّ اللّٰهَ فَقِيْرٌ	//	181	203
يٰۤاَيُّهَا النَّاسُ اتَّقُوْا رَبَّكُمُ الَّذِيْ خَلَقَكُمْ مِّنْ نَّفْسٍ	النساء:4	1	109
وَاِذَا حَكَمْتُمْ بَيْنَ النَّاسِ اَنْ تَحْكُمُوْا بِالْعَدْلِ	//	58	159
يٰۤاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْۤا اَطِيْعُوا اللّٰهَ وَاَطِيْعُوا الرَّسُوْلَ	//	59	192
مَنْ يُّطِعِ الرَّسُوْلَ فَقَدْ اَطَاعَ اللّٰهَ	//	80	241/134
اِلَّا الَّذِيْنَ يَصِلُوْنَ اِلٰى قَوْمٍۢ بَيْنَكُمْ وَبَيْنَهُمْ مِّيْثَاقٌ	//	90	/124/119 127
وَاَخَذْنَا مِنْهُمْ مِّيْثَاقًا غَلِيْظًا	//	154	119

اَوْفُوْا بِالْعُقُوْدِ	المائدہ:5	1	119
وَتَعَاوَنُوْا عَلَي الْبِرِّ وَالتَّقْوٰی	//	2	194
اَلْيَوْمَ اَكْمَلْتُ لَكُمْ دِيْنَكُمْ وَاَتْمَمْتُ عَلَيْكُمْ نِعْمَتِيْ	//	3	145
وَكَتَبْنَا عَلَيْهِمْ فِيْهَآ اَنَّ النَّفْسَ بِالنَّفْسِ	//	45	167
وَمَنْ لَّمْ يَحْكُمْ بِمَآ اَنْزَلَ اللّٰهُ فَاُولٰئِكَ هُمُ الْفٰسِقُوْنَ	//	47	12
يٰاَهْلَ الْكِتٰبِ لَا تَغْلُوْا فِيْ دِيْنِكُمْ	//	77	108
ذٰلِكَ كَفَّارَةُ اَيْمَانِكُمْ اِذَا حَلَفْتُمْ	//	89	119
وَلَا تَسُبُّوا الَّذِيْنَ يَدْعُوْنَ مِنْ دُوْنِ اللّٰهِ	الانعام:6	108	/153/147 157
يٰقَوْمِ اعْبُدُوا اللّٰهَ مَا لَكُمْ مِّنْ اِلٰهٍ غَيْرُه	الاعراف:7	59	109
اِذْ جَعَلَكُمْ خُلَفَاءَ مِنْ بَعْدِ قَوْمِ نُوْحٍ	//	69	158
قَالَ مُوْسٰي لِقَوْمِهِ اسْتَعِيْنُوْا بِاللّٰهِ وَاصْبِرُوْا	//	128	109
ذٰلِكَ بِأَنَّهُمْ شَاقُّوا اللّٰهَ وَرَسُولَهُ وَمَنْ يُشَاقِقْ اللّٰهَ	الانفال:8	13	196
وَاِنِ اسْتَنْصَرُوْكُمْ فِي الدِّيْنِ فَعَلَيْكُمُ النَّصْرُ	//	72	125
اِلَّا الَّذِيْنَ عٰهَدْتُّمْ مِّنَ الْمُشْرِكِيْنَ ثُمَّ لَمْ يَنْقُصُوْكُمْ	التوبۃ:9	4	124
لَا يَرْقُبُوْا فِيْكُمْ اِلًّا وَّلَا ذِمَّةً	//	8	120
قَاتِلُوا الَّذِيْنَ لَا يُؤْمِنُوْنَ بِاللّٰهِ وَلَا بِالْيَوْمِ الْاٰخِرِ	//	29	129
وَمَآ اُمِرُوْٓا اِلَّا لِيَعْبُدُوْٓا اِلٰهًا وَّاحِدًا	//	31	109
مَا كَتَبَ اللّٰهُ لَنَا -----	//	51	12

196	56	//	وَيَحلِفونَ بِاللَّهِ إِنَّهُم لَمِنكُم وَما هُم مِنكُم
197/196	61	//	وَالَّذِينَ يُؤْذُونَ رَسُولَ اللّٰهِ لَهُمْ عَذَابٌ أَلِيمٌ
198/197	63	//	أَلَمْ يَعْلَمُوا أَنَّهُ مَنْ يُحَادِدْ اللّٰهَ وَرَسُولَهُ
198	64تا66	//	يَحذَرُ المُنٰفِقونَ أَن تُنَزَّلَ عَلَيهِم سورَةٌ تُنَبِّئُهُم
36	36	یونس:10	اِنَّ الظَّنَّ لَا يُغْنِيْ مِنَ الْحَقِّ شَيْـًٔا
123	20	الرعد:13	اَلَّذِيْنَ يُوْفُوْنَ بِعَهْدِ اللّٰهِ وَلَا يَنْقُضُوْنَ الْمِيْثَاقَ
126	91	النحل:16	وَاَوْفُوْا بِعَهْدِ اللّٰهِ اِذَا عٰهَدْتُّمْ وَلَا تَنْقُضُوا الْاَيْمَانَ
/125/118 127	34	الاسراء:17	وَاَوْفُوْا بِالْعَهْدِ اِنَّ الْعَهْدَ كَانَ مَسْـُٔوْلًا
35	81	//	وَقُلْ جَاءَ الْحَقُّ وَزَهَقَ الْبَاطِلُ
152	40	الحج:22	اَلَّذِيْنَ اُخْرِجُوْا مِنْ دِيَارِهِمْ بِغَيْرِ حَقٍّ
158 /135	41	//	اَلَّذِيْنَ اِنْ مَّكَّنّٰهُمْ فِي الْاَرْضِ اَقَامُوا الصَّلٰوةَ
123	8	المومنون:23	وَالَّذِيْنَ هُمْ لِاَمٰنٰتِهِمْ وَعَهْدِهِمْ رٰعُوْنَ
199	63	النور:24	لا تَجعَلوا دُعاءَ الرَّسولِ بَينَكُم كَدُعاءِ بَعضِكُم
195	۵۷۔۵۸	الاحزاب:33	إِنَّ الَّذينَ يُؤذونَ اللّٰهَ وَرَسولَهُ لَعَنَهُمُ اللّٰهُ فِي الدُّنيا وَالاخِرَةِ
35	37	الصافات:37	بَلْ جَاءَ بِالْحَقِّ وَصَدَّقَ الْمُرْسَلِيْنَ
149	14،15	الزمر:39	قُلِ اللّٰهَ اَعْبُدُ مُخْلِصًا لَّه دِيْنِيْ
147/14/12	13	الشوریٰ:42	شَرَعَ لَكُمْ مِّنَ الدِّيْنِ مَاوَصّٰى
36	18	الاحقاف:46	اُولٰٓئِكَ الَّذِيْنَ حَقَّ عَلَيْهِمُ الْقَوْلُ

137	1	الفتح:48	إِنَّا فَتَحْنَا لَكَ فَتْحًا مُّبِينًا
175	39	النجم:53	وَأن لّيسَ لِلإِنسَانِ إِلَّا مَا سَعى
107	25	الحديد:57	لَقَدْ اَرْسَلْنَا رُسُلَنَا بِالْبَيِّنٰتِ
149	6	الكافرون:109	لَكُمْ دِيْنُكُمْ وَلِيَ دِيْنِ

فہرست احادیث

حدیث	مصدر	صفحہ نمبر
أَرْبَعٌ مَنْ كُنَّ فِيهِ كَانَ مُنَافِقًا خَالِصًا	صحیح بخاری	125
أَلَا إِنَّ رَبَّكُمْ وَاحِدٌ، أَلَا لَا فَضْلَ لِعَرَبِيٍّ عَلَى عَجَمِيٍّ	مسند احمد	110
إِلَّا شَرْطًا حَرَّمَ حَلَالًا، وَأَحَلَّ حَرَامًا	سنن ابی داود	130
أَلَا لَا يَحِلُّ أَمْوَالُ المعاهِدينَ إِلاَّ بحقّها	سنن ابی داود	171/163
أَلَا مَنْ ظَلَمَ مُعَاهَدًا أَوِ انْتَقَصَهُ أَوْ كَلَّفَهُ فَوْقَ طَاقَتِهِ	سنن ابی داود	/125/118 157
إنّ الله قد أبدَلَكم بهما خَيرًا مِنهما	سنن ابی داود	233/162
إِنَّ دِمَاءَكُمْ وَأَمْوَالَكُمْ وَأَعْرَاضَكُمْ عَلَيْكُمْ حَرَامٌ	صحیح بخاری	171/163
إِنَّ يَهُودَ بَنِي عَوْفٍ أُمَّةٌ مِنَ الْمُؤْمِنِينَ لِلْيَهُودِ	سنن کبری للبیہقی//الاموال	/192/156 234
أَنَا أَحَقُّ مَنْ وَفَّى بِذِمَّتِهِ	سنن کبری للبیہقی	173
إِنَّهُمْ أُمَّةٌ وَاحِدَةٌ دُونَ النَّاسِ	سنن کبری للبیہقی//الاموال	/191/156 234
أَوْفُوا بِحِلْفِ الْجَاهِلِيَّةِ فَإِنَّهُ لَا يَزِيدُهُ يَعْنِي الْإِسْلَامَ الا شِدَّةً	جامع الترمذی	119
أوفُوا بِحِلفِ الجاهِلِيَّة، فَإِنَّ الْإِسْلَامَ لا يَزِدْهُ الا شِدَّةً	مسند احمد	139/126
آيَةُ الْمُنَافِقِ ثَلَاثٌ: إِذَا حَدَّثَ كَذَبَ	صحیح بخاری	124
الْخَلْقُ عِيَالُ اللَّهِ، فَأَحَبُّ الْخَلْقِ إِلَى اللهِ أَنْفَعُهُمْ لِعِيَالِهِ	المعجم الکبیر للطبرانی	110
دِيَةُ المعَاهِدِ نِصفُ دية الحرِّ	سنن ابی داود	171

الدِّينُ النَّصِيحَةُ، لِلَّهِ وَلِرَسُولِهِ وَلِأَئِمَّةِ الْمُسْلِمِينَ وَعَامَّتِهِمْ	صحیح بخاری	193
السَّمْعِ وَالطَّاعَةِ، فِي الْعُسْرِ وَالْيُسْرِ، وَالْمَنْشَطِ وَالْمَكْرَهِ	صحیح مسلم	193
فَأَبْطَلَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللهُ عَلَيهِ وَسَلَّمَ دَمَهَا	سنن ابی داود	200
كُلُّ شَرْطٍ لَيْسَ فِي كِتَابِ اللَّهِ فَهُوَ بَاطِلٌ	سنن ابن ماجہ	130
لَا إِيمَانَ لِمَنْ لَا أَمَانَةَ لَهُ، وَلَا دِينَ لِمَنْ لَا عَهْدَ لَهُ	مسند احمد	124
لَا يُغَيِّرُهُ أُسْقُفٌ مِنْ سِقِّيفَاهُ وَلَا وَاقِفٌ مِنْ وِقِّيفَاهُ	الاموال لابن زنجویہ	/153/151 /160/159 /183/182 /190/184 246/237
لَا يُقْتَلُ المسْلِمُ بالكَافِرِ	صحیح بخاری	168
لِكُلِّ غَادِرٍ لِوَاءٌ يَوْمَ الْقِيَامَةِ	صحیح مسلم	126
لِلْيَهُودِ دِينُهُمْ وَلِلْمسلمِينَ دِينُهُمْ	الاموال لابن زنجویہ	231
لِلْيَهُودِ دِينُهُمْ وَلِلْمُؤْمِنِينَ دِينُهُمْ	الاموال لابن زنجویہ	181/151
مَا أُحِبُّ أَنَّ لِي بِهِ حُمْرَ النَّعَمِ	مسند احمد	127
مَثَلِي وَمَثَلُ الْأَنْبِيَاءِ كَمَثَلِ رَجُلٍ بَنَى بُيْتًا فَأَحْسَنَهُ وَأَجْمَلَهُ	صحیح مسلم	148
مَنْ سَبَّ الْأَنْبِيَاءَ قُتِلَ، وَمَنْ سَبَّ أَصْحَابِي جُلِدَ	مجمع الزوائد ومنبع الفوائد	200
مَنْ سَبَّ نَبِيًّا مِنَ الْأَنْبِيَاءِ فَاقْتُلُوهُ	الفوائد لابی القاسم	201
مَنْ قَتَلَ مُعَاهَدًا فِي غَيْرِ كُنْهِهِ حَرَّمَ اللَّهُ عَلَيْهِ الْجَنَّةَ	سنن ابی داود	167
مَنْ قَتَلَ مُعَاهَدًا لَمْ يَرِحْ رَائِحَةَ الْجَنَّةِ	صحیح بخاری	/166/156

		192/185
من قتل نفسا معاهدالم يرح رائحة الجنة	صحیح بخاری	234/232
من لكعب بن الأشرف فإنه قد آذى الله ورسوله	صحیح بخاری	199
مَنْ يَكْفِينِي عَدُوِّي	المصنف لعبدالرزاق	206
وَأَنَّ بَيْنَكم النُّصْحَ وَالنَّصِيحَةَ	الاموال لابن زنجویہ	/186/158 236/193
وَلَوْ أُدْعَى بِهِ فِي الْإِسْلَامِ لَأَجَبْتُ	سنن کبری للبیہقی	140
ومَن كان على نَصرانيَّتِه أويَهوديَّته فإنَّه لا يُفتَنُ عَنها	سنن کبری للبیہقی	231/150

فہرست اعلام

نمبر شمار	اعلام	صفحہ نمبر
1.	ابو ثور	169
2.	اسحاق بن راہویہ	169
3.	اشہب	207
4.	الاوزاعی	209
5.	آرائے جرمی	90
6.	آرائے گومز	90
7.	بینود بہاری چوہدری	90
8.	چندر بالا گور	90
9.	چوہدری چندو لعل ایڈووکیٹ	90
10.	سالمنڈ	5
11.	سفیان بن سعید	209
12.	سموئیل	215
13.	سی ای گبن	90
14.	عبداللہ بن عبدالحکم	207
15.	عمرو بن شعیب	170
16.	کامنی کمار دتہ	93
17.	کرپال داس سریومال	93

93	کمار داس بسنت	.18
93	کمار دت بھوپندرا	.19
93	لالہ کوٹورام	.20
207	مالک بن انس بن مالک	.21
207	محمد بن جریر	.22
215	ملاکی	.23
93	ورندرا ناتھ دتہ	.24
6	وشکی	.25
214	یسع	.26

فہرست اماکن

نمبر شمار	بلاد	صفحہ نمبر
1.	اشجع	131
2.	پٹھان کوٹ	26
3.	جہینہ	131
4.	سہارنپور	26
5.	غفار	131
6.	کیلاش	116
7.	گرداسپور	26
8.	مدلج	131

مصادر و مراجع

القرآن

کتاب مقدس، پرانا اور نیا عہد نامہ، بائبل سوسائٹی انار کلی بازار، لاہور، 2004

عربی کتب

1. آثار الحرب، وہبہ الزحیلی، سنۃ الاصدار، طبعۃ الخامسۃ دار الفکر، دمشق، 2012ء
2. الاجتہاد و دور الفقہ فی حل المشکلات، مصطفیٰ احمد زرقاء، الدراسات الاسلامیہ اسلام آباد، اکتوبر، دسمبر، 1995ء
3. الاحکام السلطانیۃ، ابو الحسن علی بن محمد بن محمد بن حبیب البصری البغدادی، الشہیر بالماوردی (المتوفی: 450ھ)، دار الحدیث –القاہرۃ
4. احکام القرآن، احمد بن علی ابو بکر الرازی الجصاص الحنفی (المتوفی: 370ھ)، المحقق: محمد صادق القمحاوی - عضو لجنۃ مراجعۃ المصاحف بالازہر الشریف، دار احیاء التراث العربی –بیروت، تاریخ الطبع: 1405ھ
5. احکام اہل الذمۃ، محمد بن ابی بکر بن ایوب ابن قیم الجوزیۃ ابو عبد اللہ، المحقق: یوسف بن احمد البکری ابو براء - احمد بن توفیق العاروری ابو احمد، رمادی للنشر –الدمام، سنۃ النشر: 1418ھ – 1997ء
6. الاسلام والمعاہدات الدولیۃ، عفیفی، محمد الصادق، مکان النشر والناشر، القاہرۃ، المکتبۃ الانجلو المصریۃ، 1985ء
7. الباری، شرح صحیح البخاری، ابن حجر، احمد بن علی بن محمد العسقلانی، دار المعرفۃ، بیروت، 1379ھ
8. البحر الرائق شرح کنز الدقائق، زین الدین بن ابراہیم بن محمد، المعروف بابن نجیم المصری، دار الکتاب الاسلامی، الطبعۃ الثانیۃ- بدون تاریخ
9. بدائع الصنائع فی ترتیب الشرائع، علاء الدین، ابو بکر بن مسعود بن احمد الکاسانی الحنفی (المتوفی: 587ھ)، دار الکتب العلمیۃ، الطبعۃ: الثانیۃ، 1406ھ - 1986م
10. بذل المجہود فی حل سنن ابی داود، الشیخ خلیل احمد السہارنفوری (المتوفی: 1346ھ)، اعتنی بہ وعلق علیہ: الاستاذ الدکتور تقی الدین الندوی، مرکز الشیخ ابی الحسن الندوی للبحوث والدراسات الاسلامیۃ، الہند، الطبعۃ: الاولی، 1427ھ - 2006م
11. تاریخ الامم والمملوک، محمد بن جریر، الطبری، بیروت، لبنان (س ن)

12. تاریخ التمدن الاسلامی، جرجی زیدان، مطبوعۃ الہلال، مصر 1902ء

13. تاریخ الرسل والملوک، وصلۃ تاریخ الطبری، محمد بن جریر بن یزید بن کثیر بن غالب الآملی، ابو جعفر الطبری، دار التراث – بیروت الطبعۃ: الثانیۃ- 1387ھ

14. تاریخ المدینۃ لابن شبۃ، عمر بن شبۃ (واسمہ زید) بن عبیدۃ بن ریطۃ النمیری البصری، ابو زید، حققہ: فہیم محمد شلتوت، عام النشر: 1399ھ

15. تاریخ مصر، احمد بن علی، المقریزی، مکتبہ المقفی الکبیر، القاہرہ، مصر (س ن)

16. تبصرۃ الحکام فی اصول الاقضیۃ و مناہج الاحکام، ابن فرحون المالکی - تعلیق الشیخ جمال مرعشلی، دار الکتب العلمیۃ، الطبعۃ الاولی، سنۃ 1416ھ، 1995ء

17. التشریع الجنائی الاسلامی مقارناً بالقانون الوضعی، عبد القادر عودۃ، ، دار الکاتب العربی، بیروت

18. التعلیقات الحسان: ابو عبد الرحمٰن محمد ناصر الدین، بن الحاج نوح بن نجاتی بن آدم، الاشقودری الالبانی (المتوفی: 1420ھ)، دار باوزیر للنشر والتوزیع، جدۃ- المملکۃ العربیۃ السعودیۃ، الطبعۃ: الاولی، 1424ھ- 2003م

19. تفسیر القرآن الحکیم (تفسیر المنار)، محمد رشید بن علی رضا بن محمد شمس الدین بن محمد بہاء الدین بن منلا علی خلیفۃ القلمونی الحسینی (المتوفی: 1354ھ)، الہیئۃ المصریۃ العامۃ للکتاب، سنۃ النشر: 1990م

20. تہذیب الاخلاق، منشی فضل الدین، مصطفائی پریس، لاہور (س ن)

21. جامع البیان عن تأویل آی القرآن، محمد بن جریر بن یزید بن کثیر بن غالب الآملی، ابو جعفر الطبری (المتوفی: 310ھ) تحقیق: الدکتور عبد اللہ بن عبد المحسن الترکی، بالتعاون مع مرکز البحوث والدراسات الاسلامیۃ بدار ہجر الدکتور عبد السند حسن یمامۃ، دار ہجر للطباعۃ والنشر والتوزیع والاعلان، الطبعۃ الاولی، 1422ھ- 2001م

22. جامع الترمذی، محمد بن عیسیٰ بن سَورۃ بن موسیٰ بن الضحاک، الترمذی، ابو عیسیٰ (المتوفی: 279ھ) المحقق: بشار عواد معروف، دار الغرب الاسلامی – بیروت، سنۃ النشر: 1998م

23. الجامع لاحکام القرآن = تفسیر القرطبی، ابو عبد اللہ محمد بن احمد بن ابی بکر بن فرح الانصاری الخزرجی شمس الدین القرطبی (المتوفی: 671ھ)، تحقیق: احمد البردونی وابراہیم اطفیش، دار الکتب المصریۃ – القاہرۃ، الطبعۃ: الثانیۃ، 1384ھ، 1964م

24. الجامع لعلوم الامام احمد – الفقہ، ابو عبد اللہ احمد بن حنبل، خالد الرباط، سید عزت عید [بمشارکۃ الباحثین بدار الفلاح]، دار الفلاح للبحث العلمی و تحقیق التراث، الفیوم جمہوریۃ مصر العربیۃ، الطبعۃ: الاولی، 1430 ھ - 2009 م

25. حجۃ البالغۃ، شاہ ولی اللہ، دہلوی، نور محمد کارخانہ کتب، کراچی، پاکستان (س ن)

26. الخراج، ابو یوسف یعقوب بن ابراہیم بن حبیب بن سعد بن حبتۃ الانصاری (المتوفی : 182ھ)، المکتبۃ الازہریۃ للتراث، تحقیق: طہ عبد الرءوف سعد، سعد حسن محمد، طبعۃ جدیدۃ مضبوطۃ- محققۃ ومفہرسۃ دار الکتب المصریۃ– القاہرۃ، الطبعۃ الثانیۃ، 1384ھ- 1964م

27. رد المحتار علی الدر المختار، ابن عابدین، محمد امین بن عمر بن عبد العزیز عابدین الدمشقی الحنفی (المتوفی: 1252ھ)، دار الفکر- بیروت، الطبعۃ الثانیۃ، 1412ھ - 1992م

28. روح البیان، اسماعیل حقی بن مصطفیٰ الاستانبولی الحنفی الخلوتی، المولی ابو الفداء، دار الفکر، بیروت (س ن)

29. الروض الانف فی شرح السیرۃ النبویۃ لابن ہشام ومعہ السیرۃ النبویۃ لابن ہشام ، شرح الامام المحدث عبد الرحمٰن السہیلی رحمہ اللہ، تحقیق و تعلیق و شرح: الشیخ عبد الرحمٰن الوکیل- طبعۃ دار الکتب الاسلامیۃ، سنۃ الطبع، 1967م

30. زاد المسیر فی علم التفسیر، ابن جوزی، مکتبۃ السلامیۃ، بیروت، لبنان، 1404ھ

31. سبل الھدی والرشاد فی سیرۃ خیر ، محمد بن یوسف، الشامی، المحقق: مصطفیٰ عبد الواحد، المجلس الاعلی للشؤن الاسلامیۃ، سنۃ النشر: 1418 – 1997

32. سنن ابن ماجہ ت الارنؤوط، ابو عبد اللہ محمد بن یزید القزوینی (المتوفی: 273ھ)، المحقق: شعیب الارنؤوط- عادل مرشد - محمَّد کامل قرہ بللی - عَبد اللّطیف حرز اللہ، دار الرسالۃ العالمیۃ، الطبعۃ: الاولی، 1430 ھ - 2009م

33. سنن ابی داود، سلیمان بن اشعث السجستانی، السنن، کتاب الخراج والامارۃ، مافی تعشیر اہل الذمۃ، الناشر المکتبۃ العصریۃ، صیدا- بیروت (س ن)

34. سنن الدر قطنی، علی بن عمر الدار قطنی ابو الحسن، المحقق: عادل احمد عبد الموجود- علی محمد معوض، دار المعرفۃ، سنۃ النشر: 1422-2001ء

35. سنن کبری، احمد بن الحسین بن علی بن موسی، الخراسانی، ابو بکر البیہقی (المتوفی: 458ھ)، المحقق: محمد عبد القادر عطا، دار الکتب العلمیۃ، بیروت –لبنات، الطبعۃ الثالثۃ، 1424ھ 2003م

36. السیرۃ النبویۃ (من البدایۃ والنہایۃ لابن کثیر)،ابو الفداء اسماعیل بن عمر بن کثیر القرشی الدمشقی (المتوفی: 774ھ) تحقیق: مصطفیٰ عبد الواحد، دار المعرفۃ للطباعۃ والنشر والتوزیع بیروت – لبنان، عام النشر: 1395 ھ - 1976م

37. شرح السیر الکبیر، محمد بن احمد بن ابی سہل شمس الائمۃ السرخسی (المتوفی: 483ھ) الشرکۃ الشرقیۃ للاعلانات، الطبعۃ: بدون طبعۃ، تاریخ النشر: 1971م

38. شرح فتح القدیر علی الہدایۃ شرح بدایۃ المبتدی، محمد بن عبد الواحد السیواسی السکندری کمال الدین ابن الہمام - احمد بن قودر قاضی زادہ، المحقق: عبد الرزاق غالب المہدی، دار الکتب العلمیۃ، سنۃ النشر: 1424 – 2003ء

39. الشفا بتعریف حقوق المصطفیٰ، عیاض بن موسی بن عیاض بن عمرون الیحصبی السبتی، ابو الفضل (المتوفی: 544ھ) دار الفیحاء – عمان، الطبعۃ الثانیۃ – 1407ھ

40. الصارم المسلول علی شاتم الرسول، تقی الدین ابو العباس احمد بن عبد الحلیم بن عبد السلام بن عبد اللہ بن ابی القاسم بن محمد ابن تیمیۃ الحرانی الحنبلی الدمشقی، المحقق: محمد محی الدین عبد الحمید، الناشر، الحرس الوطنی السعودی، المملکۃ العربیۃ السعودیۃ (س ن)

41. صَحِیحُ التَّرْغِیب وَالتَّرْہِیب، محمد ناصر الدین الالبانی، مکتَبۃ المَعارف لِلنَشْرِ والتوزیْع، الریاض - المملکۃ العربیۃ السعودیۃ، الطبعۃ: الاولی، 1421ھ

42. صحیح الجامع الصغیر وزیاداتہ، ابو عبد الرحمٰن محمد ناصر الدین، بن الحاج نوح بن نجاتی بن آدم، الاشقودری الالبانی (المتوفی: 1420ھ)، المکتب الاسلامی (س ن)

43. صحیح بخاری، محمد بن اسماعیل، الناشر، دار طوق النجاۃ، ط، الاوُلی، 1422ھ

44. صحیح مسلم، مسلم بن الحجاج ابو الحسن القشیری النیسابوری (المتوفی: 261ھ)، المحقق: محمد فؤاد عبد الباقی، دار احیاء التراث العربی – بیروت (س ن)

45. الصلۃ، ابن بشکوال، المحقق: ابراہیم الابیاری، سنۃ النشر: 1410 – 1989

46. الطبقات الکبری، ابو عبد اللہ محمد بن سعد بن منیع الہاشمی بالولاء، البصری، البغدادی المعروف بابن سعد (المتوفی: 230ھ) تحقیق: محمد عبد القادر عطا، دار الکتب العلمیۃ – بیروت، الطبعۃ: الاولی، 1410 ھ- 1990م

47. الطبقات الکبری ، محمد بن سعد بن منیع الزہری، المحقق: علی محمد عمر، مکتبۃ الخانجی سنۃ النشر، 1421 - 2001ء

48. الطعیمات، ہانی سلیمان، حقوق الانسان وحریۃ الاسیاسیۃ، ط-1، عمان، دار الشرق، طبع 2001

49. عمدۃ القاری شرح صحیح البخاری، امام العلامۃ بدر الدین ابی محمد محمود بن احمد العینی، دار احیاء التراث العربی – بیروت

50. فتح الباری شرح صحیح البخاری، احمد بن علی بن حجر ابو الفضل العسقلانی الشافعی، دار المعرفۃ- بیروت، 1379ھ

51. فتوح البلدان، احمد بن یحیٰی بن جابر بن داود البَلَاذُری (المتوفی: 279ھ)، دار ومکتبۃ الہلال- بیروت، عام النشر، 1988

52. الفقہ الاسلامی وادلتہ، وہبۃ الزحیلی، دار الفکر، دمشق، شام، 1999ء

53. فلسفہ التشریع، صبحی محمصانی، دار العلم للملایین، طبعہ ثالث، 1308ھ، 1961ء

54. الفوائد، ابو القاسم تمام بن محمد بن عبد اللہ بن جعفر بن عبد اللہ بن الجنید البجلی الرازی ثم الدمشقی، المحقق: حمدی عبد المجید السّلفی، الناشر، مکتبۃ الرشد، الریاض، الطبعۃ: الاولی، 1412

55. القانون الدولی العام، ابوہیف، علی صادق، مؤسسۃ المعارف للطباعۃ والنشر، 2001

56. الکامل فی التاریخ (ط. العلمیۃ)، علی بن محمد بن محمد ابن الاثیر الجزری عز الدین ابو الحسن، المحقق: ابو الفداء عبد اللہ القاضی، دار الکتب العلمیۃ، سنۃ النشر: 1407 – 1987

57. کتاب الاموال، ابو عُبید القاسم بن سلّام بن عبد اللہ الہروی البغدادی (المتوفی: 224ھ)، المحقق: خلیل محمد ہراس، دار الفکر، بیروت (س ن)

58. الکشاف عن حقائق غوامض التنزیل، ابو القاسم محمود بن عمرو بن احمد، الزمخشری جار اللہ، دار الکتاب العربی – بیروت الطبعۃ الثالثۃ- 1407ھ-

59. مجمع الزوائد ومنبع الفوائد، ابو الحسن نور الدین علی بن ابی بکر بن سلیمان الہیثمی، المحقق: حسام الدین القدسی، مکتبۃ القدسی، القاہرۃ، عام النشر: 1414ھ، 1994م

60. مجموعۃ الوثائق السیاسیۃ للعہد النبوی والخلافۃ الراشدۃ، محمد حمید اللہ الحیدرآبادی الہندی (المتوفی: 1424ھ)، دار النفائس–بیروت، الطبعۃ: السادسۃ– 1407

61. المحبر، محمد بن حبیب بن امیہ، الناشر دار آفاق، الجدیدۃ، بیروت (س ن)

62. المدخل الفقہی العالم، مصطفیٰ زرقا، الناشر دار العلم للطباعۃ والنشر والتوزیع، 2004

63. المدخل الی القانون الدولی العام وقت السلم، شکری، محمد عزیز، دار الفکر، دمشق، 1983

64. مدخل الی الحوار الاسلامی المسیحی، یوسف درۃ الحداد، اگست 2004ء، غیر مطبوع،

65. المستصفی من علم الاصول، ابو حامد الغزالی، المحقق: حمزۃ بن زہیر حافظ، شرکۃ المدینۃ المنورۃ للطباعۃ

66. مسند احمد، ابو عبد اللہ احمد بن محمد بن حنبل بن ہلال بن اسد الشیبانی (المتوفی: 241ھ) المحقق: شعیب الارنؤوط - عادل مرشد، وآخرون، اشراف: د عبد اللہ بن عبد المحسن الترکی، مؤسسۃ الرسالۃ، الطبعۃ: الاولی، 1421ھ - 2001م

67. مصادر الحق فی الفقہ الاسلامی، عبدرزاق السنہوری، مکتبہ الحلبی العقوقیہ، بیروت، لبنان (س ن)

68. المصنف، ابو بکر، عبد الرزاق بن ہمام بن نافع، الصنعانی (المتوفی: 211ھ)، المحقق: حبیب الرحمٰن الاعظمی، المجلس العلمی، الہند، یطلب من المکتب الاسلامی —بیروت، الطبعۃ الثانیۃ، 1403

69. معالم التنزیل فی تفسیر القرآن = تفسیر البغوی، محیی السنۃ، ابو محمد الحسین بن مسعود بن محمد بن الفراء البغوی الشافعی (المتوفی: 510 ھ)، المحقق: عبد الرزاق المہدی، دار احیاء التراث العربی —بیروت، الطبعۃ: الاولی، 1420ھ

70. معالم السنن، (الطباخ)، ابو سلیمان الخطابی، المحقق: محمد راغب الطباخ، حالۃ الفہرسۃ: مفہرس علی العناوین الرئیسیۃ، المطبعۃ- حلب، سنۃ النشر: 1351ھ - 1932م

71. معجم البلدان، یاقوت بن عبد اللہ الحموی الرومی البغدادی شہاب الدین ابو عبد اللہ، الناشر، دار صادر، سنۃ النشر، 1993، 1397ء

72. مغنی المحتاج الی معرفۃ معانی الفاظ المنہاج، شمس الدین، محمد بن احمد الخطیب الشربینی الشافعی (المتوفی: 977ھ)، دار الکتب العلمیۃ، الطبعۃ: الاولی، 1415ھ - 1994م

73. المغنی لابن قدامہ، ابو محمد موفق الدین عبد اللہ بن احمد بن محمد بن قدامہ الجماعیلی المقدسی ثم الدمشقی الحنبلی، الشہیر بابن قدامۃ المقدسی (المتوفی: 620ھ)، مکتبۃ القاہرۃ، تاریخ النشر: 1388ھ - 1968م

74. مفاتیح الغیب = التفسیر الکبیر، ابو عبد اللہ محمد بن عمر بن الحسن بن الحسین التیمی الرازی الملقب بفخر الدین الرازی خطیب الری (المتوفی: 606ھ) دار احیاء التراث العربی —بیروت (س ن)

75. منار القاری شرح مختصر صحیح البخاری، حمزۃ محمد قاسم، راجعہ: الشیخ عبد القادر الارناؤوط، تصحیح ونشر: بشیر محمد عیون، مکتبۃ دار البیان، دمشق 1990م

76. منتخب التواریخ، عبد القادر بن ملوک شاہبداونی، نشر، انجمن آثار و مفاخر فرہنگی، تہران: 1379ھ

77. موسوعۃ العلامۃ الامام مجدد العصر محمد ناصر الدین الالبانی «موسوعۃ تحتوی علی اکثر من (50) عملاً ودراسۃ حول العلامۃ الالبانی وتراثہ الخالد»، ابو عبد الرحمٰن محمد ناصر الدین، بن الحاج نوح بن نجاتی بن آدم، الاشقودری الالبانی (المتوفی: 1420ھ)، مرکز النعمان للبحوث والدراسات الاسلامیۃ وتحقیق التراث والترجمۃ، صنعاء – الیمن، الطبعۃ: الاولی، 1431ھ - 2010م

78. الموَطا، امام مالک، مالک بن انس بن مالک بن عامر الاصبحی المدنی (المتوفی: 179ھ)، المحقق: بشار عواد معروف۔، محمود خلیل، مؤسسۃ الرسالۃ سنۃ النشر: 1412ھ، دار الحدیث –القاہرۃ

79. نہایۃ المحتاج الی شرح المنہاج، شمس الدین محمد بن ابی العباس احمد بن حمزۃ شہاب الدین الرملی (المتوفی: 1004ھ-)، دار الفکر، بیروت، 1404ھ

80. الہدایۃ فی شرح بدایۃ المبتدی، علی بن ابی بکر بن عبد الجلیل الفرغانی المرغینانی، ابو الحسن برہان الدین (المتوفی: 593ھ)، المحقق: طلال یوسف، دار احیاء التراث العربی - بیروت –لبنان (س ن)

کتب لغات

1. اردو معارف اسلامیہ، دانش گاہ پنجاب، لاہور، 1971ء،

2. تاج العروس من جواہر القاموس، محمّد بن محمّد بن عبدالرزّاق الحسینی، ابوالفیض، الملقّب بمرتضی، الزَّبیدی (المتوفی: 1205ھ)، الناشر، دار الہدایۃ (س ن)

3. علمی اردو لغت، وارث سرہندی، علمی کتب خانہ، لاہور، پاکستان، 1983ء

4. فرہنگِ آصفیہ، سید احمد دہلوی، مطبوعہ، اسلامیہ پریس، لاہور، جنوری 1898ء،

5. فرہنگ جامع، ڈاکٹر سید علی رضا نقوی، نیشنل بک فاونڈیشن، اسلام آباد، پاکستان، 1994ء

6. القاموس الاصلاحی، وحید الزماں کرانوی، مطبوعہ، دارالاشاعت، اردو بازار، کراچی (س ن)

7. قاموس القرآن، اواصلاح الوجوہ والنظائر فی القرآن الکریم، الحسین بن محمد الدمغانی، مکتبہ دار العلم للملایین، 1983ء

8. قاموس المحیط، محمد بن یعقوب، فیروز آبادی، دار الکتب العلمیۃ، بیروت، لبنان، 1415ھ، 1995ء

9. مختار الصحاح، محمد بن ابو بکر الرازی، (مترجم عبد الرزاق) مطبوعہ، دار الاشاعت، اردو بازار، کراچی، 2003،

10. المعجم الوسیط، ابراہیم انیس، طبع دار الدعوی (س ن)

11. معجم لغۃالفقہاء، محمد رواس قلعجی ، حامد صادق قنیبی، دار النفائس للطباعۃ والنشر والتوزیع، الطبعۃالثانیۃ، 1408ھ،1988م

12. المفردات فی غریب القرآن ، حسین بن محمد،راغب اصفہانی، دارالقلم الدار الشامیہ، دمشق، بیروت لبنان،2010ء

13. المنجد، لوئیس معلوف، مجلس علم ودانش، کراچی پاکستان (س ن)

14. المورد، روحی، البعلبکی، دار العلم للملایین، بیروت، لبنان، ۲۰۰1ء

رسائل وجرائد

1. " فتح "، ہفت روزہ، نئ دہلی

2. " آج" سہ ماہی، لاہور

3. "الحق" اکوڑہ خٹک

4. بوئے گل نالۂ دل دود چراغ محفل، شورش کاشمیری، مطبوعات چٹان لمیٹڈ،88 میکلوڈ روڈ، لاہور

5. پی ایل ڈی، لاہور، 199ء

6. جریدہ پاکستان، لاہور

7. دی ہیڈ آف احمدیہ موومنٹ، سر ظفراللہ، لندن

8. رپورٹ قانون سازاسمبلی

9. روز نامہ پاکستان

10. روز نامہ جنگ، لندن، لندن

11. روز نامہ جنگ، لاہور

12. روز نامہ جتھیدار، (گورمکھی) جالندھر

13. روز نامہ جنگ، کراچی

14. روز نامہ خبریں، اسلام آباد

15. روز نامہ نوائے وقت لاہور

16. زندگی, لاہور

17. ساچی ساکھی، (گورمکھی)، سردار کپور سنگھ

18. سول اینڈ ملٹری گزٹ

19. صوت الاسلام، فیصل آباد

20. عالم اسلام اور عیسائیت، انسٹی ٹیوٹ آف پالیسی سٹڈیز، اسلام آباد

21. قلم تلوار، ہفت روزہ، لاہور

22. قومی ڈائجسٹ، لاہور

23. ماہنامہ پریت لڑی (گورمکھی)، چندی گڑھ

24. ماہنامہ سنت سپاہی (گورمکھی)، امرتسر، لاہور

25. ماہنامہ محدث، لاہور

26. المذاہب، لاہور

27. نعت، لاہور

اردو کتب

1. ارشادات جناح، مفتی غلام جعفر، شاہد بک ڈپو، چوبرجی سنٹر ملتان روڈ لاہور، پاکستان (س ن)

2. اسرار خودی، ڈاکٹر علامہ محمد اقبال، نیشنل بک فاؤنڈیشن، اسلام آباد (س ن)

3. افادات محمد علی، تصحیح وترمیمی ترتیب: رئیس احمد جعفری، محل اشاعت، حیدر آباد (س ن)

4. اقبال کا فلسفۂ خودی (بنیادی تصورات)، محمد عثمان، شاہین بکڈپو، دہلی، 1983ء

5. اقبال کے آخری دو سال، ڈاکٹر عاشق حسین بٹالوی، اقبال اکیڈمی، کراچی، 1961ء

6. امام ابو حنیفہ کی تدوین قانون اسلامی، ڈاکٹر محمد حمید اللہ، اردو اکیڈمی کراچی، پاکستان (س ن)

7. آئین اسلامی جمہوریہ پاکستان 1973، زاہد حسین انجم، منصور بک ہاوس، لاہور، 2000ء

8. آئین اسلامی جمہوریہ پاکستان 1973، صفدر حیات صفدر، نیو بک پیلس اردو بازار، لاہور (س ن)

9. بنیادی حقوق، صلاح الدین، ادارہ ترجمان القرآن، لاہور، ط، 2، 1978ء

10. بین الاقوامی تعلقات، وہبہ الزحیلی، ناشر، بین الاقوامی یونیورسٹی اسلام آباد، اوّل اشاعت (س ن)

11. پاکستان اور اقلیتیں، احمد سلیم، مکتبہ دانیال، وکٹوریہ چیمبرز 2، عبداللہ ہارون روڈ، کراچی، ۲۰۰۰ء

12. پاکستان بنانے کا مقصد (افکار اقبال و قائد اعظم کی روشنی میں)، حکیم سید محمود احمد سرو سہار نپوری (س ن)

13. پاکستان تصور سے حقیقت تک، تالیف و ترجمہ، ڈاکٹر غلام حسین ذوالفقار، بزم اقبال کلب روڈ، لاہور (س ن)

14. پاکستان کا تاریخی انسائیکلوپیڈیا، زاہد حسین انجم، شیخ غلام علی اینڈ سنز، لاہور (س ن)

15. پاکستان کے انتخابات میں مذہبی اقلیتیں، چرچ ورلڈ سروس، پاکستان/افغانستان (س ن)

16. پاکستان میں مخلوط اور جداگانہ انتخاب کی سیاست، احمد سلیم، دوست پبلیکیشنز، اسلام آباد (س ن)

17. پاکستان میں نظام اسلام کے نفاذ کی کوشش، پروفیسر زکریا ساجد، جدید بک ڈپو، لاہور، 1987ء

18. پاکستانی اقلیتیں، انجم صحرائی، ادارہ تعارف ملتان، جی پی او بکس نمبر 493

19. پس چہ بائد کرد مع مسافر، ڈاکٹر محمد اقبال، ترجمہ یوسف سلیم چشتی، عشرت پبلشنگ ہاوس، لاہور، 1957

20. پنجاب اسمبلی سیکرٹریٹ کی طرف سے ممبران اسمبلی پر مشتمل کتابچہ، 1987ء، لاہور

21. پیغمبر اعظم وآخر، ڈاکٹر نصیر احمد ناصر، فیروز سنز لمیٹڈ، لاہور، 1978ء

22. تاریخ احمدیت، دوست محمد شاہد، ادارہ المصنّفین، ربوہ، 1967ء

23. تاریخ آئین پاکستان 1909ء تا 1973، ایم۔اے ملک، پی ایل ڈی پبلیشرز، لاہور، 1991ء

24. تاریخ پاکستان 1947ء تا حال، زاہد حسین انجم، نیو بک پیلس، اردو بازار، لاہور (س ن)

25. تاریخ دعوت و عزیمت، سید ابوالحسن ندوی، مجلس نشریات اسلام، کراچی، 1983ء

26. تاریخ فقہ اسلامی، محمد الحضری، (مترجم مولانا عبدالسلام ندوی) اعظم گڑھ دار المصنّفین 1961ء

27. تاریخ نفاذ حدود، شاہتاز، نور احمد، ڈاکٹر، فضلی سنز، پرائیوٹ لمیٹڈ، اردو بازار کراچی (س ن)

28. تفہیم القرآن، ابوالاعلیٰ مودودی، ادارہ ترجمان القرآن پرائیویٹ لمٹیڈ لاہور (س ن)

29. تقابل ادیان، پروفیسر مولانا محمد یوسف خان، بیت العلوم، 20 نابھہ روڈ، پرانی انارکلی، لاہور (س ن)

30. التنبیہ والاشراف، ابوالحسن بن علی بن حسین، مسعودی، مترجم، مولانا عبداللہ، العمادی، ناشر قرطاس، فلیٹ نمبر، A-15، گلشن امین ٹاور، گلستان جوہر، بلاک 15، کراچی (س ن)

31. تہذیب الاخلاق، منشی فضل الدین، مصطفائی پریس، لاہور (س ن)

32. جب پاکستان بن رہا تھا، رفیق غوری، مکتبہ انجم، لاہور، 1982ء

33. جدید اسلامی ریاست میں قانون سازی اور مسائل، امین احسن اصلاحی، ترتیب: محمد رفیع مفتی، دارالتذکیر، رحمان مارکیٹ، غزنی سٹریٹ، اردو بازار، لاہور (س ن)

34. جدید حکومتیں، سرور محمد، علمی کتب خانہ اردو بازار، لاہور، 1987ء

35. جدید ہندوستان کے معمار، مرتبہ انڈین کونسل آف ہسٹاریکل ریسرچ، اردو ترجمہ احمد، ترقی اردو بورڈ نئی دہلی، 1979ء

36. حالات قائداعظم محمد علی جناح، خالد اختر افغانی، علمیہ بک ڈپو، 1946ء

37. حجۃ البالغۃ، شاہ ولی اللہ، دہلوی، نور محمد کارخانہ کتب، کراچی، پاکستان (س ن)

38. حیات محمد صلی اللہ علیہ وسلم، محمد حسین ہیکل، علم و عرفان پبلیشرز لاہور، 1999ء، مترجم: ابو یحیٰ، امام خان (س ن)

39. خطبات بہاولپور، ڈاکٹر محمد حمیداللہ، ادارہ تحقیقاتِ اسلامی، الجامعۃ الاسلامیۃ العالمیۃ، اسلام آباد، پاکستان، 2007ء

40. دساتیر پاکستان کی اسلامی دفعات، ڈاکٹر شہزاد اقبال شام، ناشر، شریعہ اکیڈمی، بین الاقوامی اسلامی یونیورسٹی اسلام آباد، 2011ء

41. رسولِ اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی عسکری و سیاسی زندگی میں صلح حدیبیہ کا کردار، محمد طیب خان، مقالہ پی، ایچ، ڈی، وفاقی اردو یونیورسٹی فنون، سائنس و ٹیکنالوجی، کراچی، ۲۰۱۰ء

42. رسول اکرم کی سیاسی زندگی، ڈاکٹر محمد حمیداللہ، دارالاشاعت کراچی 1988ء

43. رواداری اور پاکستان، صدیق شاہ بخاری، علم و عرفان پبلشرز، لاہور، پاکستان (س ن)

44. السیاسۃ الشرعیۃ، ابن تیمیہ، اردو ترجمہ، حکمران بیوروکریسی اور عوام، دائرہ نور القرآن، شاپ نمبر 8، وقاص سینٹر، محمد بن قاسم روڈ نزد اردو بازار، کراچی، 1428ء

45. سیرت محمد علی، رئیس احمد جعفری، مکتبہ جامعہ ملیہ اسلامیہ، دہلی، 1932ء

46. صلاح الدین ایوبی، قاضی عبدالستار، وحید بک سینٹر، لاہور، پاکستان، 1998

47. عصر حاضر اور اسلام کا نظام قانون، ڈاکٹر محمد امین، مطبوعہ ادارہ ترجمان القرآن، لاہور، طبع اول، ۱۹۸۹

48. عہد نبوی میں نظام حکمرانی، ڈاکٹر محمد حمیداللہ، ناشر اردو اکیڈمی، سندھ، کراچی (س ن)

49. فقہ اسلامی کا تاریخی پس منظر، محمد تقی امینی، اسلامک پبلی کیشنز 1986ء

50. فلسفہ شریعت اسلام، ڈاکٹر صبحی محمصانی، مترجم: مولوی محمد احمد رضا، مطبوعہ مجلس ترقی ادب، لاہور (س ن)

51. فلسفہ شریعت اسلام، صبحی محمصانی (مترجم مولوی محمد احمد رضوی) مجلس ترقی ادب، لاہور، 1999ء

52. قائد اعظم محمد علی جناح ادیبوں کی نظر میں، شیما مجید، قائد اعظم اکیڈمی، کراچی، 1993ء

53. قائد اعظم محمد علی جناح، محمد علی صدیقی، قائد اعظم اکیڈمی، کراچی، 1999ء

54. قرآن کی چار بنیادی اصطلاحیں، مودودی، اسلامک پبلیکیشنز (پرائیوٹ) لمیٹڈ، 13۔ ای شاہ عالم مارکیٹ، لاہور (س ن)

55. کنسٹیوشنل فاونڈیشن آف پاکستان، ڈاکٹر صفدر محمود، جنگ پبلشر (س ن)
56. محمد رسول اللہ، حمیداللہ، شریعہ اکیڈمی، بین الاقوامی اسلامی یونیورسٹی، اسلام آباد، پاکستان (س ن)
57. محمد علی ذاتی ڈائری، ناشر، دارالمصنّفین، اعظم گڑھ، 1956ء
58. مدنیات پاکستان، عبدالحمید مجاہد، رشید اینڈ سنز اردو بازار، کراچی (س ن)
59. مذاہب عالم کا تقابلی مطالعہ، پروفیسر غلام رسول، علمی کتب خانہ، لاہور، 1983ء
60. مذہب اور تجدید مذہب، پروفیسر عبدالحمید صدیقی، ناشر: البدر پبلی کیشنز۔ 40۔ بی، اُردو بازار لاہور (س ن)
61. ملت کا پاسباں، کرم حیدری، قائداعظم اکیڈمی، کراچی، 1981ء
62. ہندو مسلم اتحاد پر کھلا خط مہاتما گاندھی کے نام، مولانا محمد عبدالقدیر، بحوالہ: اوراق کم گشتہ، رئیس احمد جعفری، مطبوعہ، لاہور، 1928ء
63. یہ دیس ہمارا ہے، فادر فرانس ندیم، ہم آہنگ پبلیکیشنز، سینٹ میریز چرچ، 7،ٹی گلبرگ 11 لاہور، پاکستان، ستمبر 1997

ENGLISH BOOKS

1. A Dictionary of Law, L.B. Cerzon, Mc Donald and Evans, 1979
2. A Gramar of Politics, Laski, H.J, Georgy Allen Union Ltd, London, 1970
3. A Journey to Pakistan, Islamabad 1993
4. A Political Study, collard Keith, Oxford, Karachi, Pakistan, 1968
5. A text-bookof jurisprudence, Paton, G. W, Published by Clarendon Press, Oxford,1964
6. An Ancient and Modern, Dadachan Ji, F.K. Parsis, Karachi, 1997
7. Collins English Dictionary, Retrieved 15 October 2018
8. Constituent Assembly of Pakistan, April,1952
9. constitutional & Political History of Pak, Hamid Oxford Press, 2001
10. Electoral Problems in Pakistan, Huq.M. Mahfuzul, Dhaka, 1966
11. Electoral Reform in Paksitan, Mohmmad Waseem, Published by the Pakistan , Office of the German Friedrich Ebert- Stifftung, Islamabad, 2002

12. Encyclopædia Britannica , Cambridge University Press(11th ed.).
13. Government of Pakistan, 1998, op, cit
14. Hindus in Pakistan, S.K.Guptan, Karachi Pakistan, Publication , 1964
15. Indigenous people and Ethnic Minorities Constitution and Legal Perspective
16. Islamization of Law in Pakistan, M. Amin, sange e meel , 1989
17. Jams Ensiklopidia, 1950
18. Jurisprudence john william salmond,FourthEdition, London,Stevens and Hayanes,Bell Yard,Temple Bar, 1913
19. Jurisprudence, Mahajan, V.D., Punjab Law House, Lahore
20. Jurisprudence, salmond,printed Sweet and Nexwell, Limited, london, 1924
21. Law Dictionary by Black, 9th Ed, 2009
22. Lighcouri Dacca, Shaamsud Din Ahmad v.Register PLD, 1967
23. National Assembly Proceeding, Debates, April 22, 1957
24. New World Law Dictionary ,Webster , 2006
25. Oxford Advanced Learner,s Dictionry, 10th edition
26. Pakistan A Crisis in the Renaissance of Islam, Ejaz Ahmad, sange e meel ,Lahore, 1992
27. Pakistan an Introduction, Horbert Feldman, Oxford university Karachi , press ,1968
28. Pakistan Review, by S. Ahmad , 1985
29. Pakistan Year Book Rafiq Akhter East and west Corporation, 1977
30. Parsis Ancient and Modern and their Religion, Dada Chanji, Pakistan publication , Karachi, 1964
31. Persi Constitutional and political History of Pak , Hamid Khan, oxford university, 2009
32. Principels of Mahamedan Law,Dr. M.A. Manna,PLD, Publisher Lahore
33. Qaid.i.Azam M. A Jinanah, S.M Burke, OUP, Pakistan

34. Quoted Bvgoodhart in , New Outline of Modern Knowledge

35. Religion in Society: A Sociology of Religion (8th Edition, by Ronald L. Johnstone Published April 20th 2015 by Prentice Hall

36. Seth HarchanraiVishnudas, Soomro, khadimHussai, Sehwan Sharif, 1996

37. Speeches and Statements, Quaid-e Azam Muhmmad Ali Jinnah, 1947-1948

38. Speeches and writing on Zorstrain Religion, culture and civilization, Dadchanji,F.K, ehtesham proeess, January, 1995

39. The New Oxford American Dictionary, Erin McKean, Oxford University Press , Second Edn, May 2005

40. the Constitution of Islamic Republic of Pak, Justice Munir, national assembly of Pakistan, 2010

41. The Constitution of the Islamic Republic of Pakistan 1973, Makhdoom Ali Khan,Pakistan lawbook House, Karachi

42. The Great ،Divid, H.V.Hudson, oxford university, 1969

43. The History Of The Decline and Fall of the Roman Empire, Gibbon, Edword, prented for W.Stranhanj and T. Cadell, 9th strand, 1976

44. The Life of Muhammad, Abdul Hameed Siddiqui, Publisher, Islamic Book Trust, 1999

45. The origin and grouth of religion by Methuen, Wilhelm Schmidt, Published 1935

46. The Shariah and Western Law,impact international, T.B.Irving, Dec,1989

47. The Struggle for Pakistan , Ishtiaq Hussain, university of Karachi, 1974

English Mexzeen , News Papers and Websites

1. Constituent Assembly of Pakistan Debates
2. Corporate social responsibility series. Ashgate Publishing, ISBN 978-0-7546-4750-8
3. Daily " Dawn" Lahore
4. Daily Pakistan Times, Lahore
5. http://home.hajjinfo.org/hajj/uploads/tele_list 20170531.pdf, Retrieved on 1- 8-2017
6. http://military.wikia.com/wiki/Michael-john-o%27Brian
7. http://mod.gov.pk/mod/userfiles1/file/Organization%20of%20Defence%20Division.pdf
8. http://na.gov.pk/en/mna_list.php?list=minority
9. http://paffalcons.com/cas/zafar-chaudhry.php
10. http://urdu.abbtakk.tv/43440-stories-aaj-ka-din-justice-durab-patel-barsi150315/
11. http://urdukutabonline.blogspot.com/2015/09/blog-post.html
12. http://www.bbc.com/urdu/pakistan/story/2005/12/printable/051220_sikh_army_an.shtml.https://en.wikipedia.org/wiki/Hercharn_Singh#cite_note-1
13. http://www.historyofpia.com/forums/viewtopic.php?f=5&t=15896
14. http://www.ndu.edu.pk/issra/issra_pub/NDU_Journal_2011.pdf
15. http://www.paf.gov.pk/history.html
16. http://www.paf.gov.pk/paf_shaheeds.html
17. http://www.pakistanconstitution-law.com/theconst_1973.asp date: 4-11-09
18. https://d1fmezig7cekam.cloudfront.net/VPP/Global/Flight/Airline%20Business/AB%20hme/Edit/WorldAirForces2015.pdf
19. https://ur.wikipedia.org/wiki/%DA%AF%D8%B1%D8%AF%D8%A7%D8%B3%D9%BE%D9%88%D8%B1
20. https://web.archive.org/web/20110609124230/
21. https://www.tasnimnews.com/ur/news/2017/02/02

22. Indian Independence Act of 18 July,1947
23. Irish Times, Dublam
24. Jang Group of Newspapers. Retrieved 2010
25. Pakistan Hindu Council, retrieved 28 july 2014
26. Provincial Assembly Of The Punjab 1988, November 30, 1988 to August 06,1990
27. The constitution of the Islamic republic of Pakistan as Modified up to the 30 March, 2017, National Assembly of Pakistan
28. THE EXPRESS TRIBUNE , PAKISTAN
29. The Oath Act, 1873
30. UCA News
31. www.defenceinfo.com.pk
32. www.The freelibrary.com/second+world+conference+on+inter-religios+and intercivilization.